بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ساقی دہلی

اطالیہ کے مفکرِ اعظم ڈانٹے کی شہرۂ آفاق

داستانِ جہنم

کا

فصیح و بلیغ ترجمہ

از

مولوی عنایت اللہ صاحب بی۔ اے۔ دہلوی

سابق ناظم دار الترجمہ حیدرآباد۔ دکن

قیمت بارہ ۱۲ آنے — سالانہ چندہ ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اوّلین

اُردو صحافت میں تنقید نگاری کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ کسی چیز کی تعریف میں ایک قصیدہ کہدیا جائے یا اس کی مذمت میں ہجو لکھدی جائے۔ کسوٹی پر کسنا یا پرکھنا دماغ سوزی کا کام ہے۔ یہ کاوش کیوں کی جائے؟ آنکھ بندکی اور قلم اُٹھا کر جوجی میں آیا لکھدیا۔ خواص اُن پر ہنستے ہیں تو ہنسا کریں، عوام تو اُن کی رائے کو مان ہی لیں گے۔ کچھ دنوں سے یہی اُصول معیاری رسائل میں بھی کارفرما نظر آنے لگا ہے۔ چنانچہ ایک ڈرامہ پر ریویو لکھتے ہوئے ایک مشہور نقاد لکھتا ہے کہ "میں نے اِس ڈرامہ کو نہیں پڑھا مگر مجھے یقین ہے کہ یہ بہت عمدہ ڈرامہ ہوگا کیونکہ اِس سے پہلے میں اسی مصنف کے اور ڈراموں کو پڑھکر تعریف کرچکا ہوں" اور صورت حال یہ ہے کہ یہ ڈرامہ اس مصنف کا بدترین ڈرامہ ہے۔ ہمارے ہاں ریویو لکھے جاتے ہیں ذاتی تعلقات کی بنا پر۔ اور یہی سب سے پہلا جرم ہے ہمارے نقادوں کا۔ اگر تنقید کے صحیح اُصول کی روشنی میں آپ خامہ فرسائی نہیں کرسکتے تو سرے سے لکھنے ہی کی آپ زحمت کیوں گوارا کریں۔ صحیح تنقید لکھنے کے لئے ضروری ہے کہ نقاد کی نظر مصنف کے دل و دماغ میں اُتر جائے۔ سرسری نگاہ سے بیگار ٹالی جاسکتی ہے تنقید نہیں لکھی جاسکتی۔

اُردو کے چند رسائل ایسے ہیں جن کا باب الانتقاد وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ انہی میں سے ایک معارف بھی ہے مگر اب اس کے تبصروں میں چند تبصرے ایسے بھی نظر آنے لگے ہیں جنہیں دیکھکر افسوس ہی نہیں ہوتا بلکہ شرم آتی ہے کہ ایک ایسے وقیع پرچے کی ساکھ دروغگوئی و کور مذاقی سے خاک میں ملائی جارہی ہے۔ غالباً ادارۂ معارف اِس زعم میں مُبتلا ہوگیا ہے کہ اُس کی جانب سے جو کچھ لکھدیا جائے گا اُسے بے چون وچرا صحیح تسلیم کرلیا جائے گا۔ اُردو کی رفتارِ ترقی کو انہوں نے یقیناً نظر انداز کردیا ورنہ اتنی بے باکی اس کی طرف سے عمل میں نہ آتی۔ اِس بے باکی کا شاہکار وہ مقدمہ ہے جو سید سلیمان صاحب نے "شعلۂ طور" پر لکھا ہے اور جس پر اُردو کے اکثر رسالے خوب روشنی ڈال چکے ہیں۔ ایک مورخ جب شعر و شاعری پر لکھے گا تو ایسے ہی کرشمے دکھائے گا۔ خیر ہمیں یہاں اُس مقدمہ سے کوئی بحث نہیں کیونکہ اُس کا تو فیصلہ بھی ہوچکا۔ اسوقت معارف ۳ جلد ۳۰ صفحہ ۲۳۲ پیشِ نظر ہے۔ اِس صفحہ پر ساقی کے افسانہ نمبر کا ریویو درج ہے۔ اِس ریویو پر ہم ذرا تفصیل سے تبصرہ کرینگے۔ ملاحظہ ہو:۔

نقاد کی رائے ہے کہ "ساقی دہلی کے اچھے رسائل میں ہے" تنگ ظرفی کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ ساقی کو صرف دہلی میں محدود کردیا۔ دہلی کے بجائے اُردو لکھنا انہیں گوارا نہیں۔ اِسی ذہنیت کے لوگوں نے پنجاب، یو۔پی اور دہلی کا سوال پیدا کیا ہے اور یہ وہ ذہنیت ہے جو صرف تعصب ہی سے پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ حضرت نہیں سمجھتے اور نہیں سمجھ سکتے کہ اُردو کو اس صوبجاتی تعصب سے کسقدر نقصان پہونچ رہا ہے۔ ہم سر جوڑ کر کام کرنا چاہتے ہیں اور یہ ہمارے دلوں میں کدورت و دُوری پیدا کرنا چاہتے ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آگے چل کر یہ حضرت فرماتے ہیں کہ "آجکل افسانوں کا حقیقی مقصد فوت ہو کر رہ گیا ہے" اور چھ سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ نمبر نہایت کامیاب ہے۔ بیشتر افسانے دلچسپ، بعض مُفید اور نتیجہ خیز بھی ہیں" اس تضاد کو بھی چھوڑیئے کیونکہ اِنہیں یہی نہیں معلوم کہ لکھ کیا رہے ہیں۔ ظلم یہ ہے کہ انہوں نے اُن چیزوں کو پڑھا تک نہیں جن پر انہیں لکھنا ہے۔ چنانچہ مسٹر صادق الخیری کے افسانے "دیور" کو "نوخیز ایڈیٹر ساقی" کے "غیر معتدل قلم

کا نتیجہ بتاتے ہیں۔ اِس فقرے کو دیکھکر ہمیں فوراً یقین کر لینا پڑا کہ حضرت کی بصیرت کے ساتھ بصارت بھی رخصت ہو گئی۔ غضب خدا کا انہیں یہ تک نہ سوجھا کہ یہ افسانہ ہے کس کا؟ ایسے ہی لوگوں کے لئے "نین سکھ" کی ترکیب وضع ہوئی ہے۔ "نوخیز ایڈیٹر ساقی" سے اگر کوئی بغض تھا یا اس "غیر معتدل اہلِ قلم" کی طرف سے اگر دل میں کپٹ تھی تو اُس کے کسی افسانے پر اپنی کہنہ مشقی کا زور دکھایا ہوتا اور جواب طلب کیا ہوتا۔ یہ کیسی سٹھیائی ہوئی باتیں کرنے لگے؟ ع ؎ اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو۔ مگر اس بوڑھے بچے کی معصومانہ باتوں پر ہمیں ہنسنے کا حق تو ضرور حاصل ہے۔ ہاں صاحب، تو یہ افسانہ تھا صادق صاحب کا جو منسوب کر دیا گیا اڈیٹر ساقی سے۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہوا کہ ہم اِس تبصرے کو دیکھکر کہدیں کہ سید سلیمان صاحب نہایت لغو تبصرہ نگار ہیں اور اُنہوں نے اپنی کتابوں میں بھی ایسی ہی بے سر و پا باتیں لکھی ہوں گی۔ غالباً معارف کے لائق نقاد کو یہ خوش نہ آئے گا۔

افسانے کے نفسِ مضمون کے متعلق فرماتے ہیں کہ "اُنہوں نے غالباً اپنے ماحول کی فضا سے متاثر ہو کر ارقام فرمایا ہے۔ کیا وہ یہ رنگین کھیل کسی شریف گھرانے میں پسند کریں گے؟" اِس فقرے میں سب سے پہلے "ماحول کی فضا" کی ندرت کو دیکھتے ہی آپ اور کچھ نہ کہیے، صرف اپنا سر دُھن ڈالیے کیونکہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اس کے بعد اس فقرے کی لغویت پر غور فرمائیے کہ یہ کہنہ سال نقاد کیا فرما رہا ہے۔ اِسے افسانے کی اُن خصوصیات کا بھی علم نہیں ہے جنہیں ہر مبتدی جانتا ہے۔ یہ غریب اپنے دل میں یہی بٹھا بیٹھا ہے کہ جتنے گھریلو واقعات ہوتے ہیں وہ سب افسانے ہوتے ہیں اور جتنے افسانے ہوتے ہیں وہ سب گھریلو واقعات ہوتے ہیں۔ یورپ کے افسانہ نگاروں کے زیادہ نہیں دو چار افسانے ہی ان حضرت نے اگر پڑھ لئے ہوتے تو آج اُن کی جہالت کا ماتم ہمیں یہاں نہ کرنا پڑتا۔ جس رنگین کھیل کی طرف اُنہوں نے اشارہ کیا ہے وہ شریف گھرانوں میں کھیلا گیا ہو یا نہ کھیلا گیا ہو لیکن قدیم سے قدیم اور جدید سے جدید لٹریچر میں کھیلا گیا ہے اور کھیلا جاتا ہے۔ اور ہندی شاعری کی تو ایک خصوصیت کہلاتا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بزرگوار! یہ باتیں آپ کے بس کی نہیں ہیں۔ یہ لٹریچر ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھئے۔ اور ادب سیکھیے۔ منشی پریم چند کو تو آپ نے نامور افسانہ نویس تسلیم کیا ہے۔ اب سُنیے کہ اُن کے افسانوں اور ناولوں میں آپ کو اکثر سین ایسے نظر آئیں گے جنہیں اُنہوں نے بقول آپ کے "اپنے ماحول کی فضا سے متاثر ہو کر" نہیں لکھا ہے اور نہ وہ پسند کریں گے کہ "کسی شریف گھرانے میں وہ کھیل کھیلے جائیں" فنِ افسانہ نگاری میں "جنس اور رواج کی کشمکش" ایک خاص چیز ہے اور ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ نکتہ آپ کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے آپ اپنی دلچسپی "طلسم ہوشربا" اور "آرائشِ محفل" جیسی کتابوں میں تلاش کیجئے۔ جدید ادب میں خیال کی نئی نئی شاہراہیں کھل چکی ہیں۔ آپ پر اس ضعیفی میں بھلا کیا بپتا پڑی کہ خواہ مخواہ اُن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں۔ آپ اپنے عہدِ رفتہ کے رنگین کھیلوں سے ہمارے رنگین کھیلوں کا اندازہ نہ لگائیے ورنہ آپ کو بڑی مایوسی ہوگی۔ وہ زمانہ دُور نہیں ہے جب فن کی قدر یہاں بھی کی جائے گی اور ہر چیز کو مذہب اور اخلاق کی کسوٹی پر کسا نہیں جائے گا۔ ہم خوش ہوتے اگر آپ صادق صاحب کے افسانے پر فنی حیثیت سے اعتراض کرتے۔ اُن کے طرزِ تحریر میں عیب نکالتے۔ اُن کے پلاٹ کا نقص دکھاتے۔ اُن کی کردار نگاری میں غلطی نکالتے، یا زبان و بیان کی کسی لغزش کی طرف اشارہ کرتے۔ خیر ہم آپ کو بھی زیادہ قصور وار نہیں سمجھتے۔ قصور اڈیٹر کا ہے کہ اُس نے آپ کو اِس کا اہل سمجھا کہ آپ افسانوں پر خامہ فرسائی کر سکتے ہیں اور ساقی کا "افسانہ نمبر" ریویو لکھنے کے لئے آپ کے حوالے کر دیا۔ اُمید ہے کہ ہمارے جواب سے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی اور آئندہ تبصرہ نگاری میں آپ احتیاط سے کام لیں گے۔

"ڈانٹے کے جہنم" پر انصار ناصری صاحب نے فاضلانہ مقدمہ لکھکر اس کے سمجھنے میں ہمارے لئے آسانی پیدا کر دی۔ ساقی کا (بقیہ برصفحہ ۱۱۷)

دانتے

دانتے جس کا پورا نام ڈیورینٹے الیگاری تھا ۱۲۶۵ء میں بمقام فلورنس پیدا ہوا۔ اُس کا باپ الیگارو ڈی بیلنکیوں الیگاری ایک غریب آدمی تھا جس کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم کہ وہ ایک معمولی منشی تھا۔ ماں کا نام مونا بیلا تھا جو دانتے کی پیدائش کے بعد ہی فوت ہو گئی تھی۔

۱۲۷۴ء میں جبکہ ڈانٹے نو برس کا تھا وہ واقعہ پیش آیا جس نے دانتے کی زندگی میں رنگارنگ تاثرات پیدا کر دئے اور جسے اصل حقیقت میں دانتے کی عظمت و شہرت کا واحد راز سمجھنا چاہیئے یعنی یہ کہ اسکی بیٹرس سے پہلی ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات ایک تقریب کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ بیٹرس کی عمر بھی اس وقت نو سال کی تھی۔ دانتے خود کہتا ہے:۔

"وہ میرے روبرو آئی، ایسے لباس میں جس سے وقار اور بھولپن ٹپکا پڑتا تھا —— پیازی رنگ کا سایہ جو خوشرنگ بیلوں وغیرہ سے مزین تھا، اس کی بھولی عُمر کے لئے ہر طرح موزوں تھا...... اُس وقت زندگی کی رُوح جو دل کے عمیق ترین گوشوں میں چھپی رہتی ہے کانپ اُٹھی، میرا عضو عضو تھرا گیا اور ہر بُن مو سے یہ صدا کپکپاتی آواز میں بلند ہوئی کہ —— دیکھ اپنے سے زیادہ قوت والے خدا کو، جو تجھ پر حکومت کرے گا!!"

پہلی ملاقات کے بعد نو سال تک دانتے اپنی محبوبہ سے نہ مل سکا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آتش فراق نے اُس کے احساسات میں بیداری اور تخیل میں زندگی کی لہر پیدا کر دی۔ جذبات کا غلبہ ہوا اور اسی حالت میں اُس نے اپنی سب سے پہلی عشقیہ نظم لکھی۔ یہ نظم اتنی کامیاب ہوئی کہ اطالیہ کے معزز شعرا میں دانتے کا بھی شمار ہونے لگا۔ یہیں سے دانتے کی غنائی شاعری کا دور شروع ہوتا ہے۔ اِس صنف سخن میں دانتے نے خوب داد فصاحت دی اور وہ نمود حاصل کی کہ گائیڈو ڈی کیول کانٹے جو اُس زمانے میں اطالیہ کا شاعر اعظم مانا جاتا تھا دانتے کو سراہنے لگا اور اس کا شفیق دوست بن گیا۔ دانتے کی غنائی شاعری کا بیشتر حصہ بیٹرس ہی کی تعریف و ثنا پر مشتمل ہے۔ بیٹرس کے جانکاہ حادثۂ ارتحال کے بعد دانتے نے ان درد بھری نظموں کو یکجا کیا اور ان پر دلپذیر حاشیے چڑھا کر Vita Nuova ؎ "حیاتِ نو" کتاب ترتیب دی، اور اُسے اپنے بہترین دوست "گائیڈو کیول کانٹے" کے نام پر معنون کیا۔ اس مختصر سی کتاب میں دانتے نے نہایت موثر پیرایہ میں اپنی داستانِ محبت بیان کی ہے۔ کتاب کا نام "حیاتِ نو" رکھنے سے دانتے کا مقصود غالباً یہ تھا کہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ بیٹرس کی محبت نے اُسے نئی زندگی بخشی ہے۔ وہ خود کہتا ہے:۔

"میری رُوح گناہ آلود تھی۔ اُس نے تنِ خاکی اسی لئے اختیار کیا کہ دیوی بیٹرس کی مقدس رُوح کے اثر سے اپنے گُناہ دھو کر پاک اور منزہ ہو جائے"

فی الحقیقت "حیاتِ نو" کے بغور مطالعہ سے یہ راز ہم پر آشکار ہو جاتا ہے کہ دانتے نے بیٹرس کی محبت میں الوہیت کے منازل طے کرنا کس طرح سیکھے۔ "حیاتِ نو" میں جس "رسم عشق" کا ذکر ہے وہ اصلاً اس درجہ رفیع اور بلند مرتبت ہے کہ جس کے مقابلے میں "لیلےٰ مجنوں" اور اسی قبیل کے تمام فرسودہ افسانہائے عشق، بے مزہ، بدرنگ اور پھیکے نظر آتے ہیں۔ دانتے بیٹرس کی کتنی پرستش کرتا تھا۔ اُس کا ہر تار نفس اُسی کی محبت میں کس درجہ ڈوبا ہوا تھا یہ اُسکے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہے:۔

؎ Vita Nuova "حیاتِ نو"

"سارے بُرے خیالات فنا ہو جاتے ہیں۔ دُنیا کی ساری برائیاں یک قلم محو ہو جاتی ہیں، جب اور جدھر سے بئیٹرس گذر جاتی ہے۔"

٭ ٭ ٭

"جس شے پر اُس کی نظر پڑ جاتی ہے اُس میں ایک نرالی شان اور ایک نیا حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ خود ہی حُسنِ ازل ہے ـــــ جو آسمانوں سے اعجاز نمائی کرنے اُتر آتی ہے ـــــ"

٭ ٭ ٭

"جس شخص نے میری محبوبہ کو ایک نظر بھی دیکھ لیا اُسے حیاتِ ابدی اور نجاتِ دارین حاصل ہو گئی۔"

بئیٹرس نے اب جوانی کی پُر بہار اور ارمان نواز منزل میں قدم رکھا تھا شباب نے اپنے تمام بیش بہا تحائف اُس پر نچھاور کر دیے۔ دانتے کا دل بھی شوق، اُمنگ اور ارمانوں کا آماجگاہ بن گیا۔ لیکن وا حسرتا کہ باوجود کوشش اس آرام جان سے ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ دراصل دانتے پر بئیٹرس کا رعبِ حُسن اسقدر طاری تھا کہ وہ اُس کے سامنے آتے ہوئے ڈرتا تھا۔ کچھ دن بعد بئیٹرس کی شادی ایک دولتمند سوداگر سے ہو گئی۔ دانتے کے ہوش و حواس پر بجلی گری۔ زندگی اجیرن ہو گئی۔ دُنیا آنکھوں میں تاریک تھی۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں بالآخر وہ میدانِ جنگ میں چلا گیا جہاں اُس نے صفِ اوّل میں خوب خوب دادِ شجاعت دی ـــ جنگ کے ہنگاموں نے اتنی مہلت نہ دی کہ بفراغت نوحہ خوانی میں مصروف رہتا۔ مرورِ ایام نے صبر کی تلقین کی۔ کچھ ڈھارس بندھی لیکن عشق کی آگ آخری سانس تک اُس کے نہاں خانۂ دل میں جگمگاتی رہی۔ دراصل یہی "آتشِ عشق" دانتے کی لازوال شہرت و عظمت کی موجب محرک بن گئی۔ فلک کی ستم آرائیاں یہیں ختم نہیں ہوئیں۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور بجلی گری یعنی بئیٹرس نے عین شباب کے عالم میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس جانگداز حادثہ کا دانتے پر کتنا اثر ہوا یہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ غم واندوہ کے سیلِ بے پناہ نے اپنے آغوش میں لے لیا۔ خون کے آنسو بہ نکلے۔ سینہ فگار، پریشان حال، نالہ کُناں اِدھر اُدھر ٹکراتا پھرا۔ کچھ دن یہی حالت رہی۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ کثرتِ رنج نے اُس کے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ بصیرت منوّر ہو کر جگمگا اُٹھی۔ احساسات میں تڑپ فہم و فراست میں پختگی پیدا ہوئی۔ تخیل میں زور، نازکی اور رنگینی کے ساتھ ساتھ روحانیت کا سوز پیدا ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ دانتے دُنیا کا عظیم ترین شاعر اور فقید المثال مفکر بن گیا۔

اس موقع پر اُس مؤثر نظم کا مختصر سا اقتباس پیش کرنے کو جی چاہتا ہے جو دانتے نے بئیٹرس کی وفات پر لکھی۔

"اے مسافرو، تم جو خوش خوش کچھ سوچتے جا رہے ہو،
اُن چیزوں سے بے خبر جو تمہاری راہ میں آتی ہیں،
میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے بتاؤ،
کیا تم اتنے دُور دراز ملکوں سے آ رہے ہو کہ تم نے نہیں سُنا،
کیونکہ تمہارے چہروں پر بجائے غم کے مسرت کے آثار نمایاں ہیں؟
جب تم ہمارے شہر کے ماتم کُناں دروازوں سے داخل ہو کر،
اس کے سب سے بڑے بازار میں سے گذرتے ہو تو تم گریہ وزاری کیوں نہیں کرتے،
یہاں کے باشندوں کی طرح جن کی تسلی کسی طرح ہوتی نظر نہیں آتی،
ان پر ایسی کیا اُفتاد پڑی ہے جو اس طرح آہ و بکا کرتے ہیں؟

اگر تم سُننے کے لئے ایک ذرا ٹھہر جاؤ، تو یہ دل ——
جوابِ تنگ اندر ہی اندر تڑپ تڑپ کر آہیں کر رہا ہے ——
خوب جانتا ہے کہ، پھر تم اپنا راستہ رو رو کر طے کرو گے۔

سُنو سُنو! اس شہر کی بیٹرس سدھار گئی!!
اور یہ وہ تھی جس کے متعلق ایسے ایسے الفاظ کہے جا سکتے ہیں کہ
اجنبی اور غیر لوگوں کی آنکھوں سے بھی
اس کی جُدائی پر آنسو ٹپک پڑیں ——"

ڈانٹے کی ابتدائی تعلیم کے متعلق کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ الیف۔ نوواتی نے جو ڈانٹے پر لکچر دئے ہیں اُن سے یہ پتا چلتا ہے کہ شاید برنیٹو نے اس سلسلہ میں ڈانٹے کی کچھ مدد کی تھی اور اسے فنونِ لطیفہ سے روشناس کرایا تھا۔ ڈانٹے بھی "جہنم" کے پندرھویں بند میں اس کی طرف کچھ اشارہ کرتا ہے۔ لیکن "حیات نو" سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری کا فن اُس نے خود بخود ہی حاصل کیا۔ اس کی دوسری کتاب "عوام کی شاعری" —— De Vulgari Eloquentia میں کچھ اس قسم کے مقامات آتے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ موسیقی سے بھی واقف تھا۔ علاوہ ازیں "حیاتِ نو" کے پینتیسویں[35] بند میں وہ کہتا ہے کہ بیٹرس کی پہلی برسی کے موقع پر وہ بیٹرس کی ایک تصویر بنا رہا تھا۔ ان اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاس کہتا ہے کہ وہ ان فنون میں دستگاہ ضرور رکھتا تھا۔

بیٹرس کی وفات کے بعد یعنی سنہ ۱۲۸۹ء و سنہ ۱۲۹۰ء میں ڈانٹے فلسفہ کی طرف متوجہ ہوا اور چند ایک کتابیں پڑھیں جنکا حوالہ —— Convivio ("دعوت") کے تیسرے باب میں درج ہے۔ بیٹرس کی وفات کے بعد دو ایک سال اس نے جس طرح گذارے اُسکے متعلق وہ خود کہتا ہے کہ۔

"وہ زمانہ میرے اخلاقی تنزل کا زمانہ تھا —— تیرے نورانی چہرے کے روپوش ہوتے ہی، دُنیا کی جھوٹی مسرتوں نے مجھے آن گھیرا۔" (اعراف۔ اکتیسواں[31] بند)

لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ قطعی اوباش بن گیا تھا۔ اس لئے کہ یہ تو اس کی نیک سیرت اور بلند شخصیت سے کسی طرح ممکن نہ تھا۔ یہ "جھوٹی مسرتیں" جیسی بھی ہوں۔ اُس نے عالی ظرفی سے اپنی کمزوریوں کا اعتراف کیا۔ اور یہی امر ثبوت ہے اُس کی پاک منشی کا۔ لیکن اس "اخلاقی پستی" کے زمانے میں بھی چند ایک نظمیں اُس نے ایسی کہیں جو اپنی رنگینی اور پاکیزگی کے اعتبار سے عدیم النظیر ہیں۔

سنہ ۱۲۸۹ء میں ڈانٹے باشندگانِ فلورنس کی طرف سے کامپلڈینو کی جنگ میں شریک ہوا، اور رسالہ کی اگلی صفوں میں کمال بہادری سے اپنے وطن کی حفاظت کی۔

سنہ ۱۲۹۵ء میں ڈانٹے نے مینٹے نو ڈونانی کی لڑکی جیما سے شادی کی۔ جس کی بدمزاجی اور ترشروئی نے ڈانٹے پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ حد یہ کہ اُس کا ذکر "جہنم" میں بایں الفاظ موجود ہے۔

"مجھے اس زبوں حالت پر پہونچانے کا سب سے بڑا سبب میری بیوی کی حد درجہ کی بدمزاجی ہے۔"

ڈانٹے کی خانگی زندگی کے ناخوشگوار ہونے کا ممکن ہے ایک یہ بھی سبب ہو کہ اُس کی بیوی کورسو ڈونانی کی قریبی عزیزہ تھی۔ اور یہ شخص ڈانٹے کے سخت

ترین مخالفوں میں سے تھا۔ دانتے کی کل چار اولادیں ہوئیں۔ دو لڑکے پیٹرو اور جیکوپو (پیٹرو نے دانتے کی کامیڈی کی مفصل شرح لکھی اور جیکوپو نے صرف "جہنم" والے حصے کی تفسیر لکھی)، دو لڑکیاں تھیں بیٹرس جو ایک گرجا کی نن بن گئی اور انٹونیا جسکے متعلق کچھ زیادہ نہ معلوم ہو سکا۔

جنگ سے واپس آنے پر دانتے شہر کی سیاسیات میں دلچسپی لینے لگا۔ اس زمانے میں فلورنس میں ایک نیا معاشرتی نظام ظہور میں آ رہا تھا۔ چونکہ دانتے نے میدانِ جنگ میں سرفروشی اور جانبازی میں کافی شہرت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ اس لئے اہلِ فلورنس نے اُسے مجلس انتظامیہ کا ممبر منتخب کیا۔ ۱۵ ر جون ۱۳۰۰ء سے لیکر ۱۵ ر اگست ۱۳۰۰ء تک دانتے اُن چھ اُمراء میں سے ایک تھا جو فلورنس کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اُس زمانے میں فلورنس میں خانہ جنگیوں، بلوہ اور فساد کی گرم بازاری تھی، دانتے احکامات کے نفاذ میں کمال دانشوری اور ہوشیاری سے کوشاں رہا۔ لیکن عوام الناس سیاسی مدبروں کی قیادت میں دولتمندوں اور سرمایہ داروں کے اقتدار کی بیخ کنی کے لئے ہر جائز و ناجائز طریقے کو استعمال کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ آئے دن شہر کی گلیوں میں مار پیٹ، قتل و غارت کے حادثات میں اضافہ ہوتا رہا۔ اہلِ شہر "سفید" و "سیاہ" دو مختلف جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ حکومت کا انتظام "سفید" جماعت کے ہی — ہاتھوں میں تھا جس کا کہ دانتے بھی ایک سرگرم ممبر تھا۔ ان دونوں جماعتوں کی باہمی کشمکش و آویزش سے حالات روز بروز ناگفتہ بہ ہوتے گئے۔ دانتے تدبر اور انصاف پر عمل پیرا ہوتے ہوئے فتنہ پردازوں کو قرار واقعی سزائیں دیتا رہا۔ انہی دنوں میں ایک سنگین بلوے کے سلسلہ میں اُس نے مفسد جماعتوں کے سرغنوں کو جلاوطنی کا حکم دیا۔ لیکن یہ حکم سُناتے وقت اُسکا دل بیٹھا جاتا تھا کیونکہ جلاوطنوں میں اُسکا بہترین دوست اور اطالیہ کا شہرۂ آفاق شاعر گائیڈو کیول کانٹے بھی تھا۔ لیکن انصاف کے ہاتھوں مجبور تھا۔ گائیڈو کیول کانٹے جلاوطنی کی مصیبتوں کو برداشت نہ کر سکا اور انجام کار انتقال کر گیا۔ اس حادثہ کا دانتے پر اتنا اثر ہوا کہ اپنی عمر بھر نہ بھول سکا۔

خانہ جنگیوں نے بڑھتے بڑھتے منظم پیکار کی شکل اختیار کر لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سیاہ پارٹی نے پاپائے روم کی سازش سے "سفید" پارٹی کو نومبر ۱۳۰۱ء میں شکست فاش دی اور اُسے مجلس انتظامیہ سے برطرف کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس مجلس انتظامیہ کے اراکین کو پاپائے روم کی عدول حکمی کرنیکے جرم میں جلاوطن کیا گیا اور اُن کی ساری جائداد وغیرہ بحقِ سرکار ضبط ہو گئی۔

۱۰ ر مارچ ۱۳۰۲ء کو دانتے سمیت پندرہ آدمی شہر بدر کر دیے گئے اور اُنہیں آگاہ کر دیا گیا کہ اگر اُنہوں نے سلطنت کی حدود میں قدم بھی رکھا تو زندہ جلا دیے جائیں گے۔

کچھ عرصے تک دانتے اپنے جلاوطن ہمراہیوں کے ساتھ مارا مارا پھرتا رہا۔ لیکن بہت جلد اُس کی طبیعت ان سب سے متنفر ہو گئی۔ ان جلاوطنوں نے ایک منظم جماعت تیار کی تھی تاکہ وہ فلورنس پر بزورِ شمشیر قبضہ کریں۔ چونکہ دانتے انتظامی اُمور میں خاص مہارت رکھتا تھا اور ایک نرالے دستورِ عمل کا موجد بھی تھا اس لئے یہ جماعت چاہتی تھی کہ دانتے کی سرکردگی میں اپنی تدابیر کو عملی جامہ پہنائے۔ لیکن دانتے کو جیسے ہی یہ معلوم ہوا کہ اس حملہ سے اس جماعت کا مقصد محض انتقام لینا ہی ہے تو اُس نے فوراً اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ (چنانچہ ستمبر ۱۳۱۲ء میں جب اس جماعت نے فلورنس پر حملہ کیا تو اُن میں دانتے شامل نہ تھا۔)

۱۳۰۳ء میں اپنے جلاوطن بھائیوں سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد دانتے شہر بہ شہر اور گاؤں در گاؤں پھرتا رہا۔ دانتے کی زندگی کا یہ زمانہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ چونکہ سیاسیات میں اب اُسے دلچسپی نہ رہی تھی اور نہ ہی اب اس کی گنجائش باقی رہی تھی اس لئے اس کی تمام تر توجہ لکھنے لکھانے پر صرف ہوتی تھی۔ چنانچہ اس نے دو ضخیم کتابیں تیار کرنے کا تہیہ کیا ——(بدقسمتی سے یہ دونوں کتابیں نامکمل رہ گئیں)—— ان میں کی پہلی تصنیف — De Vulgari Eloquentia "عوام کی شاعری")، غالباً ۱۳۰۴ء میں لکھی گئی۔ جس میں دانتے نے اطالوی شاعری کے محاسن اور اُس کی تدریجی ترقی پر مدلل بحث کی ہے اور اس کے فلسفیانہ رموز و نکات کو اُبھار کر دکھایا ہے۔ یہ کتاب اور ایک اور De Monarchia دانتے نے لاطینی زبان میں لکھیں۔ لاطینی زبان پر اُسے پورا عبور حاصل نہیں تھا۔ اسی وجہ سے وہ اس زبان میں خاص اسلوبِ بیان نہ حاصل کر سکا۔ بلکہ عام رائے تو یہ ہے کہ لاطینی

زبان میں اُس نے جو کچھ لکھا نہایت بھدّا اور بے مزہ ہے۔ اسکے برخلاف اطالوی زبان تو گویا اُس کے گھر کی لونڈی تھی۔ اس زبان میں اُس نے وہ وہ بیش بہا موتی لُٹائے کہ باید و شاید۔ ایسا پاکیزہ اندازِ بیان اور ایسا رنگین اسلوبِ تحریر آج پانچ صدیاں گذرنے کے بعد بھی کسی دوسرے کو میسّر نہیں۔ اس لحاظ سے مقامِ شکر ہے کہ اُس کی دو ہی کتابیں لاطینی میں ہیں اور باقی سب کی سب اطالوی زبان میں ہیں۔ اور بالخصوص وہ عظیم الشان تصنیف جو اُس کی بقا کی ضامن ہے یعنی "ڈیوائن کامیڈی"! دوسری کتاب — Convivio ("دعوت") تھی۔ جو غالباً ۱۳۰۴ء سے ۱۳۰۸ء تک لکھی گئی۔ "دعوت" ادب اور فلسفہ کی ایک عظیم الشان کتاب ہوتی جس میں ڈانٹے طویل و بسیط تنقیداتِ عالیہ کے ساتھ اپنی چودہ نظمیں Canzoni کو درج کرنی چاہتا تھا۔ جن میں سے وہ صرف تین نظمیں اُن کی مفصل تفسیر اور ایک مدلل مقالۂ افتتاحیہ لکھ سکا۔ "دعوت" کے لکھنے میں ڈانٹے کے کئی مقاصد شامل تھے۔ اوّل تو یہی کہ فلسفیانہ ادب کا ایک ایسا گراں بہا ذخیرہ فراہم کیا جائے جس سے آئندہ نسلیں استفادہ — کرتی رہیں۔ دوسرا مقصد جو سب سے زیادہ اہم تھا وہ یہ کہ ڈانٹے اطالوی زبان کو ادبی زبان بنا کر اُس کی پاکیزگی، وسعت اور ہمہ گیری ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اپنے مقالۂ افتتاحیہ کے آخری حصے میں اُس نے نہایت جوش و خروش سے اطالوی ورنیکلر کی حمایت کی ہے اور ان لوگوں کی تواضع کے لئے خاصہ دلخراش سامان فراہم کیا ہے جو اطالوی زبان کو عامیانہ بولی کہہ کر اُس کی مذمت کرتے ہیں۔ ڈانٹے جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن اطالوی بولی علمی و ادبی زبان بن کر رہیگی۔ اسی لئے اُس نے اپنے قیمتی افکار اسی زبان میں لکھی گویا اس کے تحفظ و بقا کے لئے غیر فانی مواد فراہم کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ اطالوی زبان کی عظمت اسی سبب سے قائم ہوئی کہ اُس میں ڈانٹے جیسے خوش فکر و شیریں مقال شاعر کا کلام موجود ہے۔

۱۳۱۵ء میں ڈانٹے کو حکومتِ فلورنس کی طرف سے متنبہ کیا گیا کہ اگر وہ ایک کثیر رقم جرمانہ میں ادا کرے اور سرِ بازار توبہ و استغفار کر کے معافی چاہے تو اُسے دوبارہ فلورنس میں آنے کی اجازت مل جائے گی۔ اسکے جواب میں وہ اپنے ایک مُربی کو لکھتا ہے:۔

"اپنے پیارے وطن میں آنے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ اگر کوئی اور ایسی صورت دریافت ہو سکے جس سے ڈانٹے کی عزت و شہرت کو دھبہ نہ لگے تو وہ بخوشی واپس آجائے گا۔ لیکن اگر سوائے اس کے فلورنس پر واپس جانے کی کوئی دوسری صورت ممکن نہیں تو میں کبھی بھی فلورنس کے دروازے میں داخل نہیں ہوں گا — فلورنس میں میرے لئے کونسی ایسی نعمت رکھی ہے؟ — کیا میں ہر جگہ خدا کے بنائے ہوئے سورج اور تاروں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اس وسیع آسمان کے نیچے کہیں بھی بیٹھ کر اپنے شیریں تصورات میں محو رہ سکوں؟ — کیا یہ حق مجھے اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں فلورنس کے شہریوں کے آگے ذلّت و خواری سے جُھک نہ جاؤں؟"

۱۳۱۳ء میں فلورنس کی عنانِ حکومت رابرٹ شاہ نیپلز کے ہاتھ میں آگئی۔ اس طرح ڈانٹے کی فلورنس میں واپسی کی اُمید قطعی طور پر منقطع ہوگئی۔ کیونکہ رابرٹ ڈانٹے سے بطورِ خاص ناخوش تھا۔ اسکے بعد بقیہ عمر تک ڈانٹے غربت و فلاکت کی حالت میں شہر در شہر مایوس و ناکام پھرتا رہا۔ افلاس اور تنگدستی کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھانی پڑیں۔ رہ رہکر وطن کی گل پوش وادیوں کی پُرلطف یاد تڑپاتی تھی اور اس سے بھی زیادہ اپنے ہموطنوں کی حالتِ زار خون کے آنسو رُلواتی تھی۔ مگر لاچار تھا۔ انہی دنوں میں اُس نے ایک دلدوز نظم لکھی جس میں وہ کہتا ہے:۔

"کیا خدا کو یہی منظور تھا کہ میں ہر ایک کے سامنے اپنی مصیبت بھری داستان سناتا پھروں اور اپنی مظلومی اور بے بسی کا واسطہ دے کر رحم کی بھیک مانگوں ....."

⁂ ⁂ ⁂

"جب سے روم کی حسین تریں بیٹی فلورنس نے مجھے اپنے آغوش سے جدا کیا ہے، میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوں ــــ دراصل میں ایسی شکستہ ناؤ پر سوار ہوں جس کے چپو کھوئے گئے ہوں، جو بحرِ حیات کی تند و تیز موجوں کے رحم و کرم پر بے یار و مددگار ڈانوا ڈول ہو رہی ہو اور جسے افلاس کے طوفانی تھپیڑے ساحل تک نہ جانے دیتے ہوں۔"

ڈانٹے کی زندگی کے آخری ایام کین گرانڈے ڈیلا سکالا کے زیرِ سایہ بمقام ریوینا بسر ہوئے۔ ریوینا کا نیک دل حاکم گائیڈو نو ویلو بھی ڈانٹے پر خاص شفقت رکھتا تھا۔ ان دونوں کے احسانات اور مہربانیوں کا ذکر ڈانٹے نے "بہشت" کے سترھویں بند میں کیا ہے۔ ڈانٹے کے قول کے مطابق شاید یہی اس کی زندگی کا سب سے زیادہ پُرامن اور بشاش زمانہ تھا۔ اسی زمانہ میں اس کی غیر فانی تصنیف ــــ Divina Commedia ڈیوائن کامیڈی پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ ۱۳۱۳ء میں "جہنم" اور "اعراف" شائع ہوئے ــــ اشاعت کا جو کچھ بھی مفہوم اُس زمانے میں تھا، اُسی اعتبار سے ــــ شائع ہوتے ہی جا بجا چرچے ہونے شروع ہوئے۔ اہلِ بصیرت اور اربابِ دانش نے اس رفیع المرتبت کارنامے کو آنکھوں سے لگایا۔ جاہل اور کور باطنوں نے بھی یہ سمجھ کر کہ ڈانٹے شاید سب سے بڑا جادوگر ہے خاطر خواہ پذیرائی کی۔ غرض مختلف طریقوں پر ڈانٹے کے "جہنم" کا ذکر زبان زدِ عام ہو گیا۔ بوکیشیو کا بیان ہے کہ ایک دن جبکہ ڈانٹے ویرونا کے بازاروں میں سے گذر رہا تھا، اُس نے دو چار عورتوں کو یہ باتیں کرتے سُنا۔

"تم نے دیکھا، اس شخص کو، یہ دوزخ کی سیر کو جایا کرتا ہے اور یہاں آ کر وہاں کی عجیب و غریب خبریں سنایا کرتا ہے۔"

"ہاں، دیکھتی نہیں، جہنم کی آگ اور دھوئیں سے اُس کی ڈاڑھی کڑبڑی اور رنگت کیسی سیاہ ہو گئی ہے۔"

ڈانٹے یہ گفت و شنید سُنکر مُسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن دوسرے واقعہ نے ڈانٹے کو ہراساں کر دیا۔ ۱۳۲۰ء میں میٹو ویکنٹی اور گلیز و نے پوپ جون بست و دوم کے خلاف جادوگری کے مظاہرے منعقد کئے اور ڈانٹے کو بحیثیت ایک نامور جادوگر، اس میں شرکت کی دعوت دی!!!

بولونا کے لائق پروفیسر جیوونی ڈل ورجیلیو نے ڈانٹے کو ورجل ثانی کہکر خطاب کیا اور ایک مرصع قصیدے کے ذریعے جو فصیح لاطینی میں تھا افسوس ظاہر کیا کہ ایسے بلند افکار اطالوی زبان میں لکھے جائیں۔ اُس نے ڈانٹے سے پرزور درخواست کی کہ لِلّٰہ یہ انمول موتی ناقدر شناسوں کے آگے نہ بکھیرے وغیرہ وغیرہ۔ ڈانٹے نے اس کے جواب میں اپنے قدردان کو نہایت عمدہ خط لکھا اور نیم مزاحیہ رنگ میں اُس کی درخواست کو مایوسی کے ساتھ نامنظور کیا۔ وہ اطالوی زبان کو کلاسیت کا مرتبہ دینا چاہتا تھا اور کسی طرح بھی اپنے اس ارادے سے باز نہیں رہا۔

اگست ۱۳۲۱ء میں جبکہ وینس کی جمہور حکومت ریوینا کو جنگ کی دھمکیاں دے رہی تھی ــ ڈانٹے کو ریوینا کا نمائندہ بنا کر وینس بھیجا گیا تاکہ وہ مصالحت اور ملاپ کی کوشش کرے۔ فلیپو ولینی اپنی مشہور کتاب "ڈانٹے کے سوانح حیات" میں لکھتا ہے کہ چونکہ وینس والوں نے ڈانٹے کو سمندر کے ذریعے سفر کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس لئے اُسے وینس سے واپسی پر دریائے پو کے دہانے کے قریب وسیع دلدلوں میں سے گذرنا پڑا جہاں کی زہریلی ہواؤں نے اس کی صحت پر بُرا اثر کیا۔ اور ریوینا پہونچتے ہی اُس کی طبیعت بگڑنی شروع ہو گئی۔ چند دن شدید کرب میں مُبتلا رہ کر ۱۴ ستمبر ۱۳۲۱ء کو ڈانٹے نے اپنے جسدِ خاکی کو خیرباد کہا۔ چہکتا طوطی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ رُوح آئے دن کی مصیبتوں سے چھوٹی اور بہشت کی پُرفضا وادیوں میں اپنی جاں نواز محبوبہ بیٹرس کی رُوح سے جا ملی۔ اسکے دونوں لڑکے پیٹرو اور جاکوپو اور ایک لڑکی بیٹرس، تینوں حادثۂ ارتحال کے موقع پر اُسکے پاس تھے۔ فرانسسکن کونونٹ میں شوکت و احترام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ گائیڈو نو ویلو نے اس موقع پر نہایت ہی موثر تقریر کی۔

"بکیشیو نے اپنی کتاب "ڈانٹے کے حالات" میں ڈانٹے کا نہایت عمدہ حُلیہ لکھا ہے جس کا اقتباس پیش ہے۔

"میانہ قد، جو ایامِ پیری میں ذرا جھک گیا تھا۔ رفتار پُر رعب و باوقار۔ لباس صوفیانہ۔ کتابی چہرہ، پتلی سُتواں ناک۔

آنکھیں بڑی بڑی اور منور۔ پتلے پتلے ہونٹ۔ گندمی رنگت۔ گھنے بال۔ سیاہ گھونگریالی ڈاڑھی۔ چہرے پر ہمیشہ اُداسی برستی رہتی تھی جس سے غور اور تدبر کے آثار ہویدا تھے ۔۔۔"

اہلِ فلورنس نے ایک صدی گذر جانے کے بعد اپنے اس بے مثل شاعر کی قدر جانی اور اُس کے رتبے کو پہچانا۔ اُنہوں نے بہت کوشش کی کہ دانتے کی لاش کو فلورنس میں لاکر دفن کریں اور اُس کی یاد میں عالیشان مقبرہ تعمیر کریں۔ لیکن ریوینا کے باشندوں نے انکار کر دیا۔ بعد ازاں مائیکل انجیلو نے اس سلسلہ میں دوبارہ کوشش کی۔ بہتیری خوشامد کی لیکن ریوینا والے نہیں مانے کیونکہ وہ فلورنس والوں سے بہت پہلے اس غیر فانی شاعر کی عظمت جان چکے تھے۔ اِسی لئے اُنہوں نے اس کے آخری سانس تک اُس کی خاطر مدارات میں اپنی ساری مہماں نوازیاں ختم کر دی تھیں۔ اب وہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ اس کی ہڈیاں وہاں لے جائی جائیں جہاں زندگی میں مصیبتوں کے پہاڑ اُس پر ٹوٹے گئے تھے۔ غرض فلورنس والوں کی پے در پے کوششوں کے باوجود دانتے کا مقبرہ ریوینا ہی میں رہا۔ البتہ فلورنس میں جابجا اس کے مجسمے اور اُس کی نام کی یادگاریں قائم کی گئیں۔ ایک یادگار برنارڈو بمبو نے ۱۴۸۳ء میں نصب کی۔ اس سے بھی زیادہ شاندار یادگار کارڈینل گون زاگا نے ۱۷۸۰ء میں تعمیر کی۔ ایک اور یادگار ۱۸۳۰ء میں سٹیفانو ریسی نے قائم کی جس کا نقشہ فلورنس کی اکیڈیمی آف فائن آرٹس نے بنایا تھا۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں نے کتنی دیر میں اپنے شاعرِ اعظم کی قدر جانی ۔۔۔ لیکن کیا یہ تلخ حقیقت دُنیا کے کم و بیش ہر بڑے شاعر اور مفکر کے ساتھ پیش نہیں آتی ؟

"ڈیوائن کامیڈی" میں دانتے کے سیاسی خیالات کا اتنا گہرا اثر ہے کہ اُن سے متعارف ہوئے بغیر اس نادر تصنیف سے کما حقہٗ فیضیاب ہونا محال ہے۔ اس لئے ہم De Monarchia کی مدد سے اُسکے سیاسی خیالات و آرا کا کچھ ذکر مناسب سمجھتے ہیں۔

پہلا اُصول جس پر دانتے شد و مد سے کاربند نظر آتا ہے ارسطو کا وہ مقولہ ہے کہ چونکہ انسان ایک معاشرتی حیوان ہے اس لئے وہ انفرادی طور پر کوئی اخلاقی حیثیت نہیں رکھتا۔ اُسے ہمیشہ بڑی جماعت کا ایک فرد سمجھنا چاہیے۔ کُل کا جزو ہونے کی حیثیت سے اُسے کچھ اہمیت حاصل ہو تو ہو ورنہ انفرادی طور پر کسی ایک فرد کی کوئی حقیقت و حیثیت نہیں ہے۔ دانتے کہتا ہے کہ کوئی انسان از خود خوشی یا آسائش حاصل نہیں کر سکتا اس وجہ سے کہ اُسکی ضروریات اتنی مختلف النوع ہوتی ہیں کہ کوئی ایک انسان انہیں فراہم نہیں کر سکتا۔ پس فرد کی آسائش و بہبودی اسی وقت ممکن ہے جبکہ پوری جماعت کو آسائش و بہبودی حاصل ہو۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانی تہذیب و تمدن کا مقصود اور مطمحِ نظر کیا ہونا چاہیے ؟ اس کا سیدھے سادے الفاظ میں یہ جواب ہے کہ تہذیب و تمدن کا مقصود یہی ہو سکتا ہے کہ ایسے اسباب فراہم کئے جائیں جن سے ساری انسانی برادری عام بہبودی اور فراغت حاصل کرنے کے لئے اپنی ساری دماغی قوتیں صرف کر دے۔ اس جواب کا تجزیہ کرنے پر یہ معلوم ہو گا کہ تمدن کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بنی نوعِ انسان کی دماغی قوتوں کو اُبھار کر ایک صحیح راستے پر لایا جائے۔ لیکن اس کے لئے یہ لازم آتا ہے کہ ساری دُنیا میں امن صلح و آشتی حکمران ہو۔ بس یہی دانتے کا بُنیادی اُصول ہے۔ تمدن، تہذیب، حکومت وغیرہ سب بیکار ہیں جب تک کہ دُنیا میں پورا پورا امن و امان نہ ہو۔ اور عالمگیر امن حاصل کرنے کیلئے یہ قطعی ضروری ہے کہ کوئی ایک شہنشاہ ساری دُنیا کا حاکم ہو۔ اس قسم کا "شہنشاہِ عالم" (یا کوئی اور ایسی حکومت) جسکے احکامات کو ساری دُنیا کے افراد، اقوام و ملل سر آنکھوں پر رکھیں۔ عام انسانی تہذیب و تمدن حاصل کرنے کیلئے قطعی ضروری ہے تاکہ دُنیا کا ہر فرد و بشر ایک دوسرے کے دوش بدوش ترقی کی راہ پر ہم طرحی اور یگانگت کے ساتھ گامزن نظر آئے۔

دانتے اس کی توضیح میں ایک اور دلیل پیش کرتا ہے وہ یہ کہ خدا کی عین مرضی یہی ہے کہ ہر چیز حتی المقدور میری ہم شبیہ اور مجھ سے ہم ردیف ہو جائے۔

اور نسلِ انسانی خدا سے قربت اُسی وقت حاصل کر سکتی ہے جبکہ وہ ساری کی ساری مل کر ایک ہو جائے۔ اس لئے کہ "ایک ہونا" یعنی وحدت کی اعلیٰ ترین مثال خدا ہی ہے"۔

غرض انسانی برادری کو یکجائی، یگانگت اور انتہا شدید اتحاد کہ انہیں "ایک" بنائے اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ وہ ایک ہی شہنشاہ کی رعیت ہو۔ اس لئے خدا کی قربت بھی بنی نوعِ انسان کو اُسی وقت نصیب ہو سکتی جبکہ وہ ایک ہی شہنشاہ کی رعیت ہو۔ دانتے کے اس نظریہ کے متعلق ڈاکٹر وکسٹیڈ لکھتے ہیں کہ:۔

"دانتے کا شہنشاہیت یا استعمار کی موافقت کرنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ کوئی ایک فرد یا کوئی ایک قوم ساری دُنیا پر حکمران ہو بلکہ اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی ایسا عالمگیر قانون ہو جو ساری دُنیا کو ایک ہی رشتے میں منسلک کرے اور جس کے احکامات پر اقوام عالم سر اطاعت جھکا دیں"۔

یہ ہے مختصر سا خلاصہ دانتے کے سیاسی عقائد کا جن کا ذکر اس لئے لازمی تھا کہ یہی عقائد اس کی تمام تصانیف اور بالخصوص کامیڈی میں رچے ہوئے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ یہ خیالات کہاں تک مستحکم ہیں اس کا اندازہ ہر بالغ نظر کر سکتا ہے بحث کی گنجائش نہیں۔ البتہ ڈین چرچ کی گرامی قدر رائے نوٹ کرنے کے لائق ہے:۔

"دانتے کا یہ عجیب و غریب نظریہ، شاید زمانۂ وسطیٰ کا سب سے بڑا خواب تھا جو اٹلی کی رنگین سرزمین میں "دیکھا" گیا۔ دانتے ان سہانی بھول بھلیوں میں سرگرداں ہے کہ رومن سلطنت دُنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی اور اب عیسائیت کو دُنیا کی سب سے بڑی حکومت ہونا چاہیے ـــــ رومن سلطنت کا دُنیا کی تمام گذشتہ، موجودہ اور آنے والی حکومتوں پر فوقیت رکھنا اس بنا پر کہ اُسے دُنیا بھر کا قانونی پیغمبر سمجھا جاتا ہے، ایسا مغالطہ ہے جس میں صرف اطالوی قانون داں ہی مبتلا ہیں۔ دانتے کی حیثیت بھی صرف ایک "خواب دیکھنے والے" کی سی ہے۔ آج کونسا عقلمند انسان اس حماقت آمیز نظریہ پر اپنی ہنسی ضبط کر سکتا ہے کہ (دُنیا کی موجودہ اقتصادی و معاشرتی پیچیدگیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے) کوئی ایک "شہنشاہِ عالم" دُنیا بھر کی حکومتوں پر روما کے (فرسودہ) قانون کی رُو سے احکامات نافذ کرے اور ساری دُنیا اُسکے ان (مضحکہ خیز) احکامات کا بجالانا اپنا فرض سمجھے!!!"۔



اب ہم دانتے کی اُس معرکۃ الآرا تصنیف کا ذکر کریں گے جسے دُنیا بھر کے کلاسی لٹریچر میں نمایاں مرتبہ حاصل ہے۔ یہ کتاب "ڈیوائن کامیڈی" (داستانِ سماوی) یا "وژن آف دانتے" (دانتے کا خواب) کے نام سے مشہور ہے۔ جو تین طویل و بسیط ابواب پر مشتمل ہے "جہنم"، "اعراف" اور "بہشت"۔ وائیٹا نووا (حیاتِ نو) کے آخر میں دانتے کہتا ہے کہ "میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا اور اب عہد کر لیا ہے کہ جو شمائل بیٹرس کے متعلق اُس وقت تک کچھ بھی زبان سے نہ نکالوں گا جب تک کہ میں کوئی ایسی چیز نہ لکھ لوں جو فی الواقع اُس کے شایانِ شان ہو"۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ ایک اور مقام پر کہتا ہے کہ "میں تحصیل علم میں اپنی بساط بھر کوشاں ہوں اور اگر خالقِ اکبر نے مجھے چند دن اور زندہ رکھا تو بیٹرس کا ذکر ایسی شان اور دبدبے سے کروں گا کہ جو دُنیا کی کسی عورت کو میسر نہ آئی ہو ـــــ میں اُسکے متعلق وہ وہ کچھ کہونگا جو آج تک کسی عورت کے متعلق نہیں کہا گیا"۔ یہی جذ کامیڈی کے عالم وجود میں آنے کا محرک و موجب ہے لیکن ابھی اس شجر کے بار آور ہونے کیلئے طویل مدت درکار تھی۔

علائقِ دنیوی، تحصیل علم، سیاسیات میں نمایاں شرکت اور جلاوطنی کی مصیبتوں نے ڈانٹے کو حسبِ دلخواہ فراغت و مہلت نہ بخشی اور اس طرح وہ اس نیک کام کی طرف تادیر متوجہ نہ ہو سکا۔

کامیڈی کے لکھے جانے کی صحیح تاریخ متعین نہیں کی جا سکتی۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ کارنامہ ڈانٹے کے آخری ایامِ زندگی میں ظہور میں آیا۔ ختم ہونے کی تاریخوں کے متعلق ڈاکٹر پیگٹ ٹائن بی کا بیان ہے:۔

"جہنم کا حصہ قطعی ۲۰ اپریل ۱۳۱۴ء کے بعد مکمل ہو گیا ہوگا کیونکہ اسی تاریخ کو پوپ کلیمنٹ پنجم فوت ہوا اور ڈانٹے جہنم کے انیسویں بند میں اُس کا ذکر کرتا ہے۔ ۱۳۱۹ء میں ڈانٹے نے جیوانی ڈل ورجیلو کو جو خط لکھا اس میں اس کا حوالہ ہے کہ "جہنم" مکمل ہو گیا اور "اعراف" بھی ۱۳۱۹ء میں مکمل ہو گیا تھا۔ "بہشت" کا حصہ بھی غالباً ۱۳۲۰ء سے لیکر ۱۴ ستمبر ۱۳۲۱ء تک پایۂ تکمیل کو پہونچ چکا ہوگا"۔

نام کے متعلق عرض ہے کہ خود ڈانٹے ہی نے اس کا نام "کامیڈی" تجویز کیا۔ گو یہ نام علمارِ کرام کے نزدیک مناسب نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ڈانٹے کے زمانے میں ٹریجیڈی اور کامیڈی کا مفہوم صرف ڈراما کی دو قسموں ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ یہ تخصیص محض زبان، تخیل اور موضوع کے اعتبار سے تھی۔ اس مقام پر ڈانٹے کے اُس خط کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو اُس نے اپنے مہربان دوست گرانڈ ی ڈیلا سکالا کو لکھا (اسی خط کے ذریعے اُس نے "بہشت" کو اس کے نام پر معنون کیا)۔

"کتاب کا عنوان یہ ہے ـــ شروع ہوتی ہے کامیڈی مصنفہ ڈانٹے الیگاری جو پیدائش کے لحاظ سے فلورن ٹائن ہے لیکن سیرت کے لحاظ سے اس کے برعکس ـــ اسے سمجھنے کے لیے معلوم ہونا چاہیئے کہ "کامیڈی" مرکب ہے دو لفظوں سے "کومس" بمعنی گاؤں اور "اوڈا" بمعنی گیت یعنی کامیڈی سے مراد ہے "دیہاتی گیت" پس کامیڈی ایک ایسی صنفِ سخن ہے کہ جو سب سے مختلف ہے۔ ٹریجیڈی اور کامیڈی میں فرق یہ ہے کہ ٹریجیڈی کا آغاز خوشگوار اور انجام ولخراش ہوتا ہے۔ ٹریجیڈی مرکب ہے دو لفظوں سے "ٹراگس" بمعنی بکری اور "اوڈا" بمعنی گیت۔ یعنی بکری کا گیت۔ یہاں بکری استعاری حیثیت رکھتی ہے۔ مُراد یہ کہ مصیبت، غم واندوہ کا گیت۔ ٹریجیڈی کے برعکس کامیڈی پیچیدگیوں سے شروع ہو کر مسرت آمیز انجام پر ختم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں زبان اور اسلوب کے اعتبار سے بھی یہ دونوں ایک دوسرے کا تضاد ہیں۔ ٹریجیڈی کی زبان پُرجوش اور عالمانہ ہوتی ہے اور کامیڈی کی سلیس اور سیدھی سادی۔ پس پیشِ نظر کتاب کا نام "کامیڈی" ہر طرح موزوں ہے۔ اس لئے کہ اگر اُس کے نفسِ مضمون کو دیکھیے تو بھی دوزخ کے ہولناک مناظر سے شروع ہو کر بہشت کے رُوح پرور نظارے پر ختم ہوتا ہے اور اگر زبان کے اعتبار سے دیکھیے تو بھی وہ روزمرہ کی سلیس بولی میں لکھی گئی ہے ـــ"

دوسری دُنیا کے حالات بیان کرنا زمانۂ وسطیٰ کے لٹریچر میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ لیکن نہ تو اتنی عمدگی اور وضاحت سے یہ داستان کبھی بیان کی گئی اور نہ کسی کو اتنی بین الاقوامی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈانٹے سے پہلے ٹنڈل۔ البریک آف مانٹے کسینو۔ منک آف اینشام وغیرہ جہنم، اعراف اور بہشت کی فرضی اور خیالی سیر کے حالات لکھ چکے ہیں۔ چند علمار کا یہ بھی خیال ہے کہ ڈانٹے کی کامیڈی طبعزاد نہیں ہے۔ بلکہ اُس نے "البریک[۱] کے خواب" سے ضرور

[۱] "البریک کا خواب" ڈانٹے کی کامیڈی سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ البریک نے یہ دکھایا ہے کہ خواب کی حالت میں سینٹ پیٹر نے اُسے جہنم اور اعراف کی سیر کرائی

(بقیہ صفحہ آیندہ)

ستفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب لاطینی نثر میں ہے اور بارھویں صدی میں لکھی گئی تھی۔ بعض نقاد چند اور قدیم نظموں وغیرہ سے دانتے کا مدد لینا ثابت کرتے ہیں۔ ان متنازعہ فیہ مباحث سے قطع نظر یہ امر تو پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ دانتے نے ورجل کی مشہور تصنیف Aeneid کی چھٹی کتاب سے بہت کچھ مواد اخذ کیا۔ اس کا وہ خود بھی کئی مقامات پر اعتراف کرتا ہے۔ بلکہ ورجل کو اپنا معنوی اُستاد اور مرشد تسلیم کرتا ہے۔ یوں کہنے کو وہ جائز وارث ہے؛ آگسٹائن کے "اقبالات" کا۔ بوئے تھیس کے اُس فلسفہ کا جن میں وہ عابد و معبود کے مراسم دکھاتا ہے۔ برنارڈ کی جوشیلی اصلاحات کا۔ رچرڈ کے اُس تصوف کا جس میں وہ جُزو کا کُل سے تعلق بیان کرتا ہے اور ٹامس کے اُن "الہامات" کا جن میں وہ ارسطو کی رُوح سے خطاب کرتا ہے۔ ان سب سے وہ بےحد متاثر ہوا اور اُن کے عمدہ عمدہ خیالات سے فائدہ اُٹھایا۔ لیکن یہ کہنا کہ ان تصانیف اور اسی قبیل کی دیگر تالیفات کا اس نے چربہ اُڑایا درست نہیں ہے۔ پروفیسر ہنری فرانسس کیری کہتے ہیں کہ :۔

"ان مفروضہ الزامات کے باوجود دانتے اب بھی دُنیا کا بہترین مفکر اور اُس کی کامیڈی دُنیا کی سب سے بڑی طبعزاد original تخلیق مانی جاتی ہے۔ ایسی عظیم الشان تخلیق جس نے یورپ کی شاعری میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ مائیکل انجیلو، ہومر، ملٹن اور شکسپیر جیسے رفیع المرتبت شاعروں کے خیالات میں روشنی، چمک اور بلندی پیدا کر دی"

تنقیدات کے مسلّم اُصولوں کے اعتبار سے یہ ابھی تک طے نہیں پایا کہ کامیڈی کو کس صنف سے متعلق کہا جائے۔ بعض اُسے "رزمیہ" کہتے ہیں اور بعض "ہجو و طنز"۔ مگر اس کا نام کچھ ہی رکھئے اس کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں شاعرانہ خوبیوں کے ساتھ دو بڑے جذبات — "دہشت" اور "رحم" اس شدت سے رچے ہوئے ہیں کہ پڑھنے والے کو گہری دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان دو جذبات کا اتنا ہنرورانہ امتزاج زمانۂ وسطیٰ کی کسی اور تصنیف میں نظر نہیں آتا۔ ملٹن کی "فردوسِ گم گشتہ" کو ضمیمہ سمجھئے دانتے کی کامیڈی کا۔

کامیڈی کے لکھنے سے دانتے کا مقصد کیا تھا؟ ایک صاحبِ نظر سے یہ راز پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ De Monarchia میں دانتے نے انسان کی زندگی کا مقصد بیان کیا ہے جس کا ذکر ہم اُوپر کر چکے ہیں۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ انسان علم کی مشعل ہاتھ میں لیکر نیک روی سے اس زندگی اور اس دُنیا کی برکتوں سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ کامیڈی میں بھی دانتے یہی خیال ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح گنہگار انسان توبہ و استغفار کے بعد منزلِ مقصود تک پہونچ سکتا ہے۔ کامیڈی میں وہ کمال ہنرمندی سے رُوح کی "اصلی" حالت کو "فرضی اور تمثیلی رنگ میں بیان کرتا ہے۔

رُوح کی حالت کو، اخلاقی اعتبار سے، وہ تین درجوں میں منقسم کرتا ہے۔ ایک وہ جبکہ رُوح گناہ میں مُبتلا ہے، گویا اخلاقی اعتبار سے مُردہ ہے؛ اور "اخلاقی دوزخ" میں پہونچ چکی ہے۔ اسی حالت میں اگر وہ جسم سے علیحدگی اختیار کرے تو "اصلی" دوزخ میں پہونچ جاتی ہے۔ دوسرا درجہ وہ جبکہ رُوح گناہوں سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ گویا "اخلاقی اعراف" میں ہے۔ اسی توبہ اور استغفار کے عالم میں اگر وہ جسم سے رہائی حاصل کرلے تو "اصلی اعراف" میں پہونچ جاتی ہے۔ اسی طرح تیسرا درجہ وہ جبکہ رُوح نیکیوں میں مشغول ہے تو گویا "اخلاقی بہشت" میں ہے اور بعد ازاں "اصلی بہشت" میں پہونچ جاتی ہے۔ کامیڈی سے اچھی طرح لُطف اندوز ہونے کے لئے یہ قطعی ضروری ہے کہ دانتے کی "تمثیل" اور "استعارے" کو بخوبی ذہن نشین کر لیا جائے۔ کامیڈی میں سوائے اسکے کچھ نہیں کہ رُوح کی اصل حالت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا گیا ہے جس جہنم، اعراف اور بہشت کا ذکر

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) جہاں گنہگاروں کے مختلف عذابوں کا حال سینٹ پیٹر اُسے بتاتے جاتے تھے۔ اسکے بعد ساتوں آسمانوں کو عبور کر کے وہ بہشت میں پہونچے جہاں نیک بندے فراغت و اطمینان سے رہتے بستے ہیں۔ وغیرہ۔ ملاحظہ ہو Augustine's Confessions

ہے وہ سوائے روح کی اخلاقی پستی و بلندی کے اور کچھ نہیں ہے۔ وک سٹیڈ کا قول ہے کہ:۔

"جس شخص نے کامیڈی کو صرف طبقاتِ سماوی یعنی جہنم، اعراف اور بہشت کی سیر کا بیان سمجھا یقین رکھیے اُس نے کچھ بھی نہیں سمجھا"

مثال کے طور پر ہم "جہنم" کے پہلے بند کا ذکر کرتے ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ یہ بند گویا پوری کتاب کا دیباچہ ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ خیر۔ ڈانٹے اپنے آپ کو ایک بھیانک خاردار، دُشوار گذار جنگل میں پاتا ہے۔ یہ جنگل کونسا ہے؟ مراد اسی دُنیا سے ہے۔ ۱۳۰۰ء میں فلورنس کی حالت دگرگوں تھی۔ سیاسیات نے زندگی دُشوار کر رکھی تھی۔ حرص و آز، خودغرضی اور لالچ کا بازار گرم تھا۔ یہ سب کچھ کیوں تھا؟ اس لئے کہ رہنما اور راہبر (مراد بادشاہ اور پوپ) دونوں کے دونوں اپنے فرائض کو نہیں پہچانتے تھے اور ان کو پورا کرنے میں کوتاہی کرتے تھے۔ پریشان ہو کر ڈانٹے اُوپر کو نظر اُٹھاتا ہے تو ایک پہاڑ دکھائی دیتا ہے جو سورج کی روشنی میں جگمگا رہا ہے۔ پہاڑ سے مراد نیکی کی زندگی اور روشنی جو اُسے منور کر رہی تھی سچ کی روشنی تھی۔ پہاڑ یعنی نیکی کی زندگی کی طرف وہ بڑھنا چاہتا ہے کہ تین دہشتناک درندے، مُنہ پھاڑے، ڈکارتے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک شیر ہے، دوسرا چیتا، اور تیسرا بھیڑیا۔ یہ تینوں درندے بھی تمثیلی حیثیت رکھتے ہیں۔ چیتے سے مراد شہوانی جذبات، شیر سے مراد غرور اور بھیڑیے سے حرص و لالچ۔ گویا نیکی کی زندگی حاصل کرنے میں شہوانی جذبات، غرور اور حرص رُکاوٹیں ثابت ہوتی ہیں۔ بھیڑیا اس پر لپکتا ہے اور وہ پریشان ہو کر بھاگنا چاہتا ہے کہ ورجل نمودار ہوتا ہے۔ ڈانٹے اپنے اُستاد کی مدد چاہتا ہے۔ ورجل کہتا ہے کہ پہاڑ پر نہیں پہونچ سکتے اس لئے کہ یہ بھیڑیا راستہ روکے ہوئے ہے۔ جب تک کہ کوئی شکاری (مُراد ہے لائق بادشاہ سے جو حرص کا بیج مٹادے) اس بھیڑیے کا کام تمام نہ کرے پہاڑ پر پہونچنا ناممکن ہے۔ ورجل ایک دوسرا راستہ بتاتا ہے جو جہنم اور اعراف سے ہو کر گذرتا ہے۔ پہاڑ پر پہونچنے کے بعد بئیٹرس اُس کی رہنمائی کرے گی۔ اور اُسے اس "اخلاقی بہشت" سے "اصلی بہشت" میں لے جائے گی۔۔ ورجل اور بئیٹرس بھی یہاں استعاری حیثیت رکھتے ہیں۔ ورجل سے مراد ہے "علم" جو انسان کا سچا راہنما اور رہبر ہے اور بئیٹرس سے مراد ہے "ایمان اور پاکبازی"۔ بئیٹرس کو "ایمان اور پاکبازی" کی دیوی بنانے سے ڈانٹے اپنے اُس وعدے کو پورا کرتا ہے جو اُس نے "حیاتِ نو" میں کیا تھا۔۔۔۔۔۔ "میں اُس کے متعلق وہ کچھ کہونگا جو آج تک کسی عورت کے متعلق نہیں کہا گیا"۔

لیکن ورجل کو اُس نے "علم" کیوں بنایا۔ اگر ایسا ہی تھا تو ارسطو کو بنایا جاتا جو دُنیا کا معلّم اول ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ چونکہ ورجل روما کی حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ڈانٹے روما کی حکومت کو دُنیا کی بہترین حکومت سمجھتا تھا۔ اور چونکہ انسان کو راہِ راست پر لانیکا فرض حکومت پر ہے اور زمانۂ وسطیٰ کے جملہ قوانین ورجل کی تصنیف کردہ کتب سے اخذ کئے گئے ہیں اس لئے ورجل گویا صحیح حاکم ہونے کی حیثیت سے اُس کی راہنمائی کرتا ہے۔ دوسرے یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ ورجل الیاشاعر تھا جس کی عظمت زمانۂ وسطیٰ کے تمام شاعر تسلیم کرتے ہیں اور بالخصوص ڈانٹے کہ وہ تو اُسے اپنا مرشد ہی کہتا تھا۔ علاوہ ازیں ڈانٹے نے کامیڈی لکھنے کا خیال ہی ورجل کی تصانیف سے لیا۔ غرض ان اُمور کے مدِنظر ورجل کے علاوہ اور کون "علم" کا مجسمہ بنکر اسکی راہنمائی کر سکتا تھا۔۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

پروفیسر فیر زہاول کامیڈی کے متعلق کہتے ہیں کہ:۔

"ڈیوائن کامیڈی محض دوسری دُنیا کی خیالی داستان نہیں ہے بلکہ اس میں ڈانٹے نے بڑی کاوش سے اپنے زمانے اور اُس سے قبل کے زمانے کے علوم و فنون، تاریخ و روایات، معتقدات و توہمات کا گراں بہا ذخیرہ فراہم کیا ہے اور زمانۂ وسطیٰ کے مسیحی اعتقادات کی روشنی میں مادی دُنیا کا نقشہ سماوی تمثیل کے

رنگ میں پیش کیا ہے ــــ جہنم، عذاب وغیرہ یہ سب استعارے ہیں۔ جن کا اصل مفہوم دُنیوی علائق، گناہ اور ترغیبات گُناہ سے ہے۔۔۔۔۔۔

* * *

ڈانٹے ایک جیّد مُصلح ہے۔ وہ مذہب کے ٹھیکیداروں کے ساتھ دست و گریباں نظر آتا ہے، اُن کی رعونت اور غاصبانہ رویّہ کو ملیامیٹ کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ وہ حکومت کو ایک نئے قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ وہ رعیت کو مصیبت و فلاکت سے نکال کر فراغت اور آسودگی بخشنا چاہتا ہے، اُس نے ترقی کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں مگر چشمِ بصیرت ہی اُن سے فیضیاب ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔"

پوری کامیڈی میں سب سے زیادہ دہشتناک حصّہ "جہنم" ہی ہے۔ اس میں شُبہ کی گنجائش نہیں کہ ڈانٹے مذہبی نُقطۂ نظر سے دوزخ اور اُس کے مختلف النوع عذابوں کا قائل تھا جو بہت ممکن ہے اُس کے اُن فرضی اور تخیّلی عذابوں سے ملتے جُلتے ہوں۔ لیکن اس سے قطع نظر مجھے بار بار عرض کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ یہ نکتہ خاص اہمیت رکھتا ہے) کہ یہ "جہنم" اور یہاں کے عذابات محض تمثیلی اور استعاری ہیں۔ یہ جہنم "اسی دُنیا اور یہاں کی گنُاہ آلود زندگی کے علاوہ دوسری چیز کا نام نہیں۔ پروفیسر وِٹے کہتے ہیں :۔

"ڈانٹے کا جہنم، ہماری گناہوں سے بھری ہوئی زندگی کی تصویر ہے جو تمثیلی رنگوں سے رنگی ہوئی ہے ــ ــ جہنم کے عذاب دُنیوی گُناہ ہیں جن میں ہم مبتلا نظر آتے ہیں ــ ڈانٹے کا جہنم اس اٹل مقولہ کی صادق اور مکمل ترین تفسیر ہے کہ ــ "گناہ کرنا ہی گناہ کی سزا ہے"

دُنیا کی کسی تصنیف کو اتنی جلدی مقبولیت عام اور شُہرتِ دوام نصیب نہیں ہوئی جتنی کہ ڈانٹے کی کامیڈی کو۔ ڈانٹے کے انتقال کے بعد پچاس برس کے اندر ہی اندر بیسیوں شرحیں نمودار ہو گئیں، جن میں سے اکورسوڈی بون فنڈنی، مشینو ڈی مزالو، فرار ریکارڈو، گائی فورے بریسیو وغیرہ کی شرحیں قدیم شرحوں میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ ۱۳۵۰ء میں جیوانی دسکونٹی نے جو میلان کا آرچ بشپ تھا اطالیہ کے چھ علمار کو ڈانٹے کی کامیڈی کی مفصّل و مبسوط شرح لکھنے پر مامور کیا۔ اُن کی متفقہ کوششوں کا عظیم الشان نتیجہ فلورنس کی لارنیٹن لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کے بعد ۱۳۷۳ء میں سو فلورن سالانہ کے معاوضہ پر بکیشیو کو ڈانٹے پر لکچر دینے کے لئے مامور کیا گیا۔ بکیشیو نے نہایت کاوش و تحقیق سے حصّہ جہنم کی ایک مبسوط شرح لکھی اور ۱۳۷۵ء میں اچانک انتقال کر گیا۔ اُس کے بعد سے انٹونیو بیو والو (۱۳۸۱ء) اور فلیپو ولانی (۱۴۰۴ء) جیسی مقتدر ہستیاں اس فرض پر مامور رہ چکی ہیں۔ فلورنس کی دیکھا دیکھی بولونا، پیسا اور وینس میں بھی اس قسم کے لکچروں کا انتظام کیا گیا جہاں سالہا سال تک تنقید و تحقیق کا بازار گرم رہا۔ اب بھی فلورنس سے "ڈانٹے سوسائٹی" کا ایک سہ ماہی جریدہ شائع ہوتا ہے جس میں ڈانٹے کی ہر نئی شرح، ہر نئی کتاب اور ہر نئے مضمون پر مفصّل تنقیدیں شائع ہوتی ہیں جس کا نام یہ ہے ــــ

Bullettino della Sociata Dantasca

دوسری صدی میں طباعت کا فن ایجاد ہونے پر ڈانٹے ہی وہ خوش نصیب مصنف تھا جس کی تصانیف کے کئی کئی ایڈیشن چھپنے شروع ہوئے۔ جن کی تعداد آج ہزاروں تک پہونچ چکی ہے اور کم و بیش اتنی ہی شرحیں ظہور میں آئیں۔ جن میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے غیر زبانوں میں جو تراجم شائع ہوئے وہ الگ رہے۔ کیونکہ دُنیا کی کوئی بڑی زبان ایسی نہیں ہے جس میں اس کا ترجمہ نہ شائع ہو چکا ہو۔ الحمد للہ کہ اُردو کی قسمت

بھی جاگی اور اُسکے خزانے میں بھی یہ انمول رتن شامل ہوگیا۔

پیشِ نظر ترجمے کے متعلق میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ یہ اُردو کی خوش نصیبی کہ یہ فرض آج ایسے ہاتھوں سے پورا ہو رہا ہے جو ہر طرح اس رفیع الشان خدمت کے اہل ہیں۔ مولوی عنایت اللہ صاحب بی۔ اے دھلوی اپنے وسیع تجربے اور بیش بہا خدمات کے سبب بلاشُبہ اُردو کے بہترین مترجم ہیں۔ ان کی زیادہ اس عظیم خدمت کے لئے اُردو کا کوئی بھی ادیب موزوں نہیں تھا۔ ترجمہ دیکھیے، اتنا شُستہ و رفتہ، اتنا فصیح و بلیغ، اتنا پاکیزہ اور مؤثر کہ مستقل تصنیف کا دھوکا ہوتا ہے۔ مزید برآں مفصل و مربوط حواشی گویا سونے پر سہاگہ ہیں۔ اُن کا یہ عظیم الشان کارنامہ صفحۂ روزگار سے مٹنے والا نہیں۔ آئندہ نسلیں اسے آنکھوں سے لگائیں گی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر انہیں کے قلم سے "اعراف" اور "بہشت" بھی اُردو کے قالب میں ڈھل جائیں!!

سید انصار ناصری۔ بی اے، ایل ایل بی

لوٹ:۔ یہ مضمون مندرجہ ذیل کتابوں کی مدد سے تیار ہوا۔

۱۔ وژن آف ڈانٹے۔ مُصنّفہ۔ ہنری فرانسس کیری۔
۲۔ دانتیز سٹڈیز اینڈ ریسرچز۔ مصنفہ۔ ڈاکٹر پیگٹ ٹائبنی۔
۳۔ دانتے۔ مصنفہ۔ ای۔ جی گارڈنر۔
۴۔ دانتے۔ مُصنّفہ۔ اے۔ جی۔ فیرز ہاول۔
۵۔ ایسیز اون دانتے۔ مصنفہ۔ کارل ویٹے مترجمہ وک سٹیڈ۔
۶۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ڈانٹے کا جہنم

مُترجمہ

مولانا عنایت اللہ دہلوی بی۔ اے

(سابق ناظم دارالترجمہ حیدرآباد۔ دکن)

ڈانٹے کا جہنم

پہلا بند

خلاصۂ کلام

ڈانٹے راستہ بھول کر تاریک جنگل میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ چند وحشی درندے اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اب پہاڑ پر نہیں چڑھ سکتا۔ اسی حال میں روما کا مشہور شاعر ورجل اُس کو ملتا ہے۔ اور وہ ڈانٹے کو دوزخ میں لے جا کر جس جس طرح رُوحوں کو عذاب دیا جاتا ہے دکھاتا ہے۔ دوزخ سے پھر اس کو اعراف میں لے جاتا ہے۔ پھر بی ایٹرس، ڈانٹے کی معشوقہ اُس کو جنت کی سیر کراتی ہے۔

اِس حیاتِ فانی کی نصف منزل طے کرنے پایا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک تاریک گھنے جنگل میں صحیح راستے سے بھٹک کر آوارہ گرد ہوں۔ اِس جنگل کی تاریکی، تنہائی اور وحشت کو بیان کرنا مشکل ہے۔ نباتات کے نمو میں ایک زور اور درختوں کی بالیدگی میں کرختگی تھی۔ مقام ایسا خوفناک تھا کہ اِس وقت بھی اُس کے خیال سے موت کے قریب پہونچنا پڑتا ہے۔ اِس عجیب حال میں جو نیکی، عبرت اور نصیحت میں نے پکڑی، اور جو کچھ وہاں دیکھا اُس کو بیان کرتا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اِس بھیانک جنگل میں میں کس طرح داخل ہوا۔ کیونکہ راستے سے بھٹکتے ہی مجھ پر ایک نیند اور غفلت سی طاری ہو گئی تھی اور میرے حواس مُعطّل ہو گئے تھے۔ چلتے چلتے جب میں اُس وادی کے اختتام پر پہونچا جس کی دہشت سے پتّا پانی ہوا جاتا تھا تو میں نے مُنہ اُٹھایا تو کیا دیکھا کہ شانۂ کوہ پر اُس سیارۂ درخشاں کی کرن پڑ رہی ہے جو اپنے نور سے گُم کردہ راہ کو صحیح راستہ بتاتا ہے۔

اب اِس خوف و بیم میں جو میرے دل کے سب سے اندر کے پردوں میں بیٹھ چکا تھا کسی قدر افاقہ ہوا۔ یہ رات میں نے بڑی مصیبت سے کاٹی تھی۔ اور اب صبح ہوتے ہی میرا حال اُس آدمی کا سا تھا جو طوفانی سمندر کی موجوں سے نکل کر کنارے پہونچتا ہے مگر محنت و مشقت سے سارا بدن چُور ہے۔ سانس پھُولا ہے اور نگاہ کے سامنے ایک لق و دق صحرا ہے جسے دیکھ کر وہ حیرت میں کھڑا ہے۔ غرض اِس حال میں ڈرا سہما حواس باختہ کھڑا تھا۔ میری حالت اس وقت ایسی تھی کہ کسی پر نہ گُذری ہو گی۔ اسی خستہ حالی میں کچھ دیر دَم لیا اور اِس عالمِ تنہائی میں ایک پہاڑ پر جس کے نیچے میں پہونچا تھا میں نے چڑھنا شروع کیا۔ چڑھائی سخت تھی اور پاؤں کے پنجوں پر زیادہ زور دینا پڑتا تھا۔ پہاڑ پر چڑھنا شروع ہی کیا تھا کہ سامنے ایک بڑا پھرتیلا سُبک رفتار چیتا جس کی جلد پر سیاہ گُل بُوٹے تھے کھڑا نظر آیا۔ مجھکو دیکھکر وہ ہٹا نہیں۔ بار بار اُس نے میرا راستہ روکا۔ میں بھی کئی مرتبہ اِس قصد سے پیچھے ہٹا کہ جدھر سے آیا ہوں اُدھر ہی پلٹ جاؤں۔ وقت صبح کا تھا اور آفتاب مع اُن ستاروں کے آسمان پر بلند ہونا شروع ہو گیا تھا جو اُس کے ساتھ اُس وقت طلوع ہوئے تھے جبکہ عشقِ خداوندی نے پہلی بار اِن نورانی کُرّوں کو جُنبش دی تھی۔ یہ کیفیت ایسی تھی جس نے ہر چیز میں جوشِ مسرت اور اُمید پیدا کر دی تھی۔ اِدھر اِس چیتے کی خوشرنگ جلد چمک رہی تھی۔ اُدھر طیور کی خوش الحانی اور موسم کی تازگی اور خوشگواری بھی دل کو متاثر کرتی تھی۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ یہ مسرت اور اُمید بھی رخصت ہوئی۔ اور نیا خوف دل میں پیدا ہوا۔ اب کیا دیکھا کہ ایک شیرنی سر اُٹھائے بھوک سے بیقرار سامنے کھڑی ہے۔ اُسکے دھاڑنے سے چاروں طرف کی ہوا ہیبت زدہ معلوم ہوتی ہے۔ شیرنی کے پیچھے

ایک بھیڑیے کی مادہ تھی جس کی لاغری کہہ رہی تھی کہ بہت سی چیزوں کی وہ محتاج ہے۔ مگر اس سے پہلے وہ کھیتوں اور زمینوں پر اکثر اپنی غارتگری دکھا چکی تھی۔ اس کا ڈر میرے دل میں ایسا بیٹھا کہ پہاڑ کے اوپر تک پہونچنے کی اُمید دل سے قطعی رُخصت ہوئی اور اب وہ کیفیت محسوس ہوئی کہ جیسے کسی بدنصیب کے ہاتھ سے سب کچھ جاتا ہے اور وہ دل میں درد اور تکلیف کے ساتھ اپنے نقصان کا غم کرتا ہو۔ اور یہی حال میرا تھا وہ خونخوار موذی درندہ جس کی نظر میں رحم نہ تھا میرے قریب آتا جاتا تھا۔ میں اُس طرف جانے پر مجبور ہوا جہاں آفتابِ عالم سکوت میں آسودہ تھا۔ میں نے ڈر کر قدم پیچھے ہٹایا ہی تھا کہ میں ایک غار میں گرا۔ اُسوقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کی آواز مُدت کے سکوت اور خاموشی سے نحیف اور کمزور ہو رہی تھی۔ جب میں نے اس لق و دق صحرا میں اُس کو دیکھا تو میں چلا چلا کر کہنے لگا کہ "اے شخص خواہ تو کوئی رُوح ہو یا انسان میرے حالِ زار پر رحم کر۔" اُس شخص نے جواب دیا "اب میں انسان نہیں ہوں البتہ پہلے انسان تھا۔ میرے ماں باپ لومبارڈی کے خاندان منتوان سے تھے۔ اور زمانہ وہ تھا جبکہ جولیس کی قوت کو پورا استحکام نہ ہوا تھا۔ میری ساری عمر روما میں بسر ہوئی۔ میں شاعر تھا اور اغسطس قیصر نیک نہاد و نرم مزاج کے دورِ حکومت میں زندہ تھا۔ میں نے اپنے اشعار کا موضوع انکی سیس کے فرزند راست باز (یعنی اینیاس) کو قرار دیا تھا جبکہ الیوم کے محلوں اور قصروں کو آگ کے شعلوں نے جلا کر خاک کیا تھا۔ انکی سیس اور اسکے فرزند کی اصل تروجہ سے تھی۔ تم کہو گے کہ میں اس پُرہیبت راہ کے خطروں میں پھر کیوں پڑا۔ اور کیوں اس پہاڑ پر نہیں چڑھ جاتا۔ جو مامنِ مسرت و انبساط ہے۔"



اِتنا سُن کر میں شرمندہ سا ہوا اور میں نے کہا "تو کیا آپ شاعر ورجل مخزنِ علم وفضل، سرچشمہ فصاحت ہیں جس سے بیان و بلاغت کے دریا بہہ نکلے ہیں۔ آپ کی ذات کلامِ خوشنوا کا نور اور شوکت ہے۔ کیا میں عرض کر سکتا ہوں کہ آپکے کلام کو مدتوں میں نے بڑے ذوق اور شوق سے پڑھا ہے۔ آپ ہی میرے اُستاد اور ہادی ہیں۔ اور آپ ہی وہ ذات مبارک اور محتشم ہیں کہ جن سے میں نے اپنا نورِ کلام پیدا کیا اور جس کی حُسنِ خوبی نے مجھ کو مرتبہ شہرت تک پہونچایا۔ مگر ذرا دیکھئے اُس درندے کو جس سے میں اس وقت بھاگ رہا ہوں۔ اے صاحبِ عقل و دانش مجھ کو اس سے بچایئے۔ کیونکہ اس ظالم نے میری رگ رگ اور بدن کی ہر نبض میں ایک لرزہ پیدا کر رکھا ہے۔" جب اس شخص نے مجھ کو روتے دیکھا تو بولا "اگر تم اس پُرہیبت جنگل سے صحیح سلامت نکلنا چاہتے ہو تو تم کو دوسرا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ یہ درندہ جس کے خوف کی وجہ سے تم روتے ہو اپنے راستے سے کسی کو نہیں گزرنے دیتا۔ کسی کو اُس کا روکنا اور موت کا آنا ایک بات ہے۔ یہ درندہ اور اس کی ذریات بڑی ہی موذی اور ملعون ہیں۔ خونخواری سے اس کی طبیعت کبھی سیر نہیں ہوتی۔ کھانے کے بعد اس کی اشتہا اور تیز ہوتی ہے۔ جنگل کے بہت سے جانوروں کو اپنے دام میں پھنسا کر غارت کر چکی ہے اور جب تک وہ سگِ اصیل (یعنی اہلِ ویرونا کا سرپرست) آ کر اس کو ہلاک نہ کرے گا معلوم نہیں اور کتنی جانیں وہ غارت کرے گی۔ یہ امیر مٹی اور زر و سیم کی وجہ لوگوں کو زندہ نہ رکھے گا بلکہ محبت عقل اور نیکی اس کی معاون و مددگار رہیں گی۔ اور اُس کی زمین وہ ہوگی جو دونوں فلیٹروں کے درمیان واقع ہوگی۔

اسی کی قوت و سطوت میں ایطالیہ کی سلامتی پنہاں ہوگی۔ اسی کی پُر فضا زمین سے پاک دامن دوشیزہ کامیلا، نوسوس، یوریاس اور ترلن نے اُٹھ کر اپنی جانیں فدا کیں۔ یہ امیر ہر شہر و دیار میں اس سفاک درندے کا تعاقب اُس وقت تک کرے گا کہ وہ اس کو واصلِ جہنم کردے۔ جہنم ہی وہ مقام ہے جہاں سے اس کو حسد اور رشک نے رہائی دے کر دنیا میں آزاد کیا تھا۔ تمہاری سلامتی کی تدبیر یہ بتاتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو لو اور میں تمہارا ہادی اور رہبر بن کر تم کو اس فضائے ابدی کی سیر کراؤں۔ اس سیر و سیاحت میں تم یاس اور نا اُمیدی کی دردناک چیخیں سنو گے اور دیکھو گے کہ بہت سی روحیں مدت سے تکلیف و عذاب میں پڑی ہیں اور یہ عذاب ایسا سخت ہے کہ وہ دوبارہ مرنے کی آرزو کرتی ہیں۔ اس کے بعد تم اُن روحوں کو دیکھو گے جو آگ میں پڑی جل رہی ہیں مگر اُن کے چہروں پر اطمینان ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ اُمید رکھتی ہیں کہ جب وقت آئے گا تو وہ اُن روحوں کے حلقے میں شامل ہو جائیں گی۔ جن کی نجات ہو چکی ہے۔ جب تم اس حلقے کی سیر کرتے ہو گے تو ایک روح جو درجے میں مجھ سے زیادہ فائق اور ممتاز ہے اگر تمہاری رہبر بنے گی۔ اور میں تم کو اس روح کے سپرد کر کے خود رخصت ہو جاؤں گا۔ کیونکہ وہ بادشاہ جس کو سب قدرت ہے اور جو عرش پر بیٹھا حکومت کرتا ہے اور اُس نے مجھ کو قانون سے منحرف اور باغی قرار دے کر حکم دے رکھا ہے کہ اُس کے شہر میں کوئی شخص میری وساطت سے داخل نہ ہو۔ یہ بادشاہ اپنے قصر میں تخت پر بیٹھا حکومت کرتا ہے اور اُس کا فرمان وہاں جاری ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ جن کو اس بادشاہ نے اپنے شہر کے لئے منتخب فرمایا ہے۔"

"اے شاعر میں تجھ کو اُس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس کی پرستش تو نے نہیں کی ہے کہ اس مصیبت اور خطرے سے مجھے کسی طرح نکال اور جدھر تو مجھ کو لے جانے کو کہتا ہے اُدھر لے جا تاکہ میں ولی پطرس کا دروازہ دیکھوں اور اُن روحوں کو بھی دیکھوں جن کی نسبت تو کہتا ہے کہ وہ شدت کے عذاب میں مبتلا ہیں۔"

اب وہ روح آگے بڑھی اور میں اُس کے پیچھے چلا۔

دوسرا بند

خلاصۂ کلام

غیب سے استمداد طلب کرنے کے بعد جو بالعموم شعرا اپنے کلام کی ابتدا میں چاہا کرتے ہیں۔ ڈانٹے کو شبہ گزرا کہ جو سفر اس کے لئے تجویز ہوا ہے اُس کی صعوبتوں کو وہ برداشت بھی کر سکے گا یا نہیں۔ لیکن ورجل نے اُس کی تسلی کی۔ اور ڈانٹے کو سفر کی ہمت ہوئی۔ اور وہ ورجل کو اپنا رہنما اور اُستاد سمجھ کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔

اب دن رخصت ہو رہا تھا۔ شام ہوتی تو تاریکی نے ہوا میں پھیل کر تمام جانداروں کو اُن کی مصروفیتوں سے مُہلت دی۔ لیکن صرف میں ہی ایک ایسا تھا کہ جو اپنے عزم اور ہمت کو اس سخت کشمکش کے لئے آمادہ کرتا تھا جس میں رحم اور افسوس دونوں سے واسطہ پڑنے کو تھا۔ پھر مجھ کو اُس پُر خطر اور دشوار راستے کو طے کرنے کی فکر بھی تھی جس کی آئندہ سرگذشت کا اعادہ اپنے صحیح حافظے سے کرنا تھا۔ اے شیریں سخنی اور حُسن کلام کی دیویو، اور اے کمالِ لازوال میں تیری استمداد چاہتا ہوں۔ اور اے زورِ طبع ظاہر ہو کہ اپنے جوہر اور اپنی قابلیتوں کا ثبوت دے۔ تاکہ جو کچھ اس سفر میں دیکھوں اُس کو سپردِ قلم کر سکوں۔

اب میں نے ورجل کی روح سے پوچھا "اے شاعر تو میرا ہادی اور رہنما تو بنا ہے لیکن جو دشوار کام میرے سپرد کرتا ہے اُس کی برداشت کی کافی طاقت بھی مجھ میں تو نے دیکھ لی ہے؟ تو نے اپنی مشہور نظم میں لکھا ہے کہ سلویس کا باپ (اینیاس) جبکہ وہ جسم فانی کا لباس پہنے تھا، ارواحِ غیر فانی کی مجلس میں داخل ہوا تھا اور جسم کے ساتھ اُن میں رہا۔ پس اگر عرش کا مالک جس کو سب قدرت ہے اور جو برائی کا دشمن

ہو اپنے مقاصدِ اعلیٰ اور برتر کے لئے اتنا لطف و کرم کر سکتا ہو کہ اپنی ذات اعلیٰ صفات سے کسی ہستی کو پیدا اور ظاہر کرے تو عقل گواہی دیتی ہو کہ ایسا ہی کرنا مناسب تھا، کیونکہ جب روما اور روما کی جلیل القدر اور وسیع سلطنت کا ایک بزرگ سب سے اونچے عرش پر سرداری کے لئے منتخب ہوا تو حقیقت یہی ہے کہ یہ دونوں (یعنی اینیاس اور سنٹ پال) اس مقدس کرسی کے لئے نامزد ہوئے تھے جو ولی پطرس کے جانشین کے لئے مخصوص ہو۔ اینیاس نے اس سفر میں جیسا کہ تو نے اپنی نظم میں تحریر کیا ہے، بڑی بڑی باتیں حاصل کیں۔ جو اس کی فتح و ظفر کا موجب ہوئیں اور جن سے خلعتِ پاپائی کا عطا ہونا تجویز ہوا۔ اسکے بعد کے زمانے میں خداوند کے "پسندیدہ سفینے" (یعنی سنٹ پال) نے بھی وہاں کا سفر کیا تاکہ اس دین میں جو راہِ نجات کا دروازہ ہے راسخ اور استوار رہنے کی دوبارہ تاکید اور تصدیق ہو۔ لیکن میں یا دوسرا کوئی خواہ اس میں اینیاس ہو یا میں ہوں یا پال ہو کیونکر پہلے سے باور کر سکتے ہیں کہ مجھ میں اس سفر کی قابلیت ہے یا نہیں۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ اگر یہ سفر میں نے اختیار کیا تو کہیں اس کا انجام خطا اور حماقت نہ ہو۔ ورجل تو دانا و فرزانہ ہے اور جس قدر میری زبان سے نکلتا ہو اس سے زیادہ تو میرا مطلب سمجھ سکتا ہو اور تو خیال کر سکتا ہو کہ میری مثال اس شخص کی سی ہو گی جو قصد کرتا ہو اور پھر اس قصد سے باز رہتا ہو۔"

غرض یہی حال میرا اس ریگِ رواں کے ساحل پر تھا۔ نئے نئے خیالات میرے اس قصد کو جو میں نے بڑے شوق سے اختیار کیا تھا مٹا رہے تھے۔ ورجل کی روح نے میری اس تقریر کو سنکر جواب دیا "اگر میرا خیال درست ہے تو میں کہونگا کہ اس وقت خوفِ باطل نے تیرے دل پر غلبہ پا رکھا ہے۔ اور یہ خوف وہ چیز ہے جو انسان کی طبیعت کو بحد جو



مضمحل کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بڑے بڑے عزم و ارادے چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور اس کی حالت اس وحشی جانور کی سی ہوتی ہے جو صبح یا شام کے دھندلکے میں کسی جھوٹ موٹ کی ڈراونی شکل کو دیکھکر پیچھے ہٹتا ہے۔ اس خوف کو تو اپنے ذہن سے دور کر۔ میں تجھے بتاؤں گا کہ میں کیونکر تجھ تک پہونچا۔ اور جس وقت تیرا حالِ زار دیکھکر مجھ کو رنج و افسوس ہو رہا تھا تو کس کی آواز میں نے سنی تھی۔ میں اس وقت اعراف میں متمکن ہوں یعنی ان روحوں میں میرا شمار ہے جن کی نسبت ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہو۔ اس حال میں ایک خاتون نے جو نہایت نیک اور حسین ہے چاہا کہ وہ کسی بات کا مجھے حکم دے۔ پس اس نے مجھے طلب کیا۔ اس کی آنکھوں میں آفتاب کا سا نور تھا۔ اب اس نے نرم اور شیریں آواز میں مجھ سے کہنا شروع کیا کہ "اے منتوا کی رفیق اور انیس روح جس کی شہرت ابتک قائم ہے اور اس وقت تک قائم رہے گی جب تک یہ کائنات برقرار رہے۔ اب سن کہ میرا ایک دوست جو میرے مقدر کا رفیق نہیں بلکہ خود میری ذات ہے، صحرائے لق و دق میں آوارہ گرد ہے اور ایک درندہ اس کی راہ روکے کھڑا ہے۔ اور یہ مزاحمت ایسی سخت ہے کہ یہ مسافر راستہ سے واپس جانا چاہتا ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کی حالت ناقابل امداد نہ ہو جائے، اور وہ راستے سے بالکل ہی بھٹک نہ جائے۔ کیونکہ میں اس کی مدد کو دیر میں اٹھی ہوں۔ پس اے شاعرِ نیک نہاد عجلت کر اور اپنی فصیح اور ہدایت آمیز تقریر سے کام لے اور اس کو اس خوف اور مصیبت سے رہائی دے۔ اس کی مدد کرنے سے مجھے راحت پہونچے گی۔ پس میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اس کام کے لیے فوراً روانہ ہو۔ میں بیاترس ہوں اور میرا مسکن وہ ہو جہاں مسرت بار بار آتی ہے۔ عشق مجھ کو یہانتک لایا ہو اور عشق ہی نے یہ باتیں میری زبان سے نکلوائیں۔ جب میں اپنے آقا کے حضور

جاؤں گی تو اکثر تیری تعریف کرتی رہوں گی۔"

ورجل کہتا ہے کہ "اتنا کہکر بیاترس کی روح خاموش ہوئی۔ اب میں نے اُس سے عرض کیا کہ "اے خاتونِ حسین و پاک، یہ تیرا ہی اثر ہے کہ اس طبقۂ زیریں میں جس کا دائرہ وسعت میں سب سے کم ہے، بنی نوع انسان کو دوسری مخلوق پر تفوق حاصل ہے۔ تیرا حکم سن کر میں خوش ہوا۔ اور تیرا یہ حکم ایسا ہے کہ فوراً بھی اگر اس کی تعمیل ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ اس میں تعویق ہوئی۔ اب مجھ کو کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں اتنا البتہ ضرور بتاتی جا کہ جس فضاء اعلیٰ اور ارفع میں تو تھی اور جہاں واپس ہونے کے لئے تو اس قدر بیتاب ہے اس کو اس فضاء ادنیٰ اور اسفل کے لئے چھوڑنے میں تو نے کیوں خوف نہیں کیا؟" اس بیاترس کی روح نے کہا "اتنی گہری بات، اگر تو پوچھتا ہے تو سن کہ مجھ کو اس کرۂ اسفل میں داخل ہونے سے کسی طرح کا خوف نہیں ہوا۔ خوف صرف ایسی چیزوں کا ہونا چاہیے جو برائی پیدا کرنے والی ہوں۔ ان کے علاوہ کسی دوسری چیز کا خوف نہ ہونا چاہیے کیونکہ بجز ان کے اور کوئی چیز حاملِ خوف ہے بھی نہیں۔ مجھ کو خدا نے جس کی برکتوں کی میں منت گذار ہوں ایسا بنایا ہے کہ جو مصیبت انسان برداشت کرتا ہے اس کا مجھ اثر نہیں ہوتا اور نہ آگ کے شعلے مجھ پر کچھ اثر کر سکتے ہیں۔ اب سن کہ عرش پر ایک خاتون (رحمتِ خداوندی) رہتی ہے۔ جب درندے نے راہ میں اُس مسافر کو روکا تو اس کو شدت کا غم ہوا۔ اور اسی مزاحمت کو دور کرنے کے لئے میں تجھے بھیج رہی ہوں۔" اب اس خاتونِ پاک نہاد نے لوسیا کو طلب کیا۔ خدا کے حکم میں ہمیشہ اس خاتون (رحمتِ خداوندی) کی مرضی اور مشورت شامل ہوتی ہے۔ غرض اس رحمتِ الٰہی نے لوسیا کو آواز دی اور کہا کہ "تیرا سچا خادم اس وقت تیری مدد کا محتاج ہے اور میں اُس کی سفارش تجھ سے کرتی ہوں۔" اتنا سنتے ہی لوسیا جو ظلم و تعدی کی ہمیشہ سے دشمن چلی آتی ہے وہاں پہونچی جہاں میں (بیاترس) رہتی تھی۔ میرے پاس اس وقت پرانے وقتوں کی راحیل بیٹھی تھی۔ اب لوسیا مجھ سے کہنے لگی کہ "بیاترس جو خداوند کی تعریف کا محل ہے کیوں تو اس (ڈانٹے) کی مدد نہیں کرتی جو تیرا عاشقِ زار رہا ہے اور وہ تمام ایسی چیزوں سے جس کی لوگ تعریف کرتے ہیں تیرے لئے کنارہ کش ہوا۔ کیا تو اس کی آہیں نہیں سنتی جو کیسی قابلِ رحم ہیں اور نہ تو اس کشمکش کا خیال کرتی ہے جس میں سمندر کی موجیں ایک ڈوبتے ہوئے کو موت کی شکل میں نظر آتی ہیں۔"

(بیاترس کہتی ہے) "شاید ہی کوئی کسی کام کے لئے اس طرح دوڑا ہوگا جیسے کہ میں لوسیا کی اس تقریر کو سن کر اپنے نشیمن سے نیچے اتری۔ اور (اے ورجل) تیرے حسنِ تقریر پر بھروسہ کیا جو تجھ کو اور تیرے قدر شناسوں کو عزت اور بزرگی بخشتا ہے۔" اتنا کہکر بیاترس نے اپنی آنسو بھری آنکھوں کو دوسری طرف پھیر لیا۔ ورجل اب ڈانٹے سے مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ "اب میری ہمت تیری خدمت کرنے کے لئے پہلے سے دوچند ہوگئی اور جیسا کہ بیاترس نے کہا تھا میں تیرے پاس بہ عجلت تمام آیا اور اس درندے سے تجھ کو بچایا جس نے پہاڑ کی چوٹی پر قریب تر راستے سے پہونچنے میں تیری مزاحمت کی تھی۔ اب تجھے کیا ہوا ہے کہ تو ہمت ہارے دیتا ہے۔ اور کیوں تو اتنا ڈرتا ہے۔ کیا تیرا سینہ شریفانہ عزم اور ہمت سے خالی ہو گیا۔ اس وقت تین خاتونوں کی پاک روحیں جو بڑی برکت والی ہیں تیری حفاظت کی فکر و تدبیر میں عرش کی عدالت میں کھڑی ہیں۔ اور میرے الفاظ بھی تیرے حق میں اچھی پیشین گوئی اس طرح کرتے ہیں جیسے کلیاں جو رات کی سردی اور کہر میں بند ہو کر اپنا سر جھکا لیتی ہیں۔ لیکن جب دن نکلتا ہے تو اپنے ورق کھول کر شاخوں پر سربلند کرتی ہیں۔" (ڈانٹے کہتا ہے) اس طرح میری ہمت جو پست ہو چکی تھی پھر قوی ہو گئی۔ اور میرے سینے میں عزم اور ہمت کی ایک موج ایسی آئی کہ میں نے بلا خوف جواب دیا "یہ خاتون (بیاترس) وہ ہے جس کے دل میں رحم ہے اور اس نے میری مدد پر کمر باندھی ہے اور تو اے مہربان ورجل جس نے اس خاتون (بیاترس) کے حکم کی تعمیل میں اس قدر عجلت کی ہے تاکہ میں تیرے ہمراہ آمادہ سفر ہوں سن کہ میں نے جو ارادہ پہلے کیا تھا اسکو انجام دینے پر

آمادہ ہوں۔ اب تو میری رہنمائی کر۔ میرا اور تیرا قصد ایک ہی ہے تو میرا ہادی۔ اُستاد اور مالک ہے۔ غرض جب ورجل آگے بڑھا تو میں بھی اُس کے پیچھے پیچھے اس تاریک خطرناک جنگل کے خوفناک راستے پر چلنے لگا۔

تیسرا بند

خُلاصۂ کلام

ڈانٹے، ورجل کے ساتھ دوزخ کے دروازے پر آتا ہے۔ اس دروازے پر خوفناک کتبہ تھا۔ اسکو پڑھکر دوزخ میں داخل ہوتے ہیں۔ اب ڈانٹے کو ورجل سے دریافت ہوتا ہے کہ یہاں وہ رُوحیں رہتی ہیں جو دُنیا میں زندہ کیا رہی تھیں محض وقت گذاری کی تھی۔ دُنیا کی حیات میں اُن روحوں نے نیک وبد دونوں کی طرف سے بےحسی اور بے پروائی ظاہر کی تھی۔ اب ڈانٹے اور ورجل چلتے چلتے دریائے اکیرون کے کنارے پہونچتے ہیں۔ یہاں بُڈھے کشتی بان کارون کو دیکھتے ہیں کہ وہ روحوں کو کشتی میں بٹھا کر دوسرے کنارے پہونچا رہا ہے۔ ڈانٹے جس وقت یہاں پہونچا تو خوف اُس پر غالب آتا ہے اور وہ بے ہوش ہوجاتا ہے۔

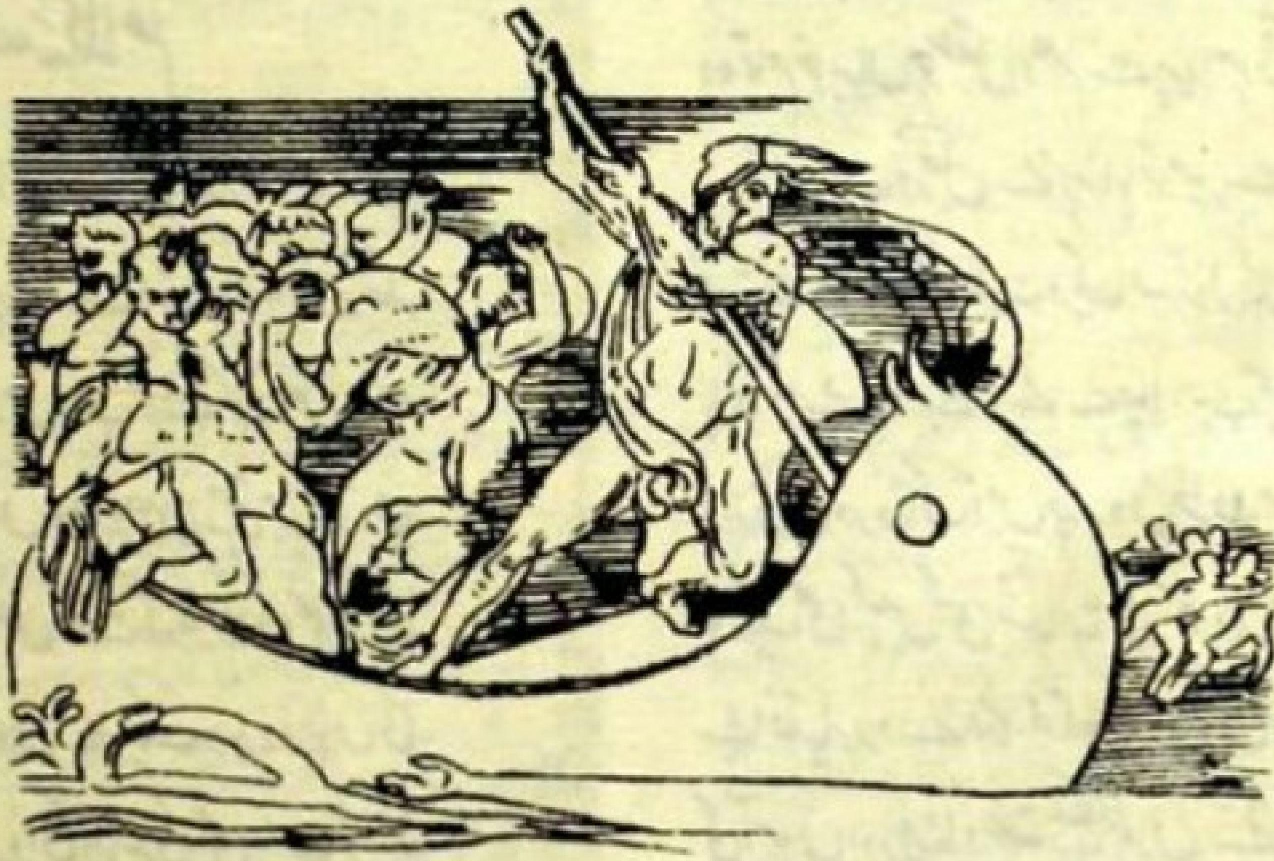
"مجھ سے گذر کر تم رنج ومحن کے شہر میں پہونچو گے۔ اور اِس در سے گذر کر تم اقلیم درد والم میں آؤ گے۔ اور یہی دروازہ ہے جن سے گذر کر اُن لوگوں میں آؤ گے جو ازلی درد اور عذاب میں گرفتار ہیں۔ عدل کو جو میری تعمیر کا بانی ہے حرکت ہوئی۔ جبروت الٰہی، 'عقل اعلیٰ'، اور 'عشق قدیم' نے میری عمارت کو بلند کیا۔ مجھ سے پہلے کوئی چیز جو ازلی نہ تھی وجود میں نہیں آئی۔ میرا وجود بھی ازلی ہے۔ اس سے در گذرنے والے کو چاہیے کہ اُمید و رجا کو پیچھے چھوڑتا جائے"۔

یہ عبارت جو اُوپر نقل ہوئی اس دروازے کی بلند محراب پر کندہ تھی۔ اُس کو پڑھ کر میں نے ورجل سے کہا "یا اُستاد۔ اس عبارت سے تو بڑے ہولناک معنی پیدا ہیں"۔ ورجل جو پہلے سے جواب دینے کو تیار تھا، بولا "جو کچھ شک اور شبہ دل میں ہو اُسکو یہیں سے ترک کر دو۔ خوفِ باطل کو دل سے دُور رکھو۔ اب ہم اس مقام پر ہیں جیسا کہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں جہاں روحوں پر درد و عذاب جاری ہے۔ یہ رُوحیں وہ ہیں جن پر وہ تمام خوبیاں جو عقل وعلم سے پیدا ہوتی ہیں مسخ ہو چکی ہیں"۔

اب ورجل نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرف بڑھایا اور نگاہ مہر و مسرت سے میری طرف دیکھا میرا دل کسی قدر ٹھیرا اور اس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالے وہ مجھے آگے لے چلا۔ جب ہم آگے پہونچے تو رونے پیٹنے، گریہ وزاری کی دردناک آہیں چاروں طرف ہوا میں گونجتی سُنیں۔ ہوا نہایت تاریک تھی، کہیں کسی شعاعِ نور کا اس میں گذر نہ تھا۔ یہ کیفیت دیکھکر بے اختیار رونے لگا۔ مختلف زبانوں اور کرخت بولیوں میں رنج وعذاب کی آہوں اور غیظ وغضب کے لہجوں نے ایک شور برپا کر رکھا تھا۔ اُنکے ساتھ ساتھ سینہ کوٹنے اور سر پیٹنے اور چیختے چیختے بیٹھے گلوں کی کھڑکھڑاتی آوازیں اس شور کو اور بڑھاتی تھیں۔ فضا سیاہی میں ڈوبی ہوئی تھی اور یہ غل اور شور اس طرح اس میں ساری تھا جیسے بگولے میں ریت کے ذرے اُڑتے ہوں۔ یہ حال دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہوا۔ اور اس شور میں میں نے ورجل سے چلا کر پوچھا کہ "یہ شور اور غل کیسا ہے، یہ لوگ کون ہیں جن پر یہ بلا اور غضب نازل ہے"۔ ورجل بولا "یہ شوم و شقی مقدر ان لوگوں کی روحوں کا ہے جو بغیر تعریف یا الزام کے اُن فرشتوں کے ساتھ رہے جنہوں نے عرش پر خدا سے سرکشی کی تھی۔ خُدا کے وہ خادم باوفا نہ رہے۔ بلکہ صرف اپنے نفس اور نفع کے وہ ہو گئے۔ پس عرش سے ان کا اخراج ہوا کہ خُدا کے نور میں کمی نہ ہو۔ عرش سے جب وہ نیچے گرائے گئے تو دوزخ کے طبقۂ اسفل نے بھی اُن کو اپنے بطن میں جگہ دینی گوارا نہ کی اس خیال سے ملاعنہ کا یہ راندہ درگاہ گروہ اس پر فخر نہ کرنے لگے

کہ عرش بریں نہ سہی خدا کی دوزخ میں تو اُن کو جگہ مل ہی گئی؟"

اب میں نے ورجل سے پوچھا کہ "وہ کیا تکلیف ہے جس کے باعث وہ اس قدر آہ وزاری کرتے ہیں؟" ورجل بولا کہ "میں مختصر طور پر یہ حال تم کو بتاتا ہوں۔ ان روحوں کو اب موت کی آرزو نہ رکھنی چاہئے۔ اُن کی اندھی اور کور زندگی یہاں اس طرح گذرتی ہے کہ اوروں کی قسمت پر اُن کو رشک وحسد ہوتا ہے۔ دُنیا میں اب اُن کی شہرت باقی نہیں ہے۔ رحم اور انصاف دونوں کو اُن سے نفرت ہے۔ بس اب اُن کی نسبت زبان سے کچھ نہ کہو، صرف انکا حال دیکھتے آگے بڑھو؟" اب میں نے بالکل سیدھ میں آگے دیکھا تو ایک جھنڈا نظر آیا جس کا پھریرا برابر پھڑپھڑاتا تھا اور ایک دم کو اُسے قرار نہ تھا۔ اس جھنڈے کے پیچھے بہت سی صفیں روحوں کی تھیں میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ موت نے اتنی جانوں کو کیونکر غارت کیا۔ ان میں سے بعض روحوں کو میں نے پہچانا بھی اور میں نے ایک روح کو دیکھا اور پہچانا جس نے محض خوف ودلی کے باعث اپنے اعلیٰ مرتبہ سے دست کشی کی تھی۔ اب میں نے یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ یہ غول اُن ارواحِ بد کا ہے جن سے خدا بھی ناخوش نہیں بلکہ خدا کے دُشمن بھی ناخوش ہیں۔ یہ زشت وخوار روحیں جن کی نسبت اتنا کہنا بھی زیبا نہیں کہ کبھی وہ زندہ تھیں، بالکل برہنہ تھیں۔ بھڑیں اور مکھیاں ان کو کاٹ رہی تھیں۔ اُن کے رخسار خون سے آلودہ تھے اور ان کے آنسو اس خون میں مل کر بہتے ہوئے اُن کے قدموں پر ٹپکتے ہوئے زمین پر آتے تھے۔ اور ان خون کے چھینٹوں پر حشرات الارض جمع تھے۔ اب میں نے آگے نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ایک بڑا انبوہ ایک بڑے دریا کے کنارے کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے ورجل سے کہا کہ "مہربان بتائیے کہ یہ لوگ کون ہیں اور وہ کیا بات ہے جس نے اس کو اس دریا کے کنارے آنے پر مجبور کیا ہے۔ اس کثیر انبوہ کا دریا کے کنارے جمع ہونا میں دُھندلی سی روشنی میں دیکھ رہا ہوں؟" ورجل نے مختصر الفاظ میں کہا کہ "اس کا حال تم پر اُس وقت کھُلے گا جب کہ تم اس پُرخطر دریائے اکیرون کے کنارے آؤ گے، اور اب ہم وہاں جلد پہونچنے والے ہیں۔" یہ جواب سُنکر میں نے نظریں نیچی کر لیں اور دل میں شرمندہ ہوا اور ڈرا کہ کہیں میرے سوال نے ورجل کو ناراض تو نہیں کر دیا! اب ہم آگے بڑھے اور دونوں دریائے اکیرون تک پہونچ گئے۔ یہاں آکر میں نے ورجل سے کوئی سوال نہیں کیا۔



اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بڈھا ملاح ناؤ میں بیٹھا کنارے کی طرف آرہا ہے۔ سر سے پاؤں تک برفِ پیری نے سفید کر رکھا ہے۔ یہ بڈھا ملاح چیختا چلا آرہا ہے اور کہتا ہے کہ "اے شریر روحو تم پر عذاب ہو۔ اب تم پھر ازلی آسمان کو دیکھنے کی اُمید دل سے نکال ڈالو۔ میں اپنی کشتی تم کو اس دریا کے دوسرے کنارے پر پہونچانے لایا ہوں۔ تاکہ تم اس تاریکی اور ظلمت میں پہونچ جاؤ جو کبھی زائل نہ ہوگی اور وہاں شدت کی حدت اور برودت میں رہو۔ اور تو اے زندہ روح جو کنارے کھڑی ہے، تو اِن مُردہ روحوں سے علیحدہ ہو جا۔ اور یہ روحیں جو مر چکی ہیں ان کے قریب نہ کھڑا رہ۔" لیکن جب اُس نے دیکھا کہ میں ان مُردہ روحوں کے پاس سے نہ ہٹا تو اُس نے کہا کہ "تو دوسری راہ اور دوسرے گھاٹ سے دریا پار پہونچے گا۔ اِس راہ سے تو نہیں جا سکتا۔ اس کشتی سے زیادہ تیز رفتار کشتی کو چاہیئے کہ وہ تجھ کو اس دریا کے دوسرے کنارے پہونچا دے۔" اب میرے رہنما ورجل نے اس بڈھے ناؤ والے

سے کہا: کارون تو پریشان نہ ہو۔ جہاں قوت اور ارادہ ایک چیز ہو وہاں مقدر میں یہی اترا تھا بس اور کچھ نہ پوچھ۔" اتنا سنتے ہی بڈھے کشتی بان کے سپید ریش والے رخساروں پر شرمندگی ظاہر ہونے لگی۔ اس کی کشتی اس دریا کے سیاہ اور نیلے پانی پر پڑی تھی۔ اور کشتی بان کی آنکھوں کے گرد شعلوں کے حلقے چمک رہے تھے۔ اس اثنا میں یہ روحیں نحیف و زار ننگے بدن جس کا رنگ متغیر ہو چکا تھا، جونہی انہوں نے کشتی بان کی باتیں سنیں تو دانت پیس پیس کر وہ مسیح اور ان کے والدین کے جناب میں کفر کے کلمے بکنے لگیں۔ اور انہوں نے نسل انسان اس دنیا اور زمانے کو مع اولاد آدم کے کوسنا اور برا کہنا شروع کیا جنہوں نے ان کو پیدا کر کے اس بلا اور عذاب میں ڈالا تھا۔ پھر یہ سب روحیں نالہ و زاری کرتی دریا کے کنارے اس مقام پر پاس پاس کھڑی ہو گئیں جہاں سے ایک دن ان کو گذرنا تھا۔ ان کے دلوں میں خدا کا خوف نہ تھا۔ کشتی بان کیرون کی شکل بھتنوں کی سی تھی۔ اس کی آنکھیں جلتے کوئلوں کی طرح سرخ اور روشن تھیں۔

اس وقت وہ ان سب روحوں کو جمع کرنے اور جو روح پیچھے رہ جاتی اس کو ڈانٹنے اور للکارنے میں مصروف تھا۔ اپنے چپو سے اسے مار کر ناؤ کے پاس لاتا تھا۔ اب روحیں ایک ایک کر کے اس کشتی میں اس طرح آتی ہیں کہ جیسے فصل خزاں میں درختوں سے ان کے ہلکے ہلکے پتے گرنے شروع ہوتے ہوں حتی کہ شاخیں اپنی اس کل دولت کو زمین پر ڈال دیں۔ اسی طرح آدم کی یہ بدنصیب اولاد ایک ایک کر کے کشتی میں آتی ہے اور اس طرح کشتی میں آتی ہے جیسے طائر اپنے ہمصفیر کی آواز کو سن کر قفس میں آجائے۔ اس طرح کشتی پر سوار ہو کر یہ روحیں سیاہ رنگ موجوں پر سے گذرتی ہوئی دوسرے کنارے پہنچ کر زمین پر اتریں۔ یہاں روحوں کا ایک دوسرا غول جمع تھا۔

اب میرے شفیق رہنما ورجل نے مجھ سے کہا: سن، جو لوگ ایسے حال میں ہوتے ہیں کہ خدا کا غضب ان پر نازل ہوتا ہے وہ دنیا کی تمام اقلیموں سے آکر یہاں جمع ہوتے ہیں۔ وہ یہاں آنے میں نہ تو سستی کرتے ہیں اور نہ ڈرتے ہیں۔ کیونکہ عدل خداوندی ان کو اس طرف ہانکے لاتا ہے۔ اور جس چیز سے وہ پہلے ڈرتے تھے اب اس کی آرزو کرنے لگتے ہیں۔ یہاں کبھی کسی اچھی روح کا گذر نہیں ہوتا۔ اگر کیرون کو تمہارا یہاں آنا شاق گذرا تو اب تم اس کی شکایت کی وجہ سمجھ گئے ہو گے۔"

اتنا کہا تھا کہ سیاہ اور تاریک زمین پر دفعتاً زلزلہ آیا اور سب چیزیں اس زور زور سے ہلیں کہ اس کے خیال ہی سے میں پسینے پسینے ہوا جاتا ہوں۔ اور خوف سے پیشانی ٹھنڈی پڑی جاتی ہے۔ اب اس افسردہ اور غم آلود زمین پر ایک نہایت سخت جھونکا ہوا کا آتا ہے اور بجلیاں کوند کوند کر اپنے سرخ شعلے چاروں طرف ظاہر کرتی ہیں، اس چمک نے میرے حواس گم کر دئے اور زمین پر گرا۔ اور مجھ پر نیند طاری ہو گئی۔

چوتھا بند

خلاصۂ کلام

بادل کی گرج سن کر ڈانٹے نیند سے چونکا۔ اور ورجل کیساتھ لمبو میں داخل ہوا جو دوزخ کا دائرہ اول تھا۔ یہاں اس نے ان لوگوں کی ارواح کو دیکھا جن کی زندگی گو نیکی کیساتھ بسر ہوئی تھی اور کسی گناہ کی سزا نہیں بھگت رہے تھے لیکن چونکہ انہوں نے اصطباغ نہیں پایا تھا اس لئے وہ بہشت کے مستحق نہیں ہو سکے۔ دوزخ کے دائرہ اول سے گذر کر ڈانٹے ورجل کے ساتھ دوسرے دائرے میں آتا ہے۔

گہری نیند مجھ پر چھائی تھی۔ دفعتاً بادل اس زور سے کڑکا کہ میں جاگ اٹھا اور اس طرح جاگا جیسے کسی نے زور سے مجھ کو جھنجھوڑا ہو۔ جاگتے ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور نیند بھری آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تاکہ معلوم کروں کہ اس وقت میں کس جگہ ہوں۔ غرض معلوم ہوا کہ وادی محز میں یعنی اس تیرہ و تار گہرے غار کے کنارے کھڑا ہوں جس میں ارد گرد کے بیشمار میدانوں کا شور متحد ہو کر گونج رہا تھا۔ یہ غار بہت گہرا ہے اور اس میں گھپ اندھیرا ہے اور اسکے اوپر گہری گھٹائیں چھائی تھیں۔ میں نے

چاہا کہ میں اس غار کی تہ کو دیکھ لوں۔ مگر کچھ نظر نہ آیا۔ اب ورجل نے مجھ سے کہا "آؤ اس غار میں اُتر کر وہاں کی تاریک دُنیا کی سیر کریں"۔ میں نے دیکھا کہ ورجل کا چہرہ اس وقت زرد تھا۔ وہ بولا کہ "پہلے میں اس غار میں اترتا ہوں تم میرے پیچھے چلے آؤ"۔ میں نے ورجل کا چہرہ زرد دیکھ کر اُس سے کہا کہ "جب خود آپ کا خوف سے یہ حال ہے تو میں آپ کے ہمراہ کیونکر چل سکتا ہوں اب تک تو یہ تھا کہ جب میں ڈرتا تھا تو آپ میری تسلی کر دیتے تھے"۔ اس پر ورجل بولا کہ "اِس غار میں جو رُوحیں ہیں اُن کے حالِ زار پر مجھ کو رحم آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ خوف کی وجہ سے میرا رنگ زرد ہوا ہے۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ آؤ۔ اب اس گہرے اور تاریک غار میں ہم اتریں۔ راستہ دراز ہے۔ ذرا قدم اُٹھائے چلو"۔



اتنا کہہ کر ورجل آگے بڑھا اور دوزخ کے دائرہ اوّل میں مجھے ساتھ لئے داخل ہوا۔ اور یہ دائرہ اس گہرے غار کے گرد پھیلا چلا گیا تھا۔ اب میں نے یہاں غور سے سننا شروع کیا تو وہاں درد و تکلیف کی چیخیں نہ تھیں البتہ سرد آہوں کی آوازیں آتی تھیں اور ان آوازوں سے ہوا میں ایک لرزش پیدا تھی۔ یہ آہیں کسی درد و تعذیب کی نہ تھیں بلکہ رنج و افسوس کی تھیں۔ اب مجھ کو ایسی ہی آہیں کرتا ایک بڑا انبوہ مرد و عورتوں بچوں کی ارواح کا ملا۔ ورجل نے مجھ سے کہا کہ "اب تم یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ جس گروہ کو تم اس وقت دیکھتے ہو وہ کس کا ہے۔ آگے چلنے سے پہلے میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اِن رُوحوں سے دُنیا کی زندگی میں کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تھا۔ بس برکت پانے کی اگر وہ مستحق تھیں تو وہ برکت اُن کو کیوں نصیب نہیں ہوئی؟ وجہ اس کی یہ تھی کہ اُن کو اصطباغ کی دولت جو نجات کا دروازہ ہے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اگر نزولِ اناجیل سے قبل وہ زندہ تھے تو اُنہوں نے خدا کی طاعت جیسا کہ چاہیے تھا نہیں کی تھی۔ اور انہی میں سے ایک میں ورجل ہوں۔ کسی گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اِسی خامی کی وجہ سے ہم سب خسارے اور نقصان میں رہے۔ اور ہم کو صرف اتنی ہی سزا ملی کہ رغبت اور اشتہا رکھتے ہیں مگر اُمید نہیں رکھتے"۔ جب میں نے ورجل کی زبان سے یہ سنا تو مجھ کو سخت رنج اور صدمہ ہوا۔ کیونکہ مجھ کو علم تھا کہ دوزخ کے اِس دائرے کے رہنے والوں میں ایسے لوگوں کی رُوحیں تھیں جو دُنیا میں بڑا جاہ و حشم رکھتے تھے۔ اب میں نے اُس یقین اور اعتقاد کے ساتھ جو مجھ کو اس دین میں تھا جو تمام کلفتوں کا دُور کرنے والا تھا۔ ورجل سے پوچھا کہ "کیا اِن ارواح میں سے کوئی رُوح ایسی بھی تھی جس کو بعد کو برکت ملی ہو؟" ورجل میرے اس سوال کا مطلب سمجھ گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔ "جب میں یہاں نیا نیا آیا تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ نجات کا بخشنے والا (مسیح) ہم میں آیا ہے۔ اُسکے سر پر فتح کا تاج تھا آتے ہی اُس نے آدم اور اُس کے فرزند ہابیل اور اس کی اولاد اور نوحِ حق پرست کی ارواح کو طلب کیا۔ پھر اُس نے ابراہیم اور داؤد بادشاہ اور اسرائیل کے باپ بیٹوں اور متعدد لوگوں کی رُوحوں کو طلب کر کے اُن کو برکت بخشی۔ اور یقین کر کہ اِن ارواح سے قبل کسی کو برکت نہیں بخشی گئی تھی"۔

یہ باتیں کرتے میں اور ورجل چلے جاتے تھے۔ راستے میں ہم کہیں نہیں ٹھیرے۔ برابر چلتے ہی رہے۔ یہ راستہ کاہے کو تھا روحوں کے جنگل میں ایک لیکھ سی تھی جس میں سے ہم کسی نہ کسی طرح اپنی راہ نکالتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی سے ہم اسی طرف تھے کہ میں نے ایک شعلہ روشن دیکھا۔ اس شعلے کی روشنی نے نصف کُرے کو روشن کر رکھا تھا۔ اِس شعلے سے ہم زیادہ دُور نہ تھے کہ میں نے ایک گروہ کو دیکھا جو عزّ و وقار

تک بلند تھا کہ وہ وہاں موجود ہے۔ میں نے ورجل سے کہا کہ "آپ تو ہر علم و فن کے جوہر شناس ہیں، بھلا بتایئے کہ یہ کون لوگ ہیں جو شان و عزت میں دوسروں سے اس قدر ممتاز ہیں" ورجل بولا "یہ وہ لوگ ہیں دُنیا میں جن کے شرف اور اجلال کی شُہرت بلند ہوکر عرش پر صدائے بازگشت کی طرح پہونچی تھی۔ عرش پر انکے کارناموں کا چرچا ہوا تھا۔"

اس اثنا میں (ڈانٹے کہتا ہے) کہ میرے کانوں میں آواز آئی کہ "اُس شاعر کی عزت کرو جو تم سے دیر میں رُخصت ہوا تھا اور اب اُس کی رُوح واپس آرہی ہے" اس آواز کے پیدا ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ چار معزز و مکرم رُوحیں ہماری طرف قدم بڑھائے آرہی ہیں۔ ان کی صورتوں سے رنج ظاہر ہے ـــــ یہ حال دیکھکر مجھ سے ورجل نے کہا "ذرا اس کی صورت دیکھئے جس کے ہاتھ میں شمشیر ہے۔ وہ بطور آقا کے تین روحوں کے آگے چل رہا ہے۔ یہ شاعر ہومر ملک الشعرا ہے۔ اس کے بعد فلیکس ہے جو ہجو کا اُستاد تھا۔ تیسرا اناسو ہے۔ آخیر میں لوکن۔ چونکہ یہ سب شاعر تھے اسی نام سے ہر ایک نے مجھے بھی خطاب کیا۔ اور بڑی تعظیم سے اُنہوں نے مجھے سلام کیا۔ اور وہ سب بڑے مُبصّر تھے۔ پس اس طرح میں نے اُن شاعروں کو یکجا دیکھا جو اس ملک الشعرا کی جماعت کے تھے۔ اس کا کلام اعلیٰ و ارفع تھا اور دوسروں کے کلام سے اتنا بلند تھا جیسے کہ عقاب ہوا میں اُونچا اُڑتا نظر آئے۔ اس جماعت شعرا میں مختصری گفتگو ہوئی، ان کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔ بڑی مہربانی سے مجھے سلام کیا اور مجھکو اشارے کرکے اپنی طرف بلایا۔ اس پر میرا اُستاد ورجل مُسکرایا۔ صرف اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ اس سے بھی بڑھکر مجھے یہ عزت بخشی گئی کہ انہوں نے مجھ کو اپنی جماعت کا شاعر سمجھا اور میرا درجہ ان میں چھٹا رکھا گیا۔ اب ہم وہاں تک جہاں وہ شعلہ نور تھا بڑھتے چلے آئے۔ اور ایسی باتیں کرتے رہے جو اُس وقت کے مناسب تھیں اور جن کا اس وقت اعادہ نہ کرنا مناسب ہے۔ اب ہم ایک قصر عالیشان کے پاس آئے۔ اُسکے گرد سات فصلیں تھیں۔ اور ایک پُر فضا دریا نے اُس کے گرد بہہ کر اُس کی حفاظت کی تھی۔ اِس دریا کی سطح پر سے ہم اس طرح گذرے جیسے خشک زمین پر سے گذرتے ہیں۔ اس کے بعد ان شاعروں کے ساتھ میں بھی سات دروازوں سے گذر کر ایک میدان میں آیا جس میں ہر طرف سبزہ تھا اور تازگی۔ یہاں ایک قوم رہتی تھی جس کی نگاہیں حلقہ چشم میں شاہانہ طریقے پر آہستہ گردش کرتی تھیں۔ اور ان کی صورتوں سے حکومت کے انداز پیدا تھے۔ وہ بات کم کرتے تھے مگر جب بولتے تھے تو اُن کے الفاظ شیریں نغمے معلوم ہوتے تھے۔ اب ہم ہٹ کر ایک طرف ہوگئے۔ یہ مقام وسیع روشن اور بلند تھا۔ یہاں سے ہر ایک واضح طور پر نظر آتا تھا۔ اب اِس سبزہ زار کے فرشِ زمردیں پر مجھ کو وہ بزرگ رُوحیں دکھائی گئیں جن کو دیکھکر خود اپنی نظروں میں میری قدر بڑھی۔ یہاں میں نے الکٹرا کو اور لوگوں کے ساتھ دیکھا جن میں ہیکٹر کو میں پہچانتا تھا۔ اور انکی سیس کے فرزند سعید کو بھی میں جانتا تھا۔ اور سیزر کو جس کی نظر شکرے کی سی تھی اور سر سے پاؤں تک وہ مسلح تھا۔ اور کامیلا کے ساتھ میں نے پنتھی سیلیا کو دیکھا۔ دوسری جانب بُڈھے بادشاہ لاطینوس کو دیکھا کہ اپنی نوعمر بیٹی لاوینیا کے ساتھ بیٹھا ہے۔ اور اس بروٹس کو بھی دیکھا جس نے تارکوین کا تعاقب کیا تھا۔ لکریشیا اور کیٹو کی بیوی مارسیا مع جولیا اور کورنیلیا کے بیٹھی نظر آئیں۔ اور تنہا ایک طرف کو دیکھا کہ سلطان صلاح الدین اعظم جس کے چہرے پر رُعب تھا، بیٹھا ہے۔ اور جب میں نے کسی قدر نظر اُٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اربابِ فضل و دانش اور اُن کا سردار حکما کے اس گروہ میں بیٹھا ہے اور اس کی سب تعریف کرتے ہیں۔ اور سب اُسکی تعظیم و تکریم میں مصروف ہیں۔ یہاں سقراط اور افلاطون کو میں نے دیکھا اور اُن سے مرتبے میں قریب دیمقراطیس کو دیکھا جس نے اتفاق کو کائنات کی علت العلل سمجھا تھا۔ دیوجانس، سقراط کے ساتھ اور ہیرقلیطوس اور ایمپی دوکلیز اور اناغورس اور ثالیس حکیم۔ زینو اور دیوسکوریدس جو فطرت کے مخفی دفتروں کو خوب پڑھ چکے تھے موجود ہیں۔ اور فیوس، تولنس اور ٹلی اور علم الاخلاق کے اُستاد سنیکا، اقلیدس اور بطلیموس، بقراط، جالینوس، اور بوعلی سینا اور اس کو بھی دیکھا جس نے حکمتِ ارسطو کی شرح کی تھی۔ یعنی ابنِ رشد کو۔ ان سب کا مفصل حال لکھنا بے بحث ہوگا۔ کیونکہ میری نظم کا موضوع ایسا ہے کہ اکثر میرے الفاظ واقعات

کو پورا بیان کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ اب ان جہ دوست شاعروں کے دو حصے ہو گئے۔ اور ورجل میرا دانشمند رہنما مجھ کو دوسرے راستے سے لے چلا۔ اور یہاں کی رُوح پرور ہوا سے نکال کر ایسے موسم میں لے آیا جو آندھیوں اور طوفانوں سے مکدر رہتا تھا۔ اور اب میں ایک ایسے حصے میں پہونچا جہاں روشنی مطلق نہ تھی۔

پانچواں بند

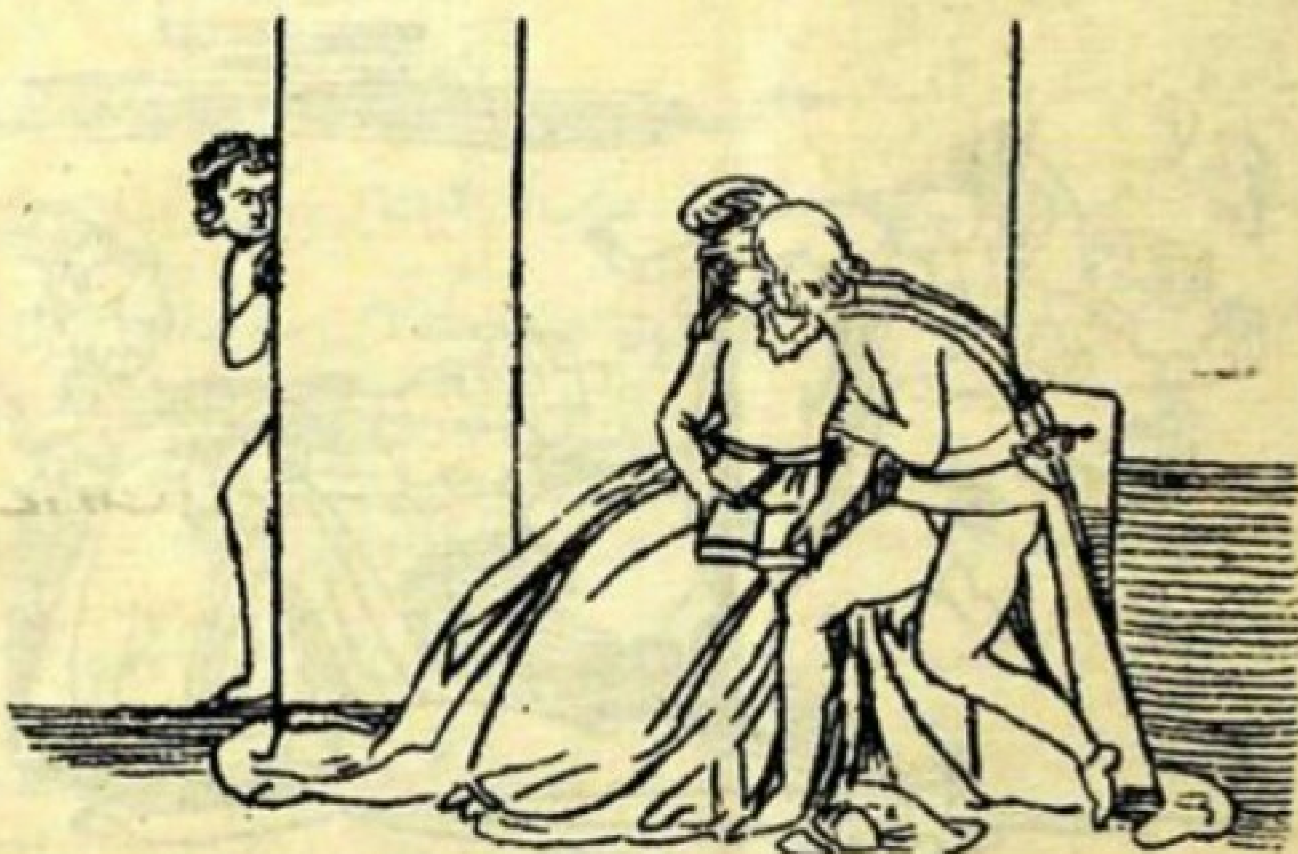
خلاصۂ کلام

دوزخ کے دوسرے طبقے میں جب ڈانٹے اور ورجل داخل ہوئے تو اُس کے دروازے پر اُنہوں نے مینوس کو دیکھا۔ جو دوزخ میں عدل و انصاف کیا کرتا تھا۔ اُس نے ڈانٹے سے کہا کہ ان طبقوں میں داخل ہونے میں تم کو صد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اب ڈانٹے کو اُن روحوں کو دیکھنا پڑا جو جسم سے گناہوں کی مرتکب ہوئی تھیں۔ یہ گنہگار رُوحیں وہ تھیں جن کو تیز و تُند ہوائیں اور آندھیاں تاریک فضا میں کبھی اُوپر اُچھالتی تھیں اور کبھی نیچے گرا دیتی تھیں۔ ان رُوحوں میں سے اس کی ملاقات رمینی کی فرانسسکا سے ہوئی۔ اسکا پُردرد قصہ سُنکر ڈانٹے کو اسقدر رحم اور افسوس ہوا کہ وہ غش کھا کر زمین پر گرا۔

دوزخ کے طبقۂ اول سے گذر کر ہم طبقۂ ثانی میں اُترے۔ یہ طبقہ وسعت میں جس قدر کم تھا اتنا ہی درد و عذاب میں بڑھا ہوا تھا۔ یہاں سے خوف و غم کی دردناک چیخیں اُٹھ رہی تھیں۔ مینوس وہاں کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ پُرہیبت اور صورت کریہہ تھی۔ جس قدر رُوحیں آتی تھیں، اُن کے گناہوں کو جانچ کر اُن کے لئے سزا تجویز کرتا تھا۔ اور اسکے بعد اُن کو نیچے دوزخ میں ڈال دیتا تھا۔ جس وقت کوئی رُوح سامنے آتی تو مینوس اُس کو اپنی دُم میں لپیٹ لیتا اور جتنے بل اُس پر کستا اتنے ہی نیچے دوزخ کے ایک درجے میں اُس کو ڈال دیتا۔ گناہوں کی سزا دینے میں وہ نہایت سخت تھا۔ ہر وقت رُوحوں کی ایک بھیڑ اُس کے سامنے لگی رہتی۔ رُوحیں باری باری سے اُس کے سامنے آکر خود اپنے گناہوں کا اقبال کرتیں۔ مینوس جو سزا اُن کے لئے تجویز کرتا اُس کو وہ سُنتیں۔ اس کے بعد دوزخ کے اس طبقے میں جو اُن کے گناہوں کے لحاظ سے مناسب ہوتا ڈالدی جاتیں۔ دوزخ کے اِس حَکَم نے جب مجھ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو سب کام چھوڑ کر مجھ سے کہنے لگا: "اے شخص جو اِس دارالعذاب میں داخل ہوا ہے ذرا ہوشیار رہیو کہ کس پر تو بھروسہ کرتا ہے۔ دوزخ کا دروازہ چوڑا دیکھ کر کہیں دھوکا نہ کھانا اور کسی عذاب میں مُبتلا نہ ہو جانا۔" اتنا سُنکر میرا رہنما ورجل بولا: "مینوس۔ خبردار اس مسافر کی راہ کھوٹی نہ کر۔ اسکے مقدر میں یہی اترا تھا اور مقدر اُس کا وضع کیا ہوا ہے جس کی ذات میں قوت اور ارادہ ایک شے ہے۔ بس زیادہ سوال کرنا لاحاصل ہے۔"

اب درد و حزن کی چیخیں اتنی بڑھیں کہ میرے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ یہ شور ایسا تھا جیسے فضا میں مخالف ہوائیں آپس میں ٹکرا کر طوفان برپا کریں اور سمندر کی سطح کو شق کریں۔ دوزخ کی لپٹ اور گرم ہواؤں کے جھونکے اِن رُوحوں کو اپنے آگے آگے اُڑائے لاتے تھے۔ رُوحیں بےچین و بیقرار تھیں۔ کبھی دوزخ سے بگولے اُٹھتے اور اُن کو گھیر لیتے۔ کبھی تیز ہوائیں چل کر اُن کو دوزخ کے فرش پر دے مارتیں۔ انکے نالہ و فریاد کا شور ہر طرف گونجتا تھا۔ کبھی وہ عرش کی اُس ذات پاک کو جو سب سے زیادہ نیک اور بھلائی کی چاہنے والی ہے بُرا کہتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو رُوحیں ان تکلیفوں میں مُبتلا ہیں اُنہوں نے دُنیا کی زندگی میں جسم سے گناہ کئے تھے۔ اور یہ گناہ ایسے تھے جن میں قوائے شہوانی عقل و ادراک پر غلبہ پاتے تھے۔ دوزخ کے جھونکے اِن رُوحوں کو اس طرح اُڑائے پھرتے تھے جیسے جاڑے میں خوش آواز پرندوں کے جھنڈ ہوا میں اُڑتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح گنہگار رُوحیں دوزخ کے شعلوں اور گرم ہواؤں کے تھپیڑے اور طمانچے کھاتی رہتی ہیں۔ سکون اور قرار کی ان کو اُمید نہیں اور نہ اس کی اُمید ہے کہ اُن کے درد و عذاب

میں کبھی کمی ہوگی۔ جس طرح آسمان پر لمبی لمبی قطاریں باندھے دردناک صدا کر لگاتے سارس اور کلنگ اڑتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح گنہگار روحیں تکلیف اور درد میں چیختی چلاتی اپنی قسمت کا لکھا پورا کرتی ہیں۔ میں نے اپنے رہنما ورجل سے پوچھا کہ "یہ روحیں کن لوگوں کی ہیں جن کو دوزخ کی ہوائیں اس طرح اڑائے لا رہی ہیں؟" ورجل نے کہا "جن روحوں کی نسبت تیرا سوال ہے ان میں سب سے پہلی روح اس کی ہے جو دنیا میں بہت سی قوموں اور زبانوں کی ملکہ تھی۔ یہ عیش و نشاط کی بدکاریوں میں سب سے زیادہ بے شرم تھی۔ اس نے اپنے حکم سے جائز کیا تھا کہ انسان اپنے نفس کے مطابق جس چیز کو چاہے اس پر عمل کرے۔ ایسا حکم اس نے اس لئے دیا تھا کہ اس کے افعالِ بد کا جو الزام اس کو دیا جاتا ہے اس سے وہ اپنے کو بری کرلے۔ یہ سیمی رامس (ملکۂ اشور) تھی۔ اس ملکہ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے شوہر بادشاہ نی نس کی جگہ تخت پر بیٹھی اور وہ اس سرزمین کی مالک تھی جس پر آج کل سلطان صلاح الدین حکومت کرتا



ہے۔ اس کے بعد جو روح تو دیکھتا ہے اس کی ہے[1] جس نے عشق کے قہر و غضب سے مغلوب ہوکر اپنی جان تلف کی تھی۔ اور اپنے مردہ شوہر سیکیوس[2] کی خاکستر سے بیوفائی اور عہد شکنی کی تھی۔ اس کے بعد ملکہ مصر کلیوپیٹرا کی روح ہے، یہ ملکہ دنیا میں نہایت شہرت پرست تھی یہیں ایر نے ہیلن کو دیکھا جن کی وجہ سے زمانے کے ایک بڑے دور کو زبوں کاریوں میں مبتلا رہنا پڑا۔ وہیں ایکیلز بھی موجود تھا جو عشق کی وجہ سے آخیر تک لڑتا رہا۔ پارس اور اسکے ساتھ ترستان کو بھی میں نے وہاں دیکھا۔ انکے علاوہ اور ہزار ہا روحیں نظر آئیں۔ ورجل نے ایک ایک کا نام لیکر بتایا۔ یہ روحیں وہ تھیں جنہوں نے اپنی جانیں کھوئی تھیں۔ جب میں نے اپنے دانشمند رہبر ورجل کو زمانہ قدیم کی ان خاتونوں اور سورماؤں کے نام لیتے سنا تو مجھ پر رحم اور افسوس کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ میرے حواس گم ہونے لگے۔ اور میں نے ورجل سے کہا: "اے شاعرِ عدیم المثال! وہ دو روحیں[3] جو اس طرف اڑتی آرہی ہیں اور ہوا کے جھونکوں کے

---

[1] یہاں شاعر کی مراد ڈائڈو کی روح سے ہے۔ ڈائڈو مشہور شہر قرطاجنہ کی بانی مانی گئی ہے۔ ڈانٹے نے جس طرح اگلے قصے کو اینیاد میں لکھا ہے جہاں تسلیم کیا گیا ہے۔ ورجل نے ڈائڈو کو اینیاس کا ہم زمانہ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ جب ڈائڈو شہر صور سے افریقہ میں آئی تو وہ اینیاس پر عاشق ہوگئی۔ خداؤں نے جب اینیاس کے رہنے کیلئے دوسری جگہ تجویز کی تو ڈائڈو مایوس ہوئی اور چتا پر بیٹھ کر جل گئی۔ [2] سیکیوس کا دوسرا نام اکرباس تھا۔ ڈائڈو کا شوہر تھا۔ جب ڈائڈو کے بھائی بادشاہ صور نے اکرباس کو مروا ڈالا تو ڈائڈو مع اپنے مال و دولت کے افریقہ میں آئی اور یہاں اس نے شہر قرطاجنہ کی بنا ڈالی۔ جب قریب کے ایک بادشاہ نے اس سے شادی کرنی چاہی تو ڈائڈو چتا پر جل مری۔ اس قصے میں وہ شوہر کے ساتھ باوفا رہی۔ مگر ورجل نے جس طرح قصہ لکھا ہے اس میں اس نے اپنے شوہر کے ساتھ بیوفائی کی تھی۔

[3] دو روحوں سے مراد فرانسسکا اور پاؤلو کی روحوں سے ہے۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ فرانسسکا جو بیٹی تھی بادشاہ راوانا کی۔ اس کی شادی بادشاہ ریمینی سے ہوئی تھی۔ یہ بادشاہ صورت کا برا اور بد اخلاق۔ لیکن اسکا بھائی پاؤلو خوبصورت تھا۔ فرانسسکا کو اس سے عشق ہوگیا اور دونوں زنا کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ بادشاہ ریمینی نے اپنے بھائی اور فرانسسکا کو ایک ہی وقت میں قتل کرا دیا۔ اس قصے نے خاص طور پر ڈانٹے کے دل پر اثر کیا۔

مقابلے میں وہ بہت ہلکی اور لطیف معلوم ہوتی ہیں۔ میں ان سے بات کرنی چاہتا ہوں۔" ورجل نے کہا: "اچھا، خیال رکھو۔ جب وہ قریب آئیں تو اُن کو اُس عشق کی قسم دو جس نے اِن دونوں کو ساتھ رکھا ہے۔ قسم سُنتے ہی وہ ہمارے قریب آئیں گی۔"

اب ہوا کے ایک جھونکے نے اُن کا رُخ ہماری طرف کر دیا۔ جب وہ قریب آئیں تو میں نے اُن سے کہا: "اے تھکی ماندی روحو، آؤ، اور اگر کوئی بات مزاحم نہ ہو تو ہم سے باتیں کرو۔" یہ دونوں رُوحیں اس طرح میری طرف اُڑتی ہوئی آئیں جیسے قمریاں اگر محبت کی آواز سے کوئی اُن کو بُلائے تو اپنے جوڑے اور مضبوط پروں سے ہوا کو چیرتی شوق اور محبت سے پرواز کرتی اپنے آشیانے کو آتی ہیں۔ اس طرح رُوحوں کے اُس غول سے جہاں ڈائڈو کی رُوح ہوا کو متعفن کرتی تھی یہ رُوحیں اُڑتی ہوئی میری طرف آئیں۔ اُن میں سے ایک رُوح نے مجھ سے کہا "اے حلم اور نیکی کی مخلوق جو ہم سے اس فضا تاریک و سیاہ میں مُلاقات کرنے آئی ہے اور ہم وہ ہیں جنہوں نے دُنیا کو اپنے خون سے رنگا تھا تجھ کو ہمارے حال پر حسرت و افسوس ہوا۔ اگر اس حال میں تو ہمارا نیک خواہ بنکر اس ذاتِ پاک سے جو سب کا حاکم اور بادشاہ ہے اور جسکو کبھی ہم بھی اپنا بادشاہ تسلیم کرتے تھے اُس سے اپنی تسلّی قلب کے لئے اجازت حاصل کرے تو جو کچھ تو ہم سے کہنا چاہتا ہے ہم اُس کو سُنیں گے اور ہم بھی تجھ سے بات کریں گے جبکہ یہ تیز ہوا جیسے کہ اب بند ہے ایسی ہی بند رہی۔"

فرانسسکا نے کہا "سُن، میں وہاں پیدا ہوئی تھی جہاں ساحل پر دریائے پو مع اپنے معاون دریاؤں کے سمندر میں گرتا ہے۔ (مطلب اٹلی کے صوبہ راوانا سے ہے۔) عشق جو نازک دلوں میں جلد آگ پکڑتا ہے، میرے حُسن نے اس کے (یعنی پاولو کے) دل پر اثر کیا۔ اور میرے عشق کا اس کو اسیر بنایا۔ یہ عشق ایسا موجبِ آزار ہوا کہ اس کا مجھ کو اب تک قلق ہے۔ عشق و محبت وہ چیز ہے جس سے معشوق یا محبوب کبھی مُنکر نہیں ہو سکتا۔ بس اِس عشق میں میں بھی گرفتار ہو گئی۔ اور وہی عشق مجھ میں اب تک زندہ چلا آتا ہے۔ اسی عشق کے کارن ہم دونوں ایک ہی وقت میں قتل کئے گئے۔ اور اب اُس مقتل میں جو قاتلوں کی ہلاکت کے لئے مخصوص ہے، اس کا انتظار ہے۔ (یعنی بادشاہ رمینی کا) جس نے ہماری زندگی کو منقطع کیا تھا۔" غرض یہ باتیں تھیں جو اِن دونوں رُوحوں (یعنی فرانسسکا اور پاولو کی روحوں) نے مجھ سے کہیں۔ اُن کی گفتگو سُن کر میں نے اپنی نظر نیچی کرلی۔ اور ان باتوں میں اتنی دیر لگی کہ ورجل نے مجھ سے کہا "ڈانٹے تو کس فکر میں ہے؟" میں نے ورجل سے کہا: "افسوس کیسے کیسے شیریں خیالات اور کیسے کیسے ارمان دل میں لئے ہوئے یہ رُوحیں اس بُرے حال کو پہونچی ہیں۔" اس کے بعد میں (ڈانٹے) ان رُوحوں سے مخاطب ہوا اور میں نے کہا: "فرانسسکا تمہاری بدنصیبی کو دیکھکر رنج اور افسوس کے آنسو میری آنکھوں میں آتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور بتاتی جاؤ کہ جب مُبتلائے عشق ہو کر تم میٹھی میٹھی آہیں بھرتی تھیں تو عشق نے کس طرح تمہارا وہ ارمان پورا کیا جو تمہارے دل میں تھا۔ مگر اس کے پورا ہونے کا یقین نہ تھا۔"



فرانسسکا نے جواب دیا: "جب مصائب قریب ہوں تو مسرت کے زمانے کو یاد کرنے کے برابر کوئی چیز موجب رنج و تکلیف نہیں۔ لیکن اگر تم اصل حقیقت کو پوچھنا چاہتے ہو کہ ہمارے عشق کی ابتدا کیوں کر

ہوئی تو میں اپنا قصہ رو رو کر یہ کہوں گی کہ ایک دن جی بہلانے کو ہم دونوں نے لانسی لوٹ کا قصہ پڑھنا شروع کیا کہ عشق نے کیونکر ان کو اپنا حلقہ بگوش بنایا تھا۔ جب ہم دونوں اس قصے کو مل کر پڑھتے تھے تو اکثر ہماری نگاہیں مل جاتی تھیں۔ اور نگاہیں چار ہوتے ہی دونوں کے چہروں کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ غرض ایک مقام ایسا آیا کہ ہم دونوں خطاکار ہو گئے۔ جب ہم نے قصے میں معشوق کے لبوں پر تبسم کا حال پڑھا اور تبسم بھی وہ جس پر عاشق نے معشوق کے لبوں کا بوسہ لے لیا تھا تو اس نے بھی (یعنی پاؤلو) جو مجھ سے کبھی جدا نہ ہوگا، سر سے پاؤں تک لرزتے ہوئے میرے لبوں کو چوم لیا۔ اس طرح یہ کتاب اور اس کا مصنف ہمارے عشق و الفت کے میر ساماں بن گئے پھر اس روز ہم نے اس کتاب کو نہ پڑھا۔"

جس وقت ایک روح مجھ سے یہ باتیں کرتی تھی تو دوسری روح نے ایسا نالہ و فغاں شروع کیا کہ میں رحم اور افسوس سے غش کھا کر بے حال سا ہوا اور زمین پر گر کر موت کے قریب پہونچ گیا۔

چھٹا بند

خلاصۂ کلام

جب ڈانٹے کے ہوش درست ہوئے تو اس نے دوزخ کے تیسرے طبقے میں اپنے کو پایا۔ یہاں ان روحوں پر عذاب ہوتا تھا جو دنیا کی زندگی میں حریص، شکم پرست اور لب سیار خوار رہی تھیں۔ ان کی سزا یہ تھی کہ اولوں اور برف کی موسلا دھار بارش میں سردی کیچڑ اور بدرنگ پانی میں پڑی لوٹا کریں۔ اور اس حال میں سربیرس تین حلق والا جہنم کا کتا ان پر بھونکتا رہے۔ اور پھر ان کو پھاڑ کر ٹکڑے کر کے ان کو کھا جائے۔ انہی روحوں میں سے ایک روح تھی کہ جب وہ انسان کا قالب رکھتی تھی تو اس کو سیاکو کہتے تھے۔ اس نے پیشین گوئی کی کہ فلورنس کے شہر میں مختلف فریقوں کے قائم ہونے سے نفاق پیدا ہوگا۔ اور اس وجہ سے اہلِ شہر کی حالت سخت پریشانی کی ہو جائے گی۔ ڈانٹے اپنے رہنما ورجل سے ایک خاص امر میں سوال کرتا ہے۔ ورجل حل کر دیتا ہے۔ اور دونوں دوزخ کے چوتھے طبقے کی طرف چل پڑتے ہیں۔

(ڈانٹے کہتا ہے) جب میرے حواس اپنے ہمجنسوں کی روحوں کو عذاب اور تکلیف میں دیکھ کر رحم اور افسوس سے گم ہو گئے تھے بالکل درست ہو گئے تو میں نے اپنے گرد و پیش نئے نئے درد و عذاب دیکھے جن میں مغضوب و معتوب روحیں مبتلا تھیں۔ جس طرف قدم بڑھاتا، جدھر مڑتا یا نگاہ جاتی غمگین اور حزیں صورتیں نظر آتیں۔ دوزخ کے تیسرے طبقے میں جب پہونچا تو وہاں مسلسل مینہ برستا تھا۔ یہ مینہ شدت سے تکلیف و آزار دینے والا تھا۔ اور ہمیشہ برستا رہتا تھا۔ سردی کے ساتھ اس کے برسنے اور آزار پہونچانے کے حال میں کیا بلحاظ مقدار اور کیا بہ لحاظ کمیت ہرگز فرق نہ آتا۔ بارش کا پانی بدرنگ ہوتا اور اولے جو گرتے وہ بڑے بڑے ہوتے۔ بارش اگر بند ہوتی تو نصف شب کی سی تاریکی میں مینہ اور برف ملی جلی گرنے لگتی۔ جہاں جہاں اس طرح کی بارش ہوتی وہاں کی زمین غرقاب ہو کر اس سے ایک قسم کی بدبو پیدا ہوتی۔ سربیرس ظالم اور خونخوار درندہ بدہیئت اور عجیب صورت اپنے تین حلقوں کو پھاڑ کر کتے کی طرح ان روحوں پر بھونکتا تھا۔

روحیں اس مینہ اور اولوں کی مسلسل بارش میں بھیگی اور زدہ حال کھڑی تھیں۔ سربیرس کی آنکھیں سرخ اور چمکتی تھیں۔ اسکی ٹھوڑی کے نیچے بال کالے اور چکنے تھے۔ پیٹ اس کا بڑا تھا۔ اور اسکے ہاتھوں کے سرے درندے کے چنگل معلوم ہوتے تھے۔ ان تیز پنجوں سے وہ روحوں کو کبھی پھاڑتا اور کبھی نوچ نوچ کر ان کی کھال کھینچتا اور پھر

اُن کے ٹکڑے کر ڈالتا۔ رُوحیں سردی اور پانی میں سمٹ سمٹا کر اس طرح پاس کھڑی ہوجاتیں جیسے کتّے کے پلّے مینہ کے طوفان میں روتے چیختے ایک دوسرے کی آڑ لیتے گولا سا بنجاتے ہیں۔ جب اس ظالم وحشی درندے نے ہم کو دیکھا تو اس نے اپنے جبڑے کھول کر کچلیاں دکھائیں۔ اس وقت اس کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو لرزتا نہ ہو۔ اتنے میں میرے رہنما ورجل نے زمین پر جھک کر دونوں ہاتھوں سے مٹی اٹھائی اور اس ظالم درندے کے مُنہ میں ڈالدی جس طرح بھوک میں کتا منہ پھاڑتا ہے اور اس کا رکھوالا اس کو راتب دیتا ہے کہ اسکی وحشت اور غصے میں کمی ہو اور کتا راتب نگلنے میں مصروف ہوتا ہے یہی کیفیت سربرس کی اس وقت ہوئی۔ سربرس کے کلّے اب پچک گئے اور اس نے اور بھی زور زور سے رُوحوں پر بھونکنا شروع کیا۔ اس بھونکنے کی آواز ایسی کریہہ اور سخت تھی کہ رُوحیں چاہتی تھیں کہ اُن کے کان بہرے ہوجائیں اور یہ آواز وہ نہ سُنیں مگر کان بہرے نہ ہوتے تھے۔ طوفان کے صدمے سے رُوحیں پڑی زمین پر لوٹتی تھیں۔ ہم اُن کو جسمانی سمجھ کر اُن پر سے گذرے مگر وہ جسمانی نہ تھیں۔ زمین پر رُوحیں ہر طرف پڑی تھیں۔ ایک رُوح البتہ ایسی بھی جو ہم کو جاتے دیکھکر اُٹھکر بیٹھی۔ اور اس نے چلاکر کہا کہ اے ڈانٹے جس کو اس وقت دوزخ میں روحوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔ اگر تو مجھ کو پہچانتا ہے تو کہہ کہ ہاں پہچانتا ہوں۔ دُنیا میں میری موت سے پہلے غالباً تو پیدا ہو چکا تھا۔"

میں نے جواب دیا کہ "جس عذاب میں تم اس وقت مُبتلا ہو اُس نے تمہاری صورت اتنی بدلدی ہو کہ میں تم کو بالکل نہیں پہچانتا اور مجھے معلوم ہوتا ہی کہ میں نے تم کو کبھی پہلے نہیں دیکھا ہے لیکن تم خود مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس درد و مصیبت کی جگہ تم کیونکر آئے۔ اور اس درد و عذاب میں تم کیوں گرفتار ہوئے۔ گو اوروں پر تم سے بھی زیادہ سخت عذاب ہے مگر تم پر جو عذاب ہے وہ ایسا ہی جسے دیکھکر کراہت اور نفرت ہوتی ہے۔ اور تمہارے عذاب کو دیکھکر یہ نفرت و کراہت بمقابلہ دوسروں کے عذاب کے زیادہ پیدا ہوتی ہی۔"

اس پر اس رُوح نے جواب اس طرح دیا: "تیرے شہر (فلورنس) میں حسد اور نفاق کا جام ایسا پُر ہوا ہے کہ حسد و نفاق اس کے کناروں سے چھلک نکلا ہے۔ جب میں دُنیا میں خوشحال تھا تو یہی شہر میرا وطن تھا۔ وہاں کے رہنے والے مجھ کو سیاکو کہا کرتے تھے میں حریص پُرخور، اور شکم پرست تھا۔ اور یہی سخت گناہ تھے جنکی وجہ سے تم مجھ کو اس بارش اور کیچڑ پانی میں پڑا دیکھتے ہو میں



یہاں مصیبت میں خستہ حال پڑا ہوں۔ صرف میں ہی اس عذاب ور تکلیف میں مُبتلا نہیں ہوں بلکہ وہ سب بھی جو شکم پرستی اور پُرخوری کے مرتکب ہوتے ہیں یہی سزا پاتے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ چُپ ہوا اور میں نے کہنا شروع کیا: "سیاکو تیری اس تکلیف کو دیکھکر اتنا صدمہ ہوتا ہی کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ لیکن اگر تجھ کو علم ہو تو اتنا ضرور بتادے کہ فلورنس کے رہنے والوں پر جن میں اس قدر منافقت ہوگئی ہی اُن پر کیا عذاب نازل ہونے والا ہے اور یہ کہ وہاں کوئی بھی ایسا ہی جسکے مزاج میں عدل و انصاف ہو اور وہ سبب بھی بیان کر جس کی بنا پر وہاں کے باشندوں میں یہ نفاق پیدا ہوا ہی۔"

سیاکو نے جواب دیا: "مدت تک نزاع رہنے کے بعد آخر نوبت کُشت و خون تک پہونچے گی اور وہ صحرائی فریق جو صحرا کی طرف سے آیا ہے، دوسرے فریق کی مخالفت کر کے اس کو سخت نقصان

پہونچائے گا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات جبکہ آفتاب تین دورے ختم کرے گا۔ (یعنی تین برس گذر لیں گے) اس وقت پیش آئیں گے۔

یہ دوسرا فریق جو اس وقت ساحل پر رہتا ہے دوسروں سے قوت پاکر سر اونچا کرے گا اور مدت تک یہ فریق ایسا ہی سر فراز رہے گا۔ اور پہلے فریق پر وہ اس قدر دباؤ ڈالے گا کہ وہ سخت مصیبت اور رنج میں رہے گا۔ صرف دو آدمی وہاں ایسے ہیں کہ جن کی طبیعت میں انصاف ہے۔ لیکن ان کی طرف کوئی راغب اور متوجہ نہیں۔ حرص حسد، غرور اور تکبر یہ وہ مہلک چنگاریاں ہیں جنھوں نے سب کے دلوں میں آگ لگا رکھی ہے۔"

اتنا کہہ کر سیاکو خاموش ہوا۔ میں نے کہا "میں اتنا اور پوچھنا چاہتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ اتنا اور بتا دے کہ فاری انتا اور اور تجھیالو جو قابل تحسین ہیں ان کا اور جاکوپو، اریگو اور موسیا اور باقی اور لوگوں کا کیا حال ہونے والا ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں جن کی طبیعتیں بھلائی کی طرف راغب ہیں۔ مہربانی کر کے بتا کہ یہ لوگ اب کہاں ہیں اور انکے اور حال سے آگاہ کر۔ کیونکہ میری دلی تمنا ہے کہ میں انکے حال سے واقف ہوں اور یہ کہ مجھے علم ہو کہ ان کے لبوں کیلئے بہشت کا جام شیریں یا جہنم کا زہر تلخ ہوگا۔"

سیاکو نے جواب دیا کہ "ان سے بھی زیادہ سیاہ قلب لوگوں کی روحیں ہیں جن کو دوزخ کے سب سے نیچے طبقوں میں جگہ ملی ہے۔ اگر تم وہاں تک اتر کر جا سکتے ہو تو وہاں ان سے تمہاری ملاقات ہو سکتی ہے۔ اور جب تم بہشت کی سیر کرنے جاؤ تو وہاں میرا ذکر ضرور کرنا۔ اور یہ میری تم سے بڑی التجا ہے۔ اس سے زیادہ میں تم سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہ دونگا۔"

اتنا کہکر اس نے اپنی نگاہ کو پھیر کر کسی قدر مجھے دیکھا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔ اور وہ پھر اپنے اور کور بخت ساتھیوں کے ہمراہ دوزخ میں اتر گیا۔ اس پر میرے رہنما ورجل نے مجھ سے کہا کہ اب سیاکو جہاں گیا ہے وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے گا جب تک کہ اسرافیل اپنا صور نہ پھونکے گا۔ پھر وہ ذات قوی و بالا جو اس کی دشمن اور مخالف ہے اپنی شان جلال میں ظاہر ہوگی اور پھر یہ روحیں اپنی اپنی مصیبت کے غاروں اور گڑھوں میں چلی جائیں گی اور پھر وہ اپنا جسم صورت اور شکل اختیار کریں گی اور پھر وہ اپنی اپنی نسبت ازلی حکم عذاب سنیں گی اور اس حکم کی آواز ایسی سخت ہوگی کہ اس کی گرج اور گونج سے یہ نیلا گنبد شق ہوجائیگا۔"

غرض اب ہم ان ارواح پلید اور ناپاک پانی کی بارش سے باہر نکلے۔ اس اثنا میں میں نے ورجل سے آنے والی زندگی کے متعلق کچھ گفتگو کر کے پوچھا۔ یہ بتا ہے کہ جب آخری حکم نافذ ہوگا تو جو عذاب اور تکلیف اسوقت ان روحوں پر ہے وہ بڑھ جائے گی یا اس میں کمی ہوگی۔ یا جیسا سخت عذاب اسوقت ہے ویسی سختی اس کی قائم رہے گی؟ ورجل نے کہا کہ اس کا جواب اپنے ضمیر سے جو ہر برائی بھلائی کو جانچتا ہے پوچھو۔ پھر بتایا کہ ہر چیز جو کمال تک پہونچ جاتی ہے وہ راحت اور درد کو خوب پہچاننے لگتی ہے۔ گو یہ سچ ہے کہ کمال تک کبھی یہ نسل ناپاک و ملعون نہیں پہونچے گی۔ لیکن اب جہاں ہے اس سے کسی قدر کمال کے قریب ہوتی جائیگی۔ اب ہم اس پیچیدہ اور چکر کے راستے پر چلتے رہے اور اس دوران میں ہم نے اتنی باتیں کیں کہ ان کل باتوں کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ ہم اس مقام پر پہونچے جہاں سے راستہ دوزخ کے چوتھے طبقے میں اترتا تھا۔ یہاں آکر ہم نے پلوٹس کو جو سب سے بڑا شقی ہے دیکھا۔

ساتواں بند

خلاصۂ کلام

اس بند میں ڈانٹے دوزخ کے چوتھے طبقے میں اپنا داخلہ بیان کرتا ہے۔ یہاں آتے ہی دیکھا کہ پلوٹس متعین ہے یہاں حکم قضا سے مجبور ہو کر مسرف اور حریص اپنی اپنی سزا سننے کو حاضر ہیں۔ سزا یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے وزنی

پتھر سخت و سُست الفاظ بکتے ہوئے ایک دوسرے پر پھینکیں۔ اس حالت کو دیکھکر ورجل اس بات کو ثابت کرنے کا موقع پاتا ہے کہ جو مال و متاعِ خوش بختی کی نگرانی میں رکھا جاتا ہے وہ کیسا فضول اور بیکار ہے۔ اتنا سنکر ڈانٹے ورجل سے پوچھتا ہے کہ جس خوش بختی کا نام لیا ہو وہ کیا چیز ہے۔ ورجل ڈانٹے کے اس سوال کو حل کر دیتا ہے۔ اور اب یہ دونوں دوزخ کے پانچویں طبقے میں اترتے ہیں۔ یہاں ڈانٹے دیکھتا ہے کہ ایسے لوگوں کی رُوحوں پر جنہوں نے دُنیا میں اپنے قلب کو غیظ و غضب سے بھر رکھا تھا یا جو افسردہ دل رہ کر جیتے تھے اُن پر اسٹیجا کی سیاہ جھیل میں کیسے کیسے عذاب ہو رہے ہیں۔ اس جھیل کے بڑے حصے کے گرد چکر لگا کر وہ آخر کار ایک بڑے رفیع الشان مینار کے نیچے پہونچے ہیں۔

"افسوس افسوس۔ او شیطان۔ شیطان" یہ الفاظ تھے جو حالتِ خوف میں پلوٹس کی زبان سے کھرکھراتی ہوئی آواز میں سُنے گئے۔ اس پر میرے اُستاد ورجل نے جسے کسی بات پر بھی حیرت نہ ہوتی تھی مجھ سے کہا "ڈرو نہیں اور نہ خوف سے خود کوئی نقصان اُٹھاؤ۔ اور یقین مانو کہ اس پلوٹس میں ہرگز کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو اس پہاڑ سے نیچے اُترنے میں ہماری مزاحم ہوسکے" اتنا کہہ کر ورجل نے پلوٹس سے کہا "خاموش اے گرگِ ملعون خاموش۔ جو قہر و غضب تیرے سینے میں بھرا ہے وہ خود تجھ کو اندر ہی اندر جلا کر خاک کرے گا۔ اس قعرِ ظلمت سے ڈانٹے کا گذرنا بلا سبب نہیں ہے کیونکہ عرش پر جہاں رئیس الملائکہ (میکائیل) نے شیطانِ متکبر پر غضبِ الٰہی نازل کیا تھا اور ظالم شیطان اس طرح گرا تھا جیسے ہوا سے پھولے بادبان مستول کے دفعتاً ٹوٹنے سے فرش پر گرتے ہیں۔ اسی عرش پر حکم نافذ ہوا ہے کہ ڈانٹے اس ظلمت میں سے گذرے"

اس طرح ہم نیچے اترتے ہوئے چوتھے پہاڑ کی لگر پر پہونچے۔ گویا اُس ہیبت ناک ساحل پر آگئے جس نے تمام کائنات کے آلام و مصائب کو گھیر رکھا تھا۔ اے عدلِ خداوندی کہ جو سب پر قادر و حاوی ہے تو نے کیسے نئے نئے درد و عذاب کے تودے اور انبار جن کو میں یہاں دیکھ رہا ہوں لگا رکھے ہیں۔ معلوم نہیں ہم سے کونسا ایسا گناہ ہوا تھا جو یہاں لائے گئے، اور ہمارا یہ حال ہوا جیسے چیریدیس کی جھیل پر ایک موجِ تند و تیز مخالف موج سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ اور انہی شدید موجوں کے رقص میں یہ بدبخت نسل پاکوباں اور دست برافشاندہ رہے۔ اس بدبخت نسل کو جس کثرت سے میں یہاں دیکھتا ہوں کہیں اور نہیں دیکھا۔ ہر سمت سے چیختے چلاتے غول کے غول سینے کا زور لگا کر بڑے بڑے وزنی پتھر غول مخالف پر گراتے ہیں۔ ایک غول کریہہ آواز میں کہتا ہے "تم کیوں مال پر ایسی سختی سے قبضہ رکھتے ہو" دوسرا غول جواب میں کہتا ہے "تم کیوں مال کو اس طرح بیدریغ ضائع کرتے ہو" اور یہی فقرے بُغض و عناد کا ایک راگ بجاتے ہیں جس کا زیر و بم اس طبقے میں ہر طرف سنائی دیتا ہے۔ رُوحوں کے غول جو ہمارے دائیں بائیں جھیل کے پار کھڑے تھے انہوں نے جھیل کی پُرخطر گولائی کو طے کیا۔ اب ایک غول دوسرے غول کے محاذ آگیا۔ اور بیچ میں جو جگہ خالی رہی وہاں ایک غول نے دوسرے غول سے لڑنا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھکر میرے دل پر اندوہ و غم کا ایک تیر سا لگا۔ اور میں نے اپنے اُستاد ورجل سے کہا کہ "اے ہادی بتائیے کہ یہ نسل کونسی ہے۔ کیا وہ گروہ جس کے سر مُنڈے ہیں اور ہمارے بائیں ہاتھ کو کھڑا ہے کلیسہ سے خارج ہے؟!"

ورجل نے فوراً جواب دیا "دُنیا میں یہ لوگ کچھ ایسی بگڑی اور بے پروا طبیعتیں رکھتے تھے کہ انہوں نے دولت کا صرف بجا طور پر نہیں کیا جیسا کہ خود اُن کے بیان سے جو اس طبقے کے اختتام پر آتے ہی کرتے ہیں اور وہاں جن کا گناہ اس کے برعکس ہوتا ہے اپنا غول علیحدہ کر لیتے ہیں۔ کلیسہ سے خارج وہ لوگ ہیں جن کے سروں پر اُدنی قلنسوہ نہیں ہیں۔ ان میں وہ بابا اور کردینال شامل ہیں جن پر حرصِ دُنیا غالب تھی" میں نے کہا کہ "ان میں بعض ضرور ایسے

ہوں گے جن کو میں پہچان لوں گا۔" اس پر ورجل بولا کہ "تمہارا یہ خیال باطل ہے۔ ان کی ذلیل زندگی پہلے ایسی تھی کہ جس نے ان کو خبیث اور دُوئی بنائے رکھا اور اب اُن کی صورتیں ایسی سیاہ اور تیرہ ہوئی ہیں کہ کوئی اُن کو پہچان نہیں سکتا۔ یہ لوگ ہمیشہ ایسے ہی سخت عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ اور جو ابھی تک اپنی قبروں میں پڑے ہیں جب وہاں سے اُٹھیں گے تو ان کی مٹھیاں بندھی ہوں گی۔ اور وہ جن کے سر منڈے ہیں وہ ہیں جنہوں نے دُنیا کو اُس کی حسین چیزوں سے محروم کیا تھا جو کچھ انہوں نے دیا وہ بُری جگہ دیا اور جو کچھ رکھا وہ بُری طرح رکھا۔ اور آخرکار وہ اِس فتنے میں مُبتلا ہوئے اور یہ فتنہ ایسا تھا کہ میں کتنا ہی زورِ قلم لاؤں اس کے



بیان سے قاصر رہوں گا۔ اور اے فرزند کتنے کم وقت کیلئے اور کیسا ناپائدار وہ مال و متاع ہے جو خوش بختی کی سپردگی میں دیا گیا ہے۔ اور جس کیلئے بنی نوع انسان اسقدر پیچ و تاب میں رہتے ہیں:

کرۂ قمر کے نیچے اس زمین پر جس قدر سیم و زر اس وقت ہے یا پہلے کبھی تھا وہ کافی نہیں کہ ان میں سے ایک کے لئے بھی چین اور راحت مول لے سکے۔" اس پر میں نے ورجل سے پوچھا "جس خوش بختی کا آپنے نام لیا ہے وہ کیا چیز ہے، اور وہ کیا ہے جس نے دُنیا کی اتنی نعمتوں کو اپنے چنگل میں دبوچ رکھا ہے؟" ورجل بولا کہ "اے اندھوں یہ تم پر کیسی جہالت چھائی ہے۔ اب جو کچھ میرا فیصلہ ہے وہ سُنو، اور اُس پر غور کرو۔ وہ ذات پاک جس کی عقل تمام مخلوق میں سب پر فائق ہے اُس نے اُن کو حکومت کرنے کے اختیارات ایسے عطا کئے کہ وہ ایک دوسرے کی ہدایت مساوی طور پر اس طرح کریں جیسے فضا میں ہر کُرّے کا نصف حصہ اپنی روشنی دوسرے کُرّے کے نصف حصّے پر پہونچاتا ہے اور اسی طرح اُس کے حکم سے دُنیا کی روشن صورتوں کو حکومت نگرانی اور انتظام کرنے کے اختیارات بخشے گئے ہیں۔ یہ اختیارات وقت موعود پر ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک خاندان سے دوسرے خاندان پر دُنیا کے باطل فوائد و فضائل کو منتقل کر دیتے ہیں۔ اور اختیارات کا منتقل ہونا انسان کی بہترین عقل اور احتیاط سے ماوراء ہے۔ کبھی ایک قوم صاحب اختیار ہوتی ہے کبھی دوسری قوم معرض زوال میں آتی ہے جیسا کچھ اُس کے بخت و نصیب میں مخفی ہوتا ہے اور یہ اس طرح مخفی ہوتا ہے جیسے کہ سبزے میں سانپ کا لہراتا جسم مخفی ہو۔ بخت و نصیب کے مقابلے میں کوئی چیز بھی نہیں چلتی۔ بہتر سے بہتر عقل و تدبیر بھی اس کے سامنے بیکار ہے۔ بخت و نصیب بڑی دور اندیشی سے انصاف کرتا ہے اور وہ اپنی اقلیم میں ایسا ہی فرمانروا ہے جیسے دیگر ربانی قوتیں اپنی اپنی قلمرو میں حکومت کرتی ہیں۔ ضرورت کے تحت اس کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور جو اس کا منظور نظر بننا چاہتا ہے وہ خود اس کے پاس حاضر ہوجاتا ہے۔ یہی بخت و نصیب جس کو وہ لوگ بھی بُرا کہتے ہیں جن کا فرض ہے کہ اس کی تعریف کریں اور لوگ اس کو غلط طور پر مطعون کرتے ہیں اور اس کی نسبت سخت سُست الفاظ زبان پر لاتے ہیں لیکن بخت و نصیب متبرک کئے گئے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اپنے مطعون کرنے والوں کی پروا نہیں کرتے۔ اور نعمتوں اور برکتوں میں خوش خوش وہ اپنے ہی عالم میں رہتے ہیں اور اپنے نشاط و مسرت

میں سب کا بے پرواہیں۔ اب ہم اپنے راستے میں جوں جوں نیچے اُترتے ہیں رنج وعذاب زیادہ دیکھتے ہیں۔ ستارے جو ہمارے داخلہ کے وقت طلوع ہو رہے تھے، اب غروب ہوتے چلے ہیں۔ اور اب وہ ہمیں زیادہ قیام کی اجازت نہیں دیتے۔ اب ہم اس دائرے سے نکل کر ایک دوسرے پہاڑ پر آتے ہیں یہاں ہم ایک کنواں دیکھتے ہیں جس سے پانی اُبل کر ایک خندق میں آتا ہے، کنویں اور خندق دونوں کی سوت ایک ہے۔ یہ پانی ایسا سیاہ ہے کہ اُس کی سیاہی کو کوئی دوسری سیاہی نہیں پہونچتی۔ اب ہم اس سیاہ پانی کے کنارے کنارے چلے۔ اور ایک دوسرے راستے سے وہاں داخل ہوئے جہاں نیچے ایک جھیل تھی جس کا نام اسٹائکس تھا۔ یہ جھیل دُور اپنے کناروں تک جو بوسیدہ چٹان کے تھے پھیلی چلی گئی تھی۔ میں یہاں ایک مقام پر کھڑے ہو کر غور سے دیکھتا رہا۔ جھیل کی سیاہ اور غلیظ دلدل میں ایک کثیف اور ناپاک قوم کو دیکھا کہ وہ بالکل برہنہ کیچڑ میں پڑی ہے، اس کی آنکھوں میں غصہ اور قہر بھرا ہے۔ یہ فقط اپنے ہاتھوں ہی سے کام نہیں لیتی بلکہ اپنے سر اور سینے، پاؤں اور دانتوں سے بھی کاٹ کاٹ کر دوسروں کے ٹکڑے اُڑانے میں مصروف ہے۔ میرا اُستاد ورجل بولا "دیکھتے ہو، یہ اُن لوگوں کی روحیں ہیں جنہوں نے دُنیا کی زندگی میں غصے اور قہر کو اپنی طبیعت پر غالب رکھا تھا۔ اور یقین مانو کہ اس سیاہ پانی کے نیچے روحوں کا ایک غول اور ایسا ہے جس کی آہیں بلبلے بن کر سطح آب پر آتی ہیں اور تمام سطح پر ایک جنبش اور لرزہ پیدا کرتی ہیں اور یہ تم خود دیکھتے ہو کہ جدھر نظر اُٹھتی ہے یہی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ دلدل اور کیچڑ میں غرق یہ روحیں کہتی ہیں کہ "ایک زمانہ تھا کہ ہم وہاں بھی افسردہ خاطر رہا کرتے تھے جہاں آفتاب کا نور ہوا کو خوشگوار اور روشن رکھتا تھا۔ ہم اپنے قلب میں ایک طرح کی کاہلی اور سستی کا ایک غبار بھرا دیکھتے تھے۔ اور اب اس کالی اور غلیظ کیچڑ میں بھی ہم افسردہ دل اور رنجیدہ خاطر رہتے ہیں۔"

یہ دردناک باتیں اُن کے گلوں سے اس طرح نکلتی تھیں جیسے کوئی غرارہ کرتا ہو اور کوئی لفظ صاف سمجھ میں نہ آئے۔ اب ہم نے اس سیاہ جھیل کے خشک ساحل اور اُس کے ناپاک پانی کے درمیان جو قوس پڑتا تھا اس کو طے کیا اور نیچی نگاہ سے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے جو کیچڑ میں پڑے تھے چلے اور جب تک ایک ویران قلعے کے بلند بُرج کے نیچے نہیں پہونچے کہیں بیچ میں نہیں ٹھہرے۔

آٹھواں بند

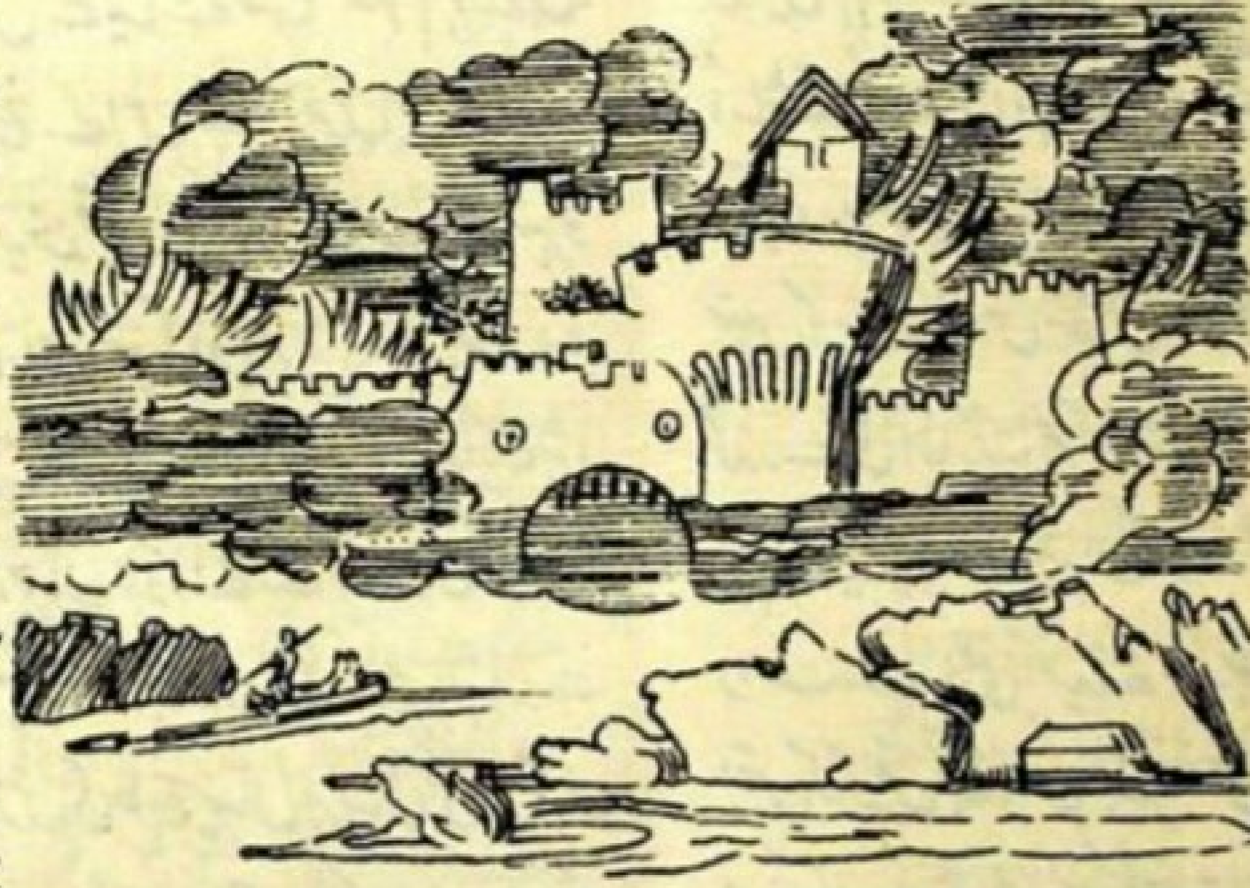
خلاصۂ کلام

قلعہ کے بُرج سے ایک نشان ظاہر ہوتا ہے۔ فلے گیاز جھیل کا کشتی بان اپنی ناؤ میں بیٹھ کر تیزی سے جھیل کو عبور کرتا ہے اور ناؤ میں ورجل اور ڈانٹے فلیپو ارجنی سے ملتے ہیں۔ فلیپو ارجنی کا غیظ وغضب شاعر بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں ڈِس کے شہر میں آتے ہیں۔ شہر میں اُن کو داخلہ نہیں ملتا۔ اور بہت سے شیاطین شہر کا دروازہ بند کر دیتے ہیں۔

قصہ جہاں سے چھوڑا تھا میں سے پھر شروع کرتا ہوں۔ ہم اُس اُونچے بُرج کے نیچے پہونچے ہی تھے کہ ہماری نگاہ اُس کی چوٹی پر پر پہونچی اور ہم نے دیکھا کہ وہاں دو قندیلیں لگی ہیں۔ اور ایک اور قندیل شعاع پھینک کر اتنی دُور سے اشارہ کرتی تھی کہ ہم اس شعاع کو بمشکل دیکھ سکتے تھے۔ اب میں نے اس سرچشمۂ علم وفضل یعنی اپنے اُستاد ورجل سے مخاطب ہو کر سوال کیا "بتایئے کہ یہ اشارے جو شعاعوں سے کئے جاتے ہیں ان کے کیا معنی ہیں۔ اور وہ دوسری روشنی جواب کے لئے کیوں قائم کی گئی ہے۔ اور یہ انتظام کس غرض سے ہے؟" ورجل نے جواب دیا کہ "اگر کہر اور غبار نے جو یہاں کی مرطوب سطح سے اُٹھ رہا ہے کوئی حجاب پیدا نہیں کیا تو اس جھیل کے سیاہ اور گندے پانی پر جو کچھ ہونے والا ہے اُس کو تم خود دیکھ لوگے۔" اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھوٹی سی ناؤ بڑی تیزی سے آرہی ہے۔ اُس کی

تیزی اور سرعت اس بلا کی ہے جیسے تیر کمان سے چھوٹا ہو۔ ناؤ کا نگہبان صرف وہی ہے جو اس کو چلاتا ہے۔ اس ناؤ والے نے دُور ہی سے چلا کر کہا "اے ظالم رُوح تو آگئی" اس پر ورجل نے کہا "فلے گیاس، اس وقت تو ناحق بڑبڑا چلا جاتا ہے۔ ہم تیرے قبضے میں اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اس گندی جھیل پر سے گذر نہ لیں۔" فلے گیاس نے ورجل کی بات اس طرح سُنی جیسے کسی کا کوئی سخت نقصان ہوا ہو اور وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا در پئے انتقام ہو۔ جب ناؤ قریب آئی تو پہلے میرے آقا ورجل نے اپنا قدم اس میں اتارا اور مجھ سے کہا کہ "تم بھی آؤ اور میرے قریب بیٹھ جاؤ۔" جب تک میں ناؤ میں نہ بیٹھ لیا کشتی روانگی کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ جب ہم دونوں کشتی میں بیٹھ گئے تو پھر یہ پرانی ناؤ موجوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی، اور ہماری سواری کی وجہ سے ناؤ معمول سے زیادہ پانی میں دب کر چلی۔ ہم ناؤ میں بیٹھے جھیل پر چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک شخص کیچڑ میں لتھڑا میرے سامنے آیا۔ اور مجھ سے پوچھنے لگا "تم کون ہو کہ اپنے وقت معین سے پہلے (یعنی مرنے سے پہلے) یہاں آگئے ———" میں نے کہا "گو میں یہاں آیا ہوں مگر ٹھیرونگا نہیں۔ لیکن اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو کہ اس قدر ناپاک اور غلیظ ہو رہے ہو" اس نے فوراً جواب دیا "جیسا کہ تم دیکھتے ہو میں وہ ہوں جو رنج و عذاب میں گرفتار ہوں" اس کا جواب میں نے یہ دیا "رنج و عذاب درد و تکلیف میں اے ملعون رُوح تو اسی طرح مُبتلا رہ۔ گو تو اس وقت کیچڑ اور گندگی میں لتھڑی ہوئی کھڑی ہے مگر میں تجھے خوب پہچانتا ہوں"

اتنا سُن کر اُس نے اپنا ہاتھ ناؤ کی طرف بڑھایا۔ اس پر میرے دانا اور عاقل اُستاد نے جو اُس کے حال سے واقف تھا یہ کہکر اُس کو پیچھے کو دھکا دیا "دُور ہو بدبخت، نیچے گر کر انہی کتوں میں جا کر مل جن پر کا تو ہے" پھر ورجل نے اپنی باہیں میرے گلے میں ڈال کر میرے رخسار کا بوسہ لیا اور کہا کہ "تیرا اس لعین کو اس قدر ذلیل و خوار سمجھنا بالکل بجا و درست تھا۔ خوش نصیب تھی وہ ماں جس نے تجھ کو اپنے شکم میں رکھا تھا۔ یہ خبیث رُوح اُس کی ہے جو اپنی پہلی زندگی میں غرور اور نخوت میں شہرۂ آفاق تھا۔ اور اب دُنیا میں جب وہ یاد کیا جاتا ہے تو کوئی نیکی اس کی یاد کو درخشاں نہیں کرتی۔ یہاں بھی تو نے اسکے عکس اور سائے کو دیکھا کہ وہ کیسا مُبتلائے قہر و غضب ہے۔ یہاں سے اُوپر دُنیا میں کیسے مقتدر اور زبردست بادشاہ ہیں۔ مگر جب وہ یہاں آئیں گے تو وہ سوروں کی طرح کیچڑ میں لوٹتے نظر آئیں گے۔ دُنیا میں بے عزتی اور بدنامی کو وہ اپنی یادگار چھوڑیں گے"



اب میں نے اپنے مہربان اُستاد ورجل سے عرض کیا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اس جھیل سے نکلنے سے پہلے میں اس کو اس کیچڑ اور لتھڑ میں آلودہ دیکھوں" ورجل نے کہا کہ "ساحل ہمیشہ تیری نظر کے سامنے رہے گا۔ تیری یہ آرزو جو پوری ہونے کے لائق ہے پوری ہوگی" ورجل کے منہ سے پوری بات نکلی بھی نہ تھی کہ اس چپکی ہوئی گندگی کیچڑ والے غول نے ورجل پر اس زور سے حملہ کیا کہ جس وقت اُس کے انجام پر غور کرتا ہوں تو خدا کا شکر اور اسکی حمد بجا لاتا ہوں۔

اب یہ غول چلایا کہ "چلو فلیپو ارجنتی کے پاس" اتنا سُنکر فلیپو ارجنتی اپنے ہی دانتوں اور کچلیوں سے اپنی بوٹیاں اُڑانے لگا۔ فی لیپو کو ہم نے اسی حال میں چھوڑا اور اب میں اُس کا ذکر کچھ اور نہ کرونگا"

اب دفعتاً میرے کانوں میں رونے پیٹنے کی آواز آئی میں نے

نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔ میرے اُستاد ورجل نے مجھ سے کہا کہ "اے فرزند اب ہم اس شہر کے قریب آگئے ہیں جس کا نام ڈِس ہے، اس کے رہنے والے متین اور صاحبِ وقار ہیں اور وہ کثرت سے ہیں اور زبردست ہیں۔" میں نے کہا "درست ہے۔ یہ وہی شہر ہے جس کے میناروں کو نظر دیکھ رہا ہوں کہ اُن کا رنگ نہایت سُرخ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُن کا رنگ سُرخ کیا گیا ہے۔" ورجل بولا کہ "اس شہر میں آتشِ ازلی جل رہی ہے اور اُسی کے عکس سے مینارے سُرخ معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دوزخ کے اس طبقۂ زیریں میں ہم گہری خندقوں کے بیچ میں ہیں اور یہ خندقیں اس دردو عذاب کے شہر کو چاروں طرف سے احاطہ کئے ہیں۔ اس شہر کی دیواروں کو دیکھو تو وہ فولاد و آہن کی نظر آتی ہیں۔" اب ہم نے ناؤ میں بیٹھے ہوئے ایک بڑا چکّر کاٹا اور ایک مقام پر آئے جہاں ناؤ والے نے کہا "بس اُترو۔ سامنے شہر کا دروازہ ہے۔" میں نے دیکھا کہ دروازے میں ہزار سے زیادہ رُوحیں جو عرش سے بارش کی طرح یہاں برسائی گئی ہیں وہاں موجود ہیں۔ اور اُن کے چہروں سے غصّہ اور عتاب ٹپک رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر یہ روحیں چلائیں "یہ کون ہے جو بغیر موت کا ذائقہ چکھے اس ملکِ فنا میں آیا ہے۔" میرے عاقل و فرزانہ اُستاد نے ان رُوحوں سے کہا کہ "میں تم سے علیحدہ بات کرنی چاہتا ہوں۔" اتنا سُن کر ان رُوحوں کے قہر و عتاب میں کچھ کمی ہوئی۔ اور اُنہوں نے جواب دیا۔ "اگر علیحدہ بات کرنی چاہتے ہو تو ہمارے پاس تنہا آؤ۔ اور یہ دوسرا جو تمہارے ساتھ ہے اور جس کا داخلہ اس اقلیم میں نہایت دُشواری سے ہوا ہے اُس کو باہر اکیلا چھوڑ دو تاکہ وہ اس راستے سے جس کا اس کو علم نہیں ہے واپس جائے اور اگر راستے سے واقف ہے تو واپسی میں اس واقفیت کا ثبوت مل جائے گا۔ ورجل تجھکو ہمارے پاس کچھ قیام کرنا ہوگا۔ تو اپنے اس ساتھی کا اس تیرگی اور ظلمت کے مُلک میں رہبر بنا ہے۔"

ڈانٹے لکھتا ہے کہ اے پڑھنے والے تو قیاس کر سکتا ہے کہ ان نامبارک الفاظ کو سُن کر میری کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اب مجھ کو یقین ہوگیا کہ میں یہاں سے واپس نہ جاسکوں گا۔ میرا حالِ زار اور سقیم ہوگیا۔ اور میں کہنے لگا کہ "اے میرے محبّ و مخلص ورجل جس نے سات سے زیادہ مرتبہ میری حفاظت کی تھی اور شدید خطروں سے مجھے بچایا تھا دیکھ میرا حال کیسا اندیشہ ناک ہو رہا ہے اور میں کس درجے خطروں کا ہدف بنا ہوا ہوں۔ مجھ کو تو یہاں تنہا نہ چھوڑ۔ اگر یہ روحیں ہم کو آگے جانے سے منع کرتی ہیں تو ہم جدھر سے آئے ہیں اُلٹے قدم اُدھر ہی چلے جائیں گے۔" اتنا سُن کر میرے آقا اور رہبر ورجل نے جو مجھ کو یہاں تک لایا تھا جواب دیا۔ "ڈر نہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے اس سفر میں وہ مخل یا مزاحم ہو۔ کیونکہ یہاں سے گذرنے کی اجازت ہم کو سب سے بڑے حاکم کے دربار سے مل چکی ہے۔ تو کچھ دیر میرا انتظار یہاں کر اور اپنی تھکی ماندی طبیعت کو کچھ دیر راحت دے۔ اچھی اُمید رکھ اور جو میں کہتا ہوں اس کا یقین کر۔ یقین کر کہ میں تجھکو اس طبقۂ اسفل میں تنہا نہ رہنے دونگا۔" اتنا کہکر میرا آقا اور اُستاد مجھ سے رُخصت ہوا۔ میں اس شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ورجل نے ان روحوں کے پاس جاکر جو شرائط پیش کیے اُن کو میں سُن نہ سکا۔ لیکن گفتگو زیادہ دیر نہ رہی۔ کیونکہ دفعتاً ان دُشمنوں نے درہم برہم ہوکر شہر کا دروازہ ورجل پر بند کر دیا۔ جب اس طرح اُنہوں نے ورجل کو باہر کر دیا تو وہ آہستہ قدم میری طرف آیا۔ اس کی نظر زمین پر گڑی تھی۔ اور اس کی جبیں سے ہر قسم کا اعتماد اور اُمید رُخصت ہوئی تھی۔ آہیں بھر کر کہنے لگا۔ "کون تھا جس نے ہم کو اس دردو الم کی منزل میں جانے نہیں دیا۔" اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوکر بولا کہ "اس واقعہ پر مجھ کو غصّہ ضرور ہے لیکن خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ دُشمن اندر بیٹھے میری مزاحمت کے لئے کیسی ہی چالیں چلیں لیکن آخر کار فتح مجھی کو ہوگی۔ ان کی یہ گستاخی اور بے اعتنائی جو اُنہوں نے شہر کے دروازے پر جو بغیر زنجیر یا کُنڈی کے ابھی تک کھُلا پڑا تھا میرے ساتھ کی ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

روازے کی بلند پیشانی پر جو قاتل اور زہریلی عبارت تحریر ہے تم پڑھ ہی چکے ہو۔ ذرا دیکھو اس دروازے سے اسی طرف اس ڈھلان کے نیچے دوزخ کے طبقوں میں سے گذرتا ہوا وہ تن تنہا آرہا ہے جو اس سرزمین کو ہم پر کھول دیگا۔ (یعنی ہم اس میں داخل ہو سکیں گے۔)

نواں بند

خلاصۂ کلام

کسی قدر روک ٹوک اور جہنم کی قہر و غضب کی چڑیلوں کو دیکھنے کے بعد ایک فرشتے کی مدد سے ورجل اور ڈانٹے شہر ڈیس میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں ڈانٹے نے دیکھا کہ اہلِ بدعت کو اس طرح سزا دی جاتی ہے کہ اُن کی قبروں میں شدت کی آگ جل رہی ہے، اب ورجل اور ڈانٹے دونوں شہر ڈیس کی چار دیواری اور اُن قبروں کے بیچ سے جو راستہ جاتا تھا، اس پر آگے بڑھتے ہیں۔

جب ورجل واپس آیا تو اُس نے میرے چہرے کو خوف سے زرد دیکھکر اپنے چہرے کے آثارِ ناخوشی کو چھپایا۔ ورجل آتے ہی اس طرح کھڑا ہوا جیسے کوئی کسی آواز کے سُننے کا منتظر ہو۔ کیونکہ اس وقت اندھیرا زیادہ تھا اور سیاہ بادل اُمنڈ اُمنڈ کر زیادہ تیرگی پیدا کر رہے تھے، اس لئے ورجل کی نظر دور تک کام نہ دے سکتی تھی۔ ورجل بولا "ابھی تک یہی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس لڑائی کو فتح کریں لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو ہم کو اس کے لئے مدد پہونچنی چاہیئے۔ افسوس معلوم نہیں وہ مدد، جس کا وعدہ کیا گیا ہے، کب ملے گی"! جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے اس کلام کا انجام اس کے آغاز میں مخفی ہے کیونکہ جو بات اُس نے پہلے کہی تھی وہ اس کے مطابق نہ تھی جو بعد میں کہی تھی میں نے ورجل سے پوچھا کہ "اس دارالمحن والآلام میں، جہاں ہر قسم کی آفات و بلیات موجود ہیں، کیا اس کے سب سے نیچے طبقے میں کبھی کوئی شخص ایسا بھی اُترا تھا جو وہاں پہونچکر شیریں اُمید سے قطعی محروم نہ ہو گیا ہو"؟ ورجل بولا کہ "شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ جو سفر تو نے اسوقت اختیار کیا ہے وہ کسی نے اختیار کیا ہو۔ یہ سچ ہے کہ اس سے پہلے میں یہاں ایک مرتبہ آیا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ ساحرہ ایرکتو نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ ساحرہ جادو کے زور سے رُوحوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنا اپنا جسم اختیار کریں۔ مجھ کو اپنا جسدِ خاکی چھوڑے ہوئے زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ اس ساحرہ نے اسی شہر کی چار دیواری کے اندر مجھکو داخل کیا تاکہ میں یہودا کے حلقہ سے ایک رُوح کو باہر نکال لاؤں۔ یہودا والا حلقہ سب سے نیچے طبقے میں ہے اور یہ حلقہ گنبدِ روشن سے بہت ہی دُور ہے۔ پس میں یہاں کے راستے سے بخوبی واقف ہوں اور اس بارے میں مجھ کو قطعی اطمینان ہے۔ یہ جھیل، جس کے پانی سے ہر وقت زہر آلود عفونت پیدا ہوتی رہتی ہے، اس بلدۂ درد و عذاب کے گرد دوڑی ہوئی ہے اور جس میں کوئی شخص بغیر غم اور غصہ کے داخل نہیں ہو سکتا"۔ اس کے علاوہ اور باتیں بھی ورجل نے کیں مگر اسوقت میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں۔ کیونکہ جس وقت وہ بات کرتا تھا تو میری نگاہ کو بُرج کی بلند اور مشتعل چوٹی نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا تھا۔ یہاں مجھ کو آئے ہوئے ایک لمحہ گذرا ہوگا کہ مجھ کو جہنم کی ذہنیات خون میں آلودہ نظر آئیں۔ ان کے اعضاء کی قطع اور اُن کی حرکات سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ہیں۔ یہ قہر و غضب کی چڑیلیں تھیں۔ گہرے سبز رنگ کے سانپوں نے، جن کے کئی کئی سر تھے، ان کے جسم پر اپنے بل کس رکھے تھے۔ سر کے بالوں کی جگہ مار و کژدم ان کی کن پٹیوں تک لپٹے تھے۔ ورجل ان قہر و غضب کی چڑیلوں سے خوب واقف تھا جو اُس ملکۂ عذاب کی سہیلیاں بن کر اُس کے جلو میں چلتی تھیں۔ جن کی تکلیفیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ ورجل مجھ سے کہنے لگا "ذرا ان قہر و عذاب کی خشمگیں چڑیلوں کو تو دیکھو۔ ان میں جو بائیں طرف کھڑی ہے وہ میگیرا اور دائیں ہاتھ جو کھڑی رو پیٹ رہی ہے وہ ایلکتو ہے اور بیچ میں تسیفون ہے"۔ اتنی بات کہہ ورجل خاموش ہوا۔ ان چڑیلوں کا شغل

اس وقت یہ تھا کہ ایک دوسرے کی برہنہ چھاتی کو اپنے ناخنوں سے نوچتی تھی اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا سینہ بھی پیٹتی جاتی تھی۔ غرض اس بلا کا غل اور شور اُنہوں نے ڈال رکھا تھا کہ میں اندیشے اور خوف سے ورجل کو لپٹ گیا۔ اب ان چڑیلوں نے نیچے دیکھا اور سب مل کر چلائیں کہ "مدوسا جلدی آ کہ ہم اس کو پتھر کا بنادیں۔ ہم وہ ہیں کہ جب تھیسوس جیسے قوی اور طاقتور نے ہم پر حملہ کیا تو ہم نے اس سے بدلہ لینے تک کی پروا نہ کی۔"



اب ورجل نے مجھ سے کہا کہ "فوراً اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لے کیونکہ اگر گورگن (مدوسا) تجھ کو دکھائی گئی اور تو نے اُسے دیکھ لیا تو پھر دنیا کو واپسی غیر ممکن ہوگی۔" اتنا کہکر اس مہربان اُستاد نے ادھر سے پیٹھ کر کے مجھے کھڑا کر دیا۔ گو میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا مگر ورجل نے اس کو کافی نہ سمجھا اور اپنا ہاتھ بھی میری آنکھوں پر رکھ دیا۔ اے لوگو، جو ذہنِ رسا اور عقلِ سلیم رکھتے ہو، غور کرو کہ اس صوفیانہ اسلوب کی باریک ترکیب و بناوٹ میں کیا کچھ دولت علم مخفی ہے۔ دیکھو اور پرکھو۔ اتنے میں تڑپتی اور چمکتی موجوں سے ایک نہایت مہیب اور ہولناک آواز جیسے کوئی مضبوط دیوار ٹوٹ کر گرے، پیدا ہوئی۔ یہ آواز ایسی سخت اور مہیب تھی کہ جھیل کے ساحلوں پر زلزلہ آگیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا کا ایک سخت و شدید جھونکا بخاراتِ مخالف کے تصادم سے پیدا ہو کر جنگل پر آیا ہے، اور اُسکے درختوں کی شاخوں کو پوری قوت سے توڑ کر زمین پر گراتا ہے اور پھر ان کو اڑا کر دور پھینک دیتا ہے اور غیظ و عتاب کی حالت میں جس میں بگولے کی سی تیزی اور شدت ہوتی ہے اور جیسے خوف سے جانور اور گلہ بان بھاگے چلے جاتے ہیں، آگے بڑھتا ہے۔ اب ورجل نے میری آنکھوں پر سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ اور مجھ سے کہا کہ ذرا تو اس پرانی جھیل کے پانی پر نظر ڈال اور خاص کر وہاں دیکھ جہاں دھوئیں کے دل بادل تاریک اور سیاہ اوپر کو اُٹھ رہے ہیں اور وہاں روحوں کا یہ حال ہے جیسے مینڈک اپنے دشمن سانپ کو موج میں سے اپنی طرف آتے دیکھیں اور پانی سے جلد نکل کر خشکی پر اپنی ڈھیریاں لگا دیں، اسی طرح ہزار سے زیادہ روحیں وہاں غارت کی گئیں اور میں نے دیکھا کہ روحیں اس کے آگے آگے بھاگ رہی ہیں جو دوزخ کی اس جھیل پر بغیر اپنے پاؤں تر کئے چلا جاتا ہے اور یہاں کی ناپاک ہوا سے بچنے کے لئے اپنا بایاں ہاتھ چہرے پر پھیرتا ہے اور بار بار ایسا کرنے سے ظاہر تھا کہ صرف وہی یہاں کی بُری ہوا سے پریشان ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ یہ فرشتہ ہے جو آسمان سے بھیجا گیا ہے۔ ورجل میری طرف متوجہ ہوا اور اشارے سے کہا کہ اس فرشتے کے سامنے خاموش رہنا اور اپنا سر اسکے سامنے خم کرنا۔ میں کیا بیان کروں کہ اس نووارد فرشتے کے چہرے پر کیسا شریفانہ غصہ تھا۔ شہر ڈیس کے دروازے پر وہ آیا اور اُس نے اپنے عصا سے اس کو چھوا۔ دروازہ بلا تامل فوراً کھل گیا۔ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر فرشتے نے کہا: "اے عرش کے راندہ درگاہ جلا وطنو۔ اور اے گروہِ ذلیل و خوار جس سے نفرت کی گئی، تم میں یہ گستاخانہ اور بے ادبانہ سلوک کہاں سے آیا اور کیونکر تم اُس کے حکم کے خلاف چلے جس کے مقصد اور منشاء کو تم ہرگز نہیں ٹال سکتے۔ اور جس نے بار بار تم پر اپنا غضب نازل کیا۔ اگر تمہیں یاد ہو تو سوچو کہ تمہارے جہنم کے درندے سربیرس کے حلق اور شکم کی کھال مع بالوں کے کسنے کھینچ کر اُتار پھینکی اور اب تک اُسکے جسم سے یہ کھال اُتری ہوئی ہے۔" اتنا کہکر وہ

فرشتہ اس ناپاک راستے سے واپس ہوا پھر اُس نے کسی سے بات نہ کی۔ اس وقت اس فرشتے کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت سے فکر اس کو لاحق ہیں اور اُن کو انجام دینے کے تردّد میں ایسا گم ہے کہ جو اس کے سامنے کھڑا ہے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اب ہم نے اپنے قدم اس شہر کی طرف بڑھائے جو فرشتے کے مقدس الفاظ کی وجہ سے ہمارے لئے بالکل محفوظ مقام ہوگیا تھا اور شہر ڈِیس میں ہم بلا مزاحمت داخل ہوئے۔ مجھ کو شوق تھا کہ اس شہر میں جو چیزیں ہوں اُن کو معلوم کروں۔ بس شہر میں داخل ہوتے ہی میں نے اپنی نظر اِدھر اُدھر دوڑائی ہر طرف مجھکو بڑے بڑے میدان پھیلے نظر آئے جہاں ہر قسم کا درد و عذاب روحوں پر ہوتے میں نے دیکھا اور وہاں، جیسے کہ آرل کے میدان کا حال ہے کہ وہاں دریائے رودونہ میں پانی کی کمی سے ہر وقت تعفن پیدا ہوتی ہے۔ یا جیسا کہ پولا کا حال ہے جو خلیج کوانارد کے قریب ملک اٹالیہ کی سرحد پر قائم ہے اور وہاں ہزارہا قبریں ہیں، ایسی ہی اس شہر ڈِیس کی کیفیت ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پولا کے گورستان کو دیکھکر اتنی ہیبت پیدا نہیں ہوتی جیسے کہ اس شہر ڈِیس کی قبروں کو دیکھکر ہوتی ہے کیونکہ یہاں کی قبروں سے اِدھر اُدھر شعلے نکلتے نظر آتے ہیں اور وہ جو قبروں میں ہیں نہایت درد و اذیت کے ساتھ جلتے اور تڑپتے نظر آتے ہیں، اور یہ آگ ایسی تیز تھی کہ کسی آہن گر کو بھی لوہا گلانے میں ایسی تیز آنچ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ قبروں کے تعویذ اس طرح اوپر کو اُٹھے ہوئے تھے جیسے پیالے سے سرپوش اُٹھا ہو اور وہاں سے درد و اذیت کی ایسی آہیں جو حالت عذاب میں کسی کے مُنہ سے نکلیں، سُنائی دیتی تھیں۔ میں نے اپنے آقا ورجل سے دریافت کیا کہ "ان قبروں میں کون لوگ ہیں جن کی آہ و زاری ہمارے کان سُنتے ہیں؟" ورجل نے جواب دیا کہ "یہاں بڑے بڑے بدعتی گنہگار مع اپنے فریق کے تمام معتقدوں کے دفن ہیں اور ہر قبر میں اتنے مُردے دفن ہیں جس کا تم کو یقین آنا مشکل ہے۔ ہمجنس ہمجنس کے ساتھ ایک ہی قبر میں دبا ہے اور آگ بھی مختلف درجۂ حدت کی ہر قبر میں ہے۔" اتنا کہکر ورجل اپنے بائیں ہاتھ کو مُڑا اور اب ہم اُس راستے سے جس کے ایک طرف یہ مُردے عذاب میں تھے اور دوسری طرف شہر کی بلند فصیلیں کھڑی تھیں، چلے۔

دسواں بند

خُلاصۂ کلام

ڈانٹے نے ورجل سے اجازت حاصل کرکے فری ناٹا (گھی) اور کلاوا کانتی کلاوا کانتی سے تقریر شروع کی۔ یہ دونوں اپنی اپنی قبروں میں، جن میں آگ بھری تھی، لیٹے تھے۔ ان کی قبروں کے دہن کھلے تھے اور جب تک یوم جزاء نہ آئے گا وہ بدستور کھُلے رہیں گے۔ فری ناٹا پیشینگوئی کرتا ہے کہ ڈانٹے فلورنس سے شہر بدر کیا جائیگا۔ فری ناٹا کی تقریر سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں پر حکم سزا نافذ ہوچکا ہے ان کو مستقبل کا علم ہوتا ہے۔ لیکن زمانۂ حال میں جو کچھ گذرتا ہے اُس سے وہ لاعلم رہتے ہیں اور اس سے وہ اُسی وقت واقف ہوتے ہیں جب کوئی دُنیا سے آکر اُن کو واقف کرتا ہے۔

اب ہم ایک چور راستے سے، جو شہر کی فصیلوں اور ان عذاب گرفتہ روحوں کی قبروں کے درمیان تھا، گذرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آگے آگے اُستاد ورجل تھا اور پیچھے پیچھے میں تھا۔ اب میں نے ورجل سے عرض کیا: "اے خیر و نیکیٔ اعلیٰ، جو مجھ کو افلاک کے ان وسیع دائروں اور کُرّوں کی سیر کراتا ہے، اگر مرضی ہو تو کچھ کہہ اور میری آرزو پوری کر۔ ان قبروں میں جو رُوحیں پڑی ہیں کیا میں ان کو دیکھ سکتا ہوں۔ قبروں کے دہن کھُلے ہیں اور کوئی ان کا نگراں بھی موجود نہیں ہے؟" ورجل بولا کہ "یہ قبریں اُس دن بند ہونگی جس دن قبروں والے وادیٔ یہوسفط[1] سے

[1] یہوسفط معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں میں یہ عقیدہ

(بقیہ صفحۂ آیندہ)

واپس آئیں گے اور اس دن ان کے جسم، جن کو وہ اوپر (یعنی دُنیا میں) چھوڑ آئے ہیں، اُن کے ساتھ ہوں گے۔ گورستان کا یہ حصہ حکیم ابی قورس اور اس کے مقلدوں سے متعلق ہے جن کا عقیدہ تھا کہ جب جسم فنا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ رُوح بھی فنا ہو جاتی ہے۔ پس یہاں اے ڈانٹے جو سوال تو نے کیا ہے اور جو آرزو[۱] تو نے مجھ سے چھپائی ہے، دونوں کے متعلق تیرا اطمینان ہو جائیگا۔" میں نے جواب دیا کہ "اے میرے عزیز اور محترم ہادی! میں تجھ سے کوئی بات اپنے دل کی نہیں چھپاتا۔ البتہ اس خیال سے کہ تقریر میں طول نہ ہو اور یہ سبق تجھی سے مجھ کو ملا ہے، میں بات کم کرتا ہوں۔" اتنے میں یکایک ایک قبر سے آواز آئی کہ "اے تسکنی[۲]، جو اس شہر آتشیں سے زندہ گذر رہا ہے اور جسکو تقریر میں اس قدر احتیاط مد نظر ہے، کچھ دیر یہاں قیام کر۔ تیری بول چال سے تیرے وطن کا پتہ چلتا ہے اور تیرا مرز بوم وہ مبارک زمین ہے جس کے ساتھ، یہ ایک شدنی امر تھا کہ میں نے بُرا سلوک کیا تھا۔" اس آواز کو سُنکر میں خوفزدہ ہوا اور



کھسک کر ورجل کے قریب چلا آیا۔ ورجل نے مجھ سے کہا کہ "یہ تو کیا کرتا ہے؟ منہ اس طرف کر اور دیکھ کہ فری ناتا[۳] خود اپنی قوت سے کمر تک قبر میں نکلا کھڑا ہے اور اس حد تک اپنے جسم کو آگ کا نشانہ بنایا ہے۔ بس اس کی طرف دیکھ۔" اب مجھے محسوس ہوا کہ میرا چہرہ فری ناتا کے چہرے کی طرف پھر گیا۔ اسکی پیشانی کے بل اور سینہ کا تناؤ بتا رہا تھا کہ اس کو دوزخ کی بھی پروا نہیں ہے۔ اب ورجل نے بلا خوف اپنے ہاتھوں سے مجھکو قبروں کی طرف دھکیل کر فری ناتا کے قریب کر دیا اور مجھ کو تنبیہ کی کہ جو بات کہنا صاف کہنا۔ غرض جب میں فری ناتا کی قبر کی پائینتیوں کھڑا تھا تو اس نے میری طرف نظر کی اور بڑی بے اعتنائی کے انداز میں پوچھا کہ "تیرے باپ اور دادا کون تھے؟" میں نے فوراً بے کم و کاست جواب دیا، کوئی بات چھپائی نہیں۔ اس پر فری ناتا نے تیوری پر بل ڈالکر کہا کہ "تیرے بزرگ میرے اور میرے فریق اور اس خاندان کے جس کا میں ہوں سخت مخالف اور دُشمن تھے۔ دو مرتبہ[۴] میں نے ان کو فلورنس سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) عام تھا کہ آخری احکام جزا اور سزا وادیٔ یہوسفط میں صادر کئے جائیں گے "تب میں ساری قوموں کو اکٹھا کرونگا اور انکو یہوسفط کی وادی میں اُتار دوں گا۔ وہاں ان پر میرے گروہ اور میری میراث اسرائیل جنہیں انہوں نے قوموں کے درمیان پراگندہ کیا ہے اور میری سرزمین کو بانٹ لیا ہے خوب ثابت کرونگا۔" (یوایل۔ باب ۳۔ درس ۲)

۱؎ جو آرزو ڈانٹے نے ورجل سے بیان کی تھی وہ یہ تھی کہ حکیم ابی قورس کے مقلدوں سے وہ ملاقات کرے اور ان سے بات چیت کرے۔ ان معتقدوں میں فری ناتا دیگلی یوبرتی اور کلاوا کانتی کلاوا کانتی ہے۔ ۲؎ تسکنی ملک اٹلی کا ایک صوبہ اُس کے شمال جنوب میں ہے، فلورنس جہاں کا متوطن ڈانٹے تھا اس کا بڑا شہر ہے۔

۳؎ فری ناتا دیگلی یوبرتی، شہر فلورنس کا ایک شریف تھا، ور گبلین فریق کا سردار تھا۔ اس کی سرداری کا زمانہ وہ تھا جبکہ دریائے اربیا کے قریب مقام مونٹوپرتو پر فرقہ گبلین کو اپنے مخالف فریق گیولف پر قطعی فتح ہو گئی تھی۔ میچاولی اٹلی کا مشہور مصنف فری ناتا کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ نہایت شریف اور عالم طبع تھا اور حربی قابلیتوں میں بڑا درجہ رکھتا تھا۔ ۴؎ دو مرتبہ۔ یعنی ایک مرتبہ سنہ ۱۲۴۸ء میں اور دوسری مرتبہ سنہ ۱۲۶۰ء میں گبلین کے فریق نے گیولف کے فریق کو فلورنس سے شہر بدر کیا تھا۔

باہر نکال کر پراگندہ کیا تھا؟" اس پر میں بولا "لیکن ہر مرتبہ وہ فلورنس میں پھر آگئے۔ یہ کام ایسا تھا کہ خود تیری ترکیبوں نے ثابت کیا تھا کہ وہ اسکو سیکھنے میں زیادہ ہوشیار نہیں ہیں۔" اب قریب ہی کی ایک قبر سے ایک رُوح[1] نے جھانکا۔ سر پر اس کے خود تھا جس کا جبڑے والا تسمہ کھلا ہوا تھا۔ اس رُوح نے ٹھوڑی تک قبر سے اپنا سر نکالا۔ معلوم ہوتا تھا کہ قبر کے فرش پر وہ گھٹنے ٹیکے کھڑی ہے۔ اُس نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی اور معلوم کرنا چاہا کہ کوئی اور بھی (جس کا بڑے شوق اور آرزو سے انتظار تھا) میرے ساتھ ہے یا نہیں۔ جب یہ شوق اور ارمان پورا نہ ہوا تو آنکھوں میں آنسو لا کر کہنے لگی کہ "(اے ڈانٹے) اگر تو اپنے طبع عالی اور تبحر علمی کو چراغ ہدایت بنا کر اس زندانِ تاریک میں سے گذر رہا ہے تو بتا کہ میرا فرزند[2] کہاں ہے اور کیوں وہ تیرے ہمراہ نہیں ہے؟" میں نے اس کا جواب صاف دیا کہ "میں خود نہیں بلکہ میرا یہ محافظ اور رہبر مجھے اس اقلیم سے گذار رہا ہے اور یہ محافظ اور رہبر وہ ہے جس کو تیرا فرزند بنظر حقارت دیکھتا تھا۔" اس رُوح کے اندازِ گفتگو اور جس قسم کی سزا وہ پا رہی تھی، اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا کیا نام ہے اور اسی وجہ سے جو کچھ اس نے پوچھا اس کا صاف صاف جواب میں نے دیا۔ میرا یہ جواب سُنکر یہ رُوح اُچھل پڑی اور کہنے لگی کہ "یہ تو نے کیسے کہا کہ "وہ دیکھتا تھا" کیا میرا فرزند اب زندہ نہیں ہے؟" اتنا کہتے ہی وہ اپنی قبر میں چت گری اور گرنے کے بعد پھر نہ اُٹھی۔ میں اس وقت صاحب صولت و شوکت فری ناتا کی رُوح کے قریب کھڑا تھا۔ اس واقعہ کو دیکھکر اس کے چہرہ پر شکن تک نہ آئی نہ اس نے گردن ہلائی اور نہ اپنا تنا ہوا سینہ خم کیا۔ اور اس طرح جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ اپنی پہلی تقریر کے سلسلہ میں کہنا شروع کیا۔ "ڈانٹے تیرے اس کہنے سے کہ اس کام میں (یعنی فلورنس کے شہر بدر ہونے کے بعد جلاوطنوں نے بلا صعوبت شہر میں واپس آنے میں) زیادہ ہوشیاری نہیں دکھائی۔ مجھ کو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ اس قبر کے جلتے فرش سے بھی اتنی اذیت نہیں پہونچتی۔ لیکن سمجھ رکھ کہ اس عالم کی ملکہ (یعنی قمر) پچاس بار سے زیادہ اپنے مختلف رُخوں سے کرۂ زمین کو روشن نہ کرنے پائے گی کہ تجھ کو بھی اُن صعوبتوں کا تجربہ ہو گا۔ پر اب تو راحت و آسائش کی دُنیا میں لوٹ جا اور پھر مجھ کو بتا کہ یہ لوگ (یعنی فریقِ گیولف کے آدمی) کیوں اپنے قوانین میں میرے قرابت مندوں پر اس قدر سختی کرتے ہیں؟" میں نے کہا "اس سختی کا باعث وہ کُشت و خون ہے جس نے دریائے اربیا کی موجوں کو لالہ زار بنایا تھا۔" اتنا سُن کر فری ناتا نے ایک آہ سرد بھری اور کہا کہ "اس نزاع میں میں تنہا نہ تھا۔ گو حق بجانب تھا۔ اور یہ امر یقینی تھا کہ دوسروں کے ساتھ مجھکو بھی تحریک اور جنبش ہو لیکن جس وقت یہ تجویز ہوا کہ فلورنس کے شہر کو بالکل منہدم کر دیا جائے[3]، تو اس وقت تنہا میں ایسا شخص تھا کہ

---

[1] یہ رُوح کلاوا کانی کلاوا کانتی کی تھی۔ یہ بھی شہر فلورنس کا ایک شریف تھا۔ ڈانٹے نے اپنی ایک نظم میں اسکو اپنا اوّل درجے کا دوست کہا ہے۔ یہ فریق گیولف کا سردار تھا۔

[2] کلاوا کانی کلاوا کانتی کے فرزند کا نام گیدو تھا۔ ڈانٹے نے اپنی ایک نظم میں اس کو اپنا اوّل درجے کا دوست لکھا ہے۔ ایک اور نظم میں اس دوستی کے سرد ہونے کا حال بیان ہوا ہے۔ گیدو کے بعض مصنفوں نے لکھا ہے کہ وہ اتنا خلیق اور خوش مزاج تھا کہ ڈانٹے سے اسکی دوستی نبھ سکی۔ بیان ہوا ہے کہ گیدو کی طبیعت لطیف اور فلسفیانہ تھی لیکن وہ زیادہ نازک اور باریک بین بھی نہ تھی۔ ایک اور تصنیف میں بیان ہوا ہے کہ گیدو ایک نوجوان شریف تھا لیکن طبیعت میں تکبر اور دوسروں کو بنظر حقارت دیکھنے کا مادہ ضرور تھا۔ اسی وجہ سے وہ تنہائی اور مطالعہ میں زندگی بسر کرتا تھا۔ ورجل کے بڑے مداحوں میں وہ نہ تھا۔ اس کا انتقال یا تو حالت جلاوطنی میں ہوا یا ۱۳۰۰ء میں فلورنس میں واپس آکر ہوا۔ گیدو فلسفہ و حکمت کا زیادہ شائق تھا۔ شاعری سے اس کو زیادہ مناسبت نہ تھی۔ ورجل کے کلام کی وہ زیادہ تعریف نہ کرتا تھا۔

[3] گبلین کے فریق نے ایک مجلس امپولی میں منعقد کی اور بہ اتفاق رائے تجویز کیا کہ صوبہ ٹسکنی میں گبلین کی سیادت قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ فلورنس کو منہدم کر دیا جائے تاکہ جو لوگ کلیسہ کے حامی ہیں اُن کو خوف ہو۔ اس وقت فلورنس میں گیولف کا فریق زور پر تھا۔ ایک خوبصورت شہر کو منہدم کرنے کی یہ ظالمانہ تحریک (بقیہ صفحہ آئندہ)

جس نے اس تجویز پر عمل کرنے سے علانیہ لوگوں کو منع کیا: تاکہ تیری اولاد آرام و آسائش پاتی رہے؟ اس پر میں نے فری ناتا کو قسم دے کر کہا کہ "جیسا تُو نے اس عقدے کو حل کیا ہے اسی طرح میرے دل کی ایک اور گرہ کو بھی کھول دے۔ کیا یہ بات سچ ہے جیسا کہ میں سُنتا ہوں کہ زمانہ جو باتیں آئندہ پیش لانے والا ہے اس کا علم تم کو پہلے سے ہو جاتا ہے لیکن حال میں جو گذر رہا ہے اس سے تم بے خبر رہتے ہو؟" فری ناتا نے جواب دیا کہ "ہم اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی ناقص بصارت والا دیکھے۔ جو چیزیں بہت فاصلے سے اور قادر مطلق کی شانِ کبریائی کا جلوہ دُور سے دکھاتی ہیں، وہ ہم کو نظر آتی ہیں۔ لیکن جب یہی چیزیں ہمارے قریب ہوتی ہیں تو ہمارا ادراک ان کا علم حاصل کرنے سے بالکل قاصر رہتا ہے۔ اس کے علاوہ دُنیا میں جو کچھ تم پر گذرتا ہے اس کا علم ہم کو نہیں ہوتا۔ البتہ دُنیا سے آکر وہاں کی باتیں اگر کوئی ہم کو بتائے تو وہ ہم کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ پس اس سے تم کو سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا جو کچھ ہے وہ مستقبل پر دروازہ بند ہوتے ہی محو ہو جائے گا۔" ڈانٹے کہتا ہے کہ اب مجھ کو اپنے قصور کا علم ہوا اور اس پر ندامت ہوئی۔ میں نے فری ناتا کی رُوح سے کہا کہ "آپ اس رُوح سے جو ابھی اپنی قبر میں چت گری تھی کہہ دیں کہ اس کا فرزند ابھی تک زندہ ہے اور یہ بھی کہہ دیں کہ اسکے سوال کا جواب دینے میں مجھے اسوجہ سے توقف ہوا تھا کہ اس وقت میرا ذہن دوسرے خیالات میں مصروف تھا اور میں ان عقدوں کا حل سوچتا تھا کہ جو فری ناتا کی مدد سے اسوقت حل ہوئے۔ لیکن دیکھو اب میرا آقا ورجل مجھکو واپس بُلا رہا ہے۔" میں نے فری ناتا سے پوچھا کہ "اور کون تیری قسمت کا شریک ہوا؟" اس نے جواب دیا کہ ایک ہزار سے زیادہ میرے ساتھ اسی حال میں یہاں پڑے ہیں۔ اندر فریڈرک ثانی اور کرڈینال ہے اور باقی جسقدر ہیں اُنکے نام میں نہیں بتاؤنگا۔" اتنا کہکر فری ناتا کی رُوح میرے سامنے سے ہٹ گئی۔ یہ دیکھکر میں اپنے اُستاد ورجل کی طرف چلا۔ راستہ میں فری ناتا نے جو خبر میری جلاوطنی کی بطور پیشین گوئی کے دی تھی۔ اسکو سوچتا رہا۔ ورجل آگے بڑھا اور چلتے میں پوچھا کہ وہ کیا بات ہے جس نے تیرے حواس اس وقت گم کر رکھے ہیں۔ میں نے اسکے سوال کا جواب دے کر اُسکو اطمینان دلایا۔ ورجل نے سُن کر مجھکو ہدایت کی کہ جو کچھ تو نے سُنا ہے کہ تجھکو کیا نقصان پہونچنے والا ہے، اس کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھ۔" اتنا کہکر ورجل نے اُنگلی اُٹھائی اور کہا کہ جب تو اس نور کے سامنے آئے گا جس کی چشم روشن تیرے حال کی ہمیشہ نگراں رہی ہے، تو وہ بتا دیگی کہ تجھ کو آئندہ کیا کرنا ہوگا۔ اتنا کہکر ورجل نے اپنا رُخ بائیں ہاتھ کو کیا۔ جب ہم فصیلوں سے نکل کر اس راستہ پر پہونچے، جو ایک وادی کو جاتا تھا؛ تو ہم ایک میدان کے بیچ سے گذرے جو بلندی پر تھا مگر باوجود اس بلندی کے وہاں عفونت موجود تھی۔

گیارھواں بند

خلاصۂ کلام

ڈانٹے ایک بلند پہاڑی سلسلہ کی چوٹی پر بالکل اس کے کنارے پہونچتا ہے اس پہاڑی سلسلہ میں نوکیں نکلی ہوئی

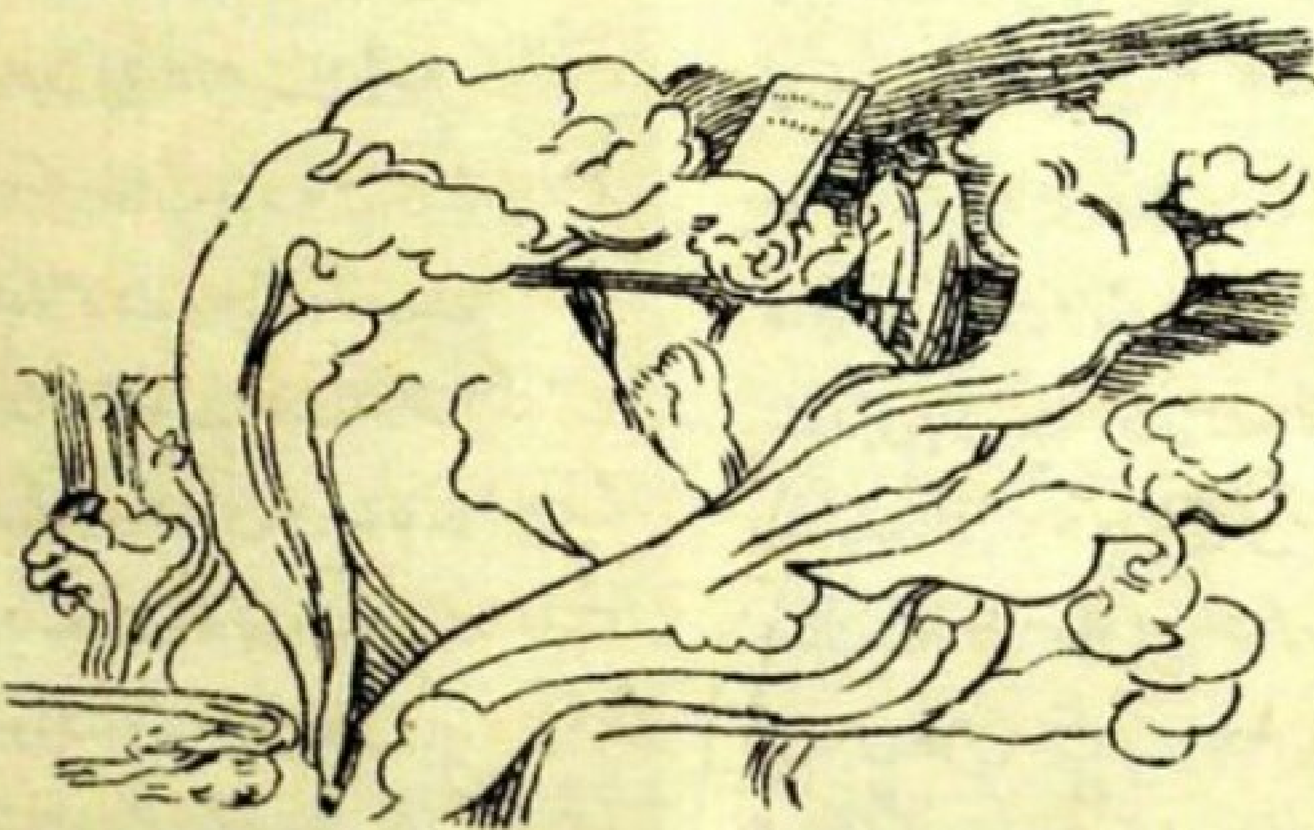
(بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) ایسی تھی کہ جس کی مخالفت نہ صرف شہر والوں نے کی اور نہ ان کے دوستوں نے۔ صرف فری ناتا وہ شخص تھا جس نے علانیہ مخالفت کر کے تحریک کو نہ چلنے دیا۔ اور کہا کہ میں نے جس قدر سختیاں اور خطرات اب تک جھیلے ہیں وہ صرف اس لئے تھے کہ اپنے آخری دن اپنے وطن میں گذار دوں۔ ۱ کلاداکانتی نے جب ڈانٹے سے اپنے فرزند کی نسبت پوچھا کہ وہ زندہ ہے تو اس نے اسکے جواب میں تامل کیا جس سے کلاداکانتی سمجھا کہ اس کا فرزند اب زندہ نہیں ہے۔ ۲ اس رُوح سے مراد کلاداکانتی کی رُوح ہے۔ ۳ یعنی گیدو پسر کلاداکانتی۔ ۴ شہنشاہ فریڈرک ثانی سے مراد ہے جو ۱۲۵۰ء میں فوت ہوا۔ ۵ اس کا پورا نام اوتوویانو دیگلی اوبالدینی تھا۔ شہر فلورنس کا باشندہ تھا ۱۲۴۴ء میں کرڈینال کے عہدے پر فائز ہوا۔ یہ فرقہ گبلین کا بڑا حامی اور طرفدار تھا۔ ۶ نور سے مراد بی ایٹرس ڈانٹے کی محبوبہ ہے۔

چٹان بکثرت موجود ہیں اور وہ دوزخ کے ساتویں دائرے کو گھیرے کھڑے ہیں۔ یہاں ڈانٹے اَنستاسیوس بدعتی کی قبر دیکھتا ہے کہ اس کا سرپوش کھلا ہے۔ ڈانٹے اور ورجل اس سرپوش کی پُشت کی طرف جاکر کچھ دیر قیام کرتے ہیں تاکہ نیچے کے غارِ عمیق سے جو سخت عفونت اُوپر اُٹھ رہی ہے اُس کی برداشت کی کسی قدر عادت ہو جائے۔ ورجل ڈانٹے کو بتاتا ہے کہ آگے کے تین دائرے کس قسم کی رُوحوں کیلئے مخصوص کئے گئے ہیں اور کس قسم کے گنہگاران میں عذاب پا رہے ہیں۔ ڈانٹے ورجل سے پوچھتا ہے کہ جسم کے ذریعے گناہ کرنیوالے، سود خوار، طامع اور حریص مغضوب الغضب اور افسردہ مزاج لوگ کیوں اس آتشیں قلعہ دیس میں سزا پانے کیلئے مقید نہیں کئے جاتے۔ اس کے بعد ڈانٹے دریافت کرتا ہے کہ خُدا نے سُود خواری کو کیوں گناہ قرار دیا ہے۔ اب ڈانٹے اور ورجل دونوں ایک مقام پر پہونچتے ہیں جہاں سے ساتویں درجہ کو راستہ جاتا ہے۔

ایک بلند مقام کی چوٹی کے کنارے، جس کے گرد نوکیں نکلے ہوئے چٹان بکثرت موجود تھے، جب ہم پہونچے تو دیکھا کہ نیچے ایک گہرا غار طرح طرح کے درد و عذاب رنج والم سے پٹا پڑا ہے اور یہ درد و عذاب ایسے ہیں جو پہلے ہم نے نہیں دیکھے تھے۔ اس گہرے غار سے نہایت سڑی ہوئی بدبوئیں بخارات کی طرح اُوپر اُٹھ رہی تھیں۔ ایک قبر کے قریب، جس کا سرپوش اُٹھا ہوا تھا، ہم پہونچے۔ اس سرپوش پر جو کتبہ تھا اس کو ہم نے پڑھا (مضمون یہ تھا، گویا قبر کہتی ہے۔) "یہاں میری تحویل و حراست میں پوپ انستاسیوس ہے جس کو فوتی نوس نے راہِ راست سے منحرف کیا تھا۔ ورجل نے کہا کہ غار میں اُترنے سے پہلے مناسب ہے کہ کچھ دیر یہاں توقف کریں تاکہ جو سخت تعفن اس غار سے اُٹھ رہا ہے وہ ناک میں بس جائے اور آگے بڑھیں تو بدبو میں کمی محسوس ہو۔" اس کے جواب میں میں نے ورجل سے عرض کیا کہ "توقف تو ہو مگر اس کا کچھ بدل ہونا چاہیے۔ تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔" ورجل نے سُنتے ہی کہا کہ "یہ بات تو تم نے میرے دل کی سی کہی۔ بیٹا سُنو۔ ان چٹانوں کے وسیع احاطے میں تین دائرے درجہ بدرجہ واقع ہیں اور وہ بند ہیں اور یہ دائرے ایسے ہی ہیں جیسے کہ وہ دائرہ تھا جس سے ہم ابھی رُخصت ہوئے ہیں۔ ہر دائرے میں گنہگار روحوں کا ہجوم ہے اور اُن کا اصلی حال معلوم کرنے کو صرف اُن کی صورتوں کا دیکھ لینا کافی ہے۔ مگر یہ بھی سُنو کہ کس خطا اور گناہ کے سبب وہ اس قید و عذاب میں گرفتار ہیں۔ تمام خباثت میں وہ خباثت، جس کا انجام دوسرے کا نقصان اور خسارہ ہو، عرش پر نہایت ہی نفرت سے دیکھی جاتی ہے۔ دوسرے کا نقصان اور خسارہ یا تو جبر و زور سے کیا جاتا ہے یا مکر و فریب سے عمل میں آتا ہے۔ لیکن دغا اور فریب جو انسان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ خدا کو سب سے زیادہ ناخوش و ناراض کرتے ہیں۔ اس غار میں سب سے نیچے مکار اور فریب دینے والے عذاب پا رہے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کو مار پیٹ کرتے ہیں وہ دائرہ اوّل میں محصور ہیں۔ اور جبر و زور سے جو دوسروں کے نقصان اور خسارے کا موجب ہوتے ہیں، وہ تین طریقوں سے اُس کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس لئے وہ ان تین دائروں میں علیحدہ علیحدہ قید کئے جاتے ہیں۔ جبر و طاقت دکھانے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ خُدا کے مقابلہ میں دکھایا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہمسایہ کے مقابلہ میں اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان خود اپنی ذات و مال کے مقابلہ میں دکھائے اور اب اس مضمون کی تفصیل تجھ پر روشن کرتا ہوں۔ موت یعنی ایسی موت جو دوسرے کے جبر و تشدد کا نتیجہ ہو اور وہ آزار اور دُکھ دینے والے زخم جو انسان اپنے ہمسایہ کو پہونچائے اور وہ شخص جو محض بُغض اور کینے سے دوسرے کو مارے، لُٹیرے اور قزاق مختلف گروہوں میں ترتیب پاکر دائرہ اوّل میں مقید کئے جاتے ہیں اور جو خاص سزائیں اور عذاب ان کے لئے مقرر ہیں، وہ ان کے مستوجب ہوں گے اور وہاں ایک لا حاصل

ندامت اور پشیمانی کے ساتھ وہ بیٹھے اپنے اعمال کو رو کر دیا کریں گے. جو انسان اپنی خود جان لیتا ہے، اور روشنی سے اپنے کو محروم کرتا ہے یا اپنی قابلیتوں کو بیدریغ صرفِ بیجا سے برباد کرتا ہے، یا وہاں دلگیر و غمزدہ رہتا ہے جہاں اس کو خوش رہنا چاہیئے، تو ایسا شخص خُدا کے مقابلے میں اپنا زور دکھاتا ہے. اس طرح دل میں خُدا سے مُنکر ہو کر خدا کی بُزرگی اور قُدرت کو بُرا سمجھتا ہے اور فطرت اور اسکے مہربان قانون کی تذلیل کرتا ہے. پس ایسوں پر سب سے اندر والے دائرے میں صدوم اور قاہور کی مُہر لگا دی جائے گی. اور ایسوں پر بھی جو دل میں خُدا کے ساتھ گستاخیاں کرتے ہیں اور اس کو بُرا کہتے ہیں. دغا یا فریب جو دغاباز اور فریبی کے ضمیر میں اپنا تیز نیش چھوڑ جاتا ہے، یا تو ایسے شخص سے کیا جاتا ہے جس کے دل میں دغاباز نے اپنا اعتماد پیدا کر لیا ہے، یا دغا اس شخص کے ساتھ کی جاتی ہے جسکے دل میں دغاباز نے اپنا پورا اعتماد پیدا نہیں کیا ہے. اس آخری قسم کی دغا اور فریب سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریب دینے والے نے اس رشتہ کو توڑ پھینکا ہے جو فطرت نے پیدا کیا تھا. پس ایسے لوگوں کا مسکن دائرہ ثانی ہوگا. ریاکاری، جادو، جھوٹی خوشامد، چوری، دروغگوئی، کلیسہ کے مناصبِ مقدسہ کی بیع کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ہوا و ہوس کو پورا کرنے کیلئے اغوا کرتے ہیں اور اپنی راستی و دیانت کو گرو رکھدیتے ہیں، یہ سب دائرۂ ثانی میں عذاب پائیں گے. دوسرے یہ کہ جو لوگ فطرت کی اُلفت و محبّت اور اُس اُلفت و محبّت کو جو بعد کو وہ اضافہ کرتی ہے اور جس سے وہ ایک خاص مذہب کی موجد اور بانی ہوتی ہے، بُھول جاتے ہیں وہ اس جور و تعدی کے قلعہ ڈیس میں، جسے کائنات

کا دمِ شمشیر یا نوکِ سناں کہنا زیبا ہوگا، یہ سب باغی اور مُرتد وہاں ہمیشہ عذاب پاتے رہیں گے." اتنا سُن کر میں بولا کہ "اے اُستاد آپ کی اس صاف اور واضح تقریر سے اس غارِ عمیق اور ہیبتناک اور اُسکے رہنے والوں کا حال اچھی طرح معلوم ہو گیا. لیکن اتنا اور بتایئے کہ اس سامنے والے گندے اور گہرے پانی کے تالاب میں، جن پر زور کا مینہ برس رہا ہے اور جہاں رُوحیں طوفان و تلاطم سے پریشان پراگندہ ہیں اور غصہ میں سخت بدکلامی کے ساتھ آپس میں لڑتی ہیں، وہ کیوں اس قلعہ آتشیں یعنی ڈیس میں سزا پانے کو بند نہیں کی جاتیں. اگر خدا کی وہ معتوب و مغضوب ہیں تو ایسا کیوں ہے اگر معتوب و مغضوب نہیں ہیں تو پھر جس قسم کی سزا اُن کو مل رہی ہے وہ کیوں ملتی ہے؟"



اس پر ورجل بولا "یہ عادت کے خلاف بُڑھاپے میں بچپن کی سی باتیں ڈانٹے تو کیوں کرنے لگا، یا کوئی اور خیال تیرے دل میں ہے. کیا تجھے وہ الفاظ یاد نہیں جن میں حکیم ارسطاطالیس نے اپنی کتاب اخلاق میں تین قسم کے طبائع بیان کئے ہیں جن سے خدا ناخوش رہتا ہے. ایک طبیعت وہ ہے جس میں عدم عفت ہو نفس پر قابو نہ ہو. دوسرے وہ طبیعت جس میں خباثت ہو اور تیسری وہ جس میں بہیمی ہو. نفس پر قابو نہ رکھنا یا عدم عفت، خدا کو ناراض کرتا ہے مگر کم. اس لئے وہ کم درجہ کا گناہ ہے، اگر ان طبائع پر غور کرے گا اور یاد کریگا کہ قلعہ ڈیس کی فصیلوں کے باہر ہر وقت توبہ اور امان مانگنے کی سزا پا رہے ہے تجھے تو پھر تیری سمجھ میں آئے گا کہ یہ رُوحیں زیادہ خطاوار رُوحوں سے کیوں علیحدہ رکھی گئی ہیں اور خدا کا قہر و عتاب کیوں کم درجے میں ان پر نازل ہو رہا ہے؟"

اتنا سُن کر میں نے ورجل سے کہا کہ "اے آفتابِ علم جو ہر قسم کی ناقص بصارت

کی اصلاح اور اس کا علاج کرتا ہے۔ اسی طرح تو میری ہر مشکل کو آسان اور میرے شکوک کو اس خوبی سے رفع کرتا ہے کہ جاہل تو ایک طرف عالم کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ لیکن جو کچھ تو نے کہا اس میں ایک بات کی طرف تجھے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ تو نے کہا تھا کہ خدا سُود خواروں سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس عقدے کو حل کرنے کی میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔" ورجل نے میرے اس استفسار کا جواب اس طرح دیا کہ "حکمت اور فلسفہ کے نکات کو جو شخص گوشِ ملتفت سے سنتا ہے اس پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ فطرت نہ صرف کسی ایک حصے میں بلکہ عام طور پر خدا کی حکمت اور صنعت کی نقل کرتی ہے۔ اس فطرت کے قوانین حکیم ارسطو نے تحریر کئے ہیں، اور بغیر زیادہ ورق گردانی کے تجھکو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے فنون و صنائع، حکمت و صنعتِ الٰہی کے ایسے ہی تنظیم اور ادب کے ساتھ پیرو ہیں جیسے کہ شاگرد اپنے اُستاد کا پیرو اور اس کے قدم بقدم چلتا ہے، پس انسان کے فنون و صنائع درجے میں خدا کے بعد ہیں۔ اگر تو صحیفۂ مقدس کی کتابِ پیدائش[1] کو مطالعہ کرے گا تو معلوم ہو گا کہ ابتدائے فنون و صنائع نسلِ انساں کے حق میں سرچشمۂ حیات و خوبی قرار پائے ہیں۔ لیکن سُود خوار دوسرا ہی راستہ اختیار کرتا ہے اور اس طرح وہ فطرت کا پیرو نہیں رہتا۔ وہ فطرت کو اور اس کے متابع کو ہیچ سمجھتا ہے اور وہ اپنی توقع پوری کرنے کو کسی اور[2] ہی طرف رجوع ہوتا ہے۔ لیکن اے ڈانٹے اب تو میرے پیچھے پیچھے چلا آ کیونکہ اُفق پر حوت کا جھمکا کبھی کبھی اپنی جھلک دکھانے لگا ہے اور آسمان پر سمت شمال مغرب میں نجوم حمل کا مجموعہ پھیلا نظر آنے لگا ہے اور اس پہاڑ کی ڈھلان سے دُور تک نیچے اُترتا ہے۔"

بارھواں بند

خلاصۂ کلام

پہاڑوں اور چٹانوں میں سخت اور دُشوار راستہ سے نیچے اُتر کر دوزخ کے ساتویں طبقہ میں داخلہ ہوتا ہے۔ یہاں آتش مزاج، مغلوب الغضب اور ایسے لوگوں کو جنہوں نے دوسروں پر جبر و تشدد کیا ہے، عذاب دیا جاتا ہے۔ ڈانٹے اور ورجل دیکھتے ہیں کہ یہاں می نی ٹور پہرہ دے رہا ہے، ورجل اس کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اب ورجل اور ڈانٹے ایک چٹان کی چوٹی سے دوسری چٹان کی چوٹی پر کودتے پھاندتے ہوئے غار کی تہ میں اُتر جاتے ہیں۔ یہاں وہ دیکھتے ہیں کہ خون کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ اس خون کے دریا میں ان لوگوں کو سزا دی ملتی ہے جنہوں نے دُنیا میں اپنے ہمسایوں پر ظلم و سختی کی تھی۔ دریا کے کنارے ان کو ایک فوج ایسی مخلوق کی ملتی ہے جن کے نیچے کے دھڑ گھوڑے کے اور آگے کے دھڑ انسان کے سے ہیں۔ اور ان کو سنتار کہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کمانیں ہیں اور یہ ان پر جو خون

---

[1] کتاب پیدائش کے باب دوم میں درس پندرہ کی طرف اشارہ ہے، وہ بجنسہٖ یہ ہے۔ "خداوند خدا نے آدم کو لیکے باغِ عدن میں رکھا کہ اس کی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دے کر کہا کہ تو باغ کے درخت کا پھل کھا جائے۔ کتاب پیدائش۔ باب ۳۔ درس ۱۹ میں آیا ہے کہ "تو اپنے مُنہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔"

[2] سُود خوار اس بات پر بھروسہ کرتا ہے کہ افزائشِ دولت کے لئے اپنا روپیہ سُود پر دیا کرے۔ اس طرح وہ بالواسطہ فطرت کی حقارت وہ اس طرح کرتا ہے کہ وہ ان ذرائع کو جو فطرت نے ترقی دولت کے لئے بنائے ہیں، قبول نہیں کرتا اور بواسطہ وہ اس طرح حقارت کرتا ہے کہ وہ فنون اصناع سے کام نہیں لیتا جو فطرت کی مقلد ہیں اور غرض ان کی بھی افزائشِ دولت ہے۔

کے دریا میں گرفتار عذاب ہیں، تیر لگاتے رہتے ہیں۔ ورجل اور ڈانٹے جب پہاڑ سے بالکل نیچے اُترے تو اس فوج سے تین سنتار، جو دریا کے کنارے دوڑتے پھرتے تھے ورجل اور ڈانٹے کی طرف آئے اور ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ ورجل نے ان کو سمجھایا اور اس بات پر راضی کر لیا کہ ان میں سے ایک سنتار ان دونوں مسافروں کو اس خونی دریا کے پار اتار دے راستہ میں یہی سنتار خونی دریا کے رہگزر کی کیفیت بیان کرتا ہے اور ان رُوحوں کا حال سُناتا ہے جو وہاں عذاب پا رہی ہیں۔

اب ہم اُس مقام پر آئے جہاں سے پہاڑ کے نیچے اُترا جاتا تھا۔ یہ مقام کوہ الپسؔ[1] کی مثل نہایت ناہموار اور نشیب و فراز کا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اس کے نیچے ایک چیز ایسی پڑی ہوئی تھی جس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ یہ ایک بڑا بھاری چٹان اس چٹان کی مثل تھا جو ٹارنیٹو سے اسی طرف دریائے ایڈیسی میں گر پڑا تھا اور اس طرح گرا تھا کہ دریا کی موجیں اس پر سے گذرنے لگی تھیں۔ دریا پر اس چٹان کے گرنے کی وجہ یا تو کوئی سخت زلزلہ تھا یا یہ کہ اس چٹان کو اوپر کوئی سہارا نہ رہا تھا۔ پس وہ اپنی جگہ سے کھسکا اور نیچے آیا اور اتنی بلندی سے گرنے میں دریا پر آتے ہی اس طرح پاش پاش ہوا کہ اس میں سے ایک راستہ بن گیا تاکہ جو کوئی اُوپر سے نیچے اُتر کر دریا پر سے گزرنا چاہے تو وہاں سے گذر سکے۔ غرض پہاڑ کی چوٹی سے اُتر کر دریا پار جانے کا یہی راستہ تھا۔ اس راستے پر وہ موذی اور خبیث جزیرہ اقریطش کا ننگ و عار یعنی مینیتور جسے پاسی فی نے گائے بن کر ایک بیل سے مباشرت کر کے اس شکل پر جنا تھا کہ اُوپر کا دھڑ اس کا بیل کا اور نیچے کا دھڑ انسان کا سا تھا۔ کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ ہم کو دیکھتے ہی وہ پھنکارے مار کر سینگوں سے خاک اُڑانے لگا۔ غصہ اور طیش میں دیوانہ سا ہو گیا۔ اسکو دیکھکر میرا رہنما ورجل بولا "او مینیتور شاید تو سمجھتا ہے کہ ایتھنز کا بادشاہ یہاں آیا ہے جس نے دُنیا میں تیرے قتل کی تدبیر کی تھی۔ دُور ہو موذی یہ وہ نہیں ہے جسے تیری بہن[2] نے (تیرے مارنے کے لئے) سکھایا پڑھایا تھا بلکہ یہ صرف تیرے درد و عذاب کو دیکھنے آیا ہے جس میں تو اس وقت گرفتار ہے" اتنا سُن کر مینیتور کی یہ کیفیت ہوئی جیسے کسی بجار کے کاری زخم پہونچایا گیا ہو اور وہ آگے تو نہ بڑھ سکے مگر کبھی اس پہلو پر اور کبھی اس پہلو پر تڑپنے اور لوٹنے لگے۔ اب ورجل نے مجھ سے چلا کر کہا "جب تک یہ موذی جانور اس طرح لوٹنے اور تڑپنے میں مصروف ہے۔ بہتر ہے کہ تم پہاڑ سے نیچے آجاؤ" غرض ہم دونوں ان بوسیدہ اور فرسودہ چٹانوں کی چوٹیوں پر کُودتے پھاندتے نیچے اُترنے لگے۔ جب ہمارے قدم ان چوٹیوں پر پڑتے تھے تو چٹان ہل جاتے تھے۔ کیونکہ ایسے قدم پہلے کبھی ان پر نہ پڑے تھے۔ میں (ڈانٹے) دل میں سوچتا ہوا چلا جاتا تھا کہ ورجل کہنے لگا کہ "ڈانٹے غالباً تو اس برباد اور ہیبتناک پہاڑ کے خیال میں ہے جس میں یہ وحشی حیوان (مینیتور) پہرہ دے رہا ہے مگر میں نے اس موذی کو مغلوب کر لیا اور جان لے کہ پہلے جب میں دوزخ کے اس طبقہ اسفلین میں آیا تھا تو اسوقت یہ چٹان دریا پر

---

[1] الپ وہ پہاڑی سلسلہ ہے جس سے یورپ میں ملک اٹلی کی شمالی سرحد قائم ہوتی ہے۔ مختلف مقامات پر اس پہاڑ کے مختلف نام ہیں۔

[2] می نی تور ایک بھوت تھا جس کی نصف شکل بیل اور نصف انسان کی تھی، اور یہ بادشاہ اقریطش مینوس کی بیوی کے بطن سے تھا جس نے ایک گائے بن کر ایک بیل سے مباشرت کی تھی اور اس مینیتور کو جنا تھا۔ بادشاہ اقریطش کی بیوی کا نام پاسے سیفی تھا۔ یہ بھوت ایک ایسے مکان میں بند رہتا تھا جس کے اندر نہایت بے طرح کمرے اور راستے تھے کہ اندر جاکر باہر نکلنا ممکن نہ تھا۔ [3] می نی تور کو ایتھنز کے بادشاہ مینوس نے مارا تھا۔ اس کام میں مینوس کی بیٹی ایری ایڈنی نے اس کی مدد کی تھی۔ ایڈنی اس طرح می نی تور کی بہن تھی۔ [4] یعنی ایری ایڈنی دختر مینوس بادشاہ اقریطش۔

گرا ہوا نہ تھا اور اگر مجھے یاد ہے تو اس سے کچھ پہلے جب نجات کا دینے والا یہاں آیا تھا تو دوزخ کے طبقۂ اوّل کا بیش بہا مال غنیمت (یعنی روسا الابالطارکہ) کو مع اور لوگوں کی رُوحوں کے جن کے مزاج میں عدل و انصاف تھا، وہاں سے نکال لیا گیا تھا۔ اسی وقت اس غارِ عمیق اور جوفِ پُر عذاب میں ایسی تھرتھری پڑی کہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ کُل کائنات اس کی دُور دُور کی سرحدوں پر قہرِ خداوندی سے متاثر ہو کر لرزہ براندام ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں اختلالِ قطعی اکثر پیدا ہوا ہے اور یہی باعث ہوا کہ پُرانے فرسودہ پہاڑوں سے چٹان نیچے گرے۔ لیکن تو ذرا نظر اُٹھا کر نیچے دیکھ۔ خُون کا دریا اب قریب آتا جاتا ہے اور اس میں وہ لوگ غرق ہیں جو جبر و تشدد سے دوسروں کے موجب نقصان و ضرر ہوتے تھے۔ اے اندھی اشتہا اور اے حماقت کے غصے! تم وہ ہو جو اس زندگی پنج روزہ میں ہم کو ارتکابِ گناہ کی طرف مائل کرتے ہو اور پھر زندگی جاوید میں درد و عذاب میں ہم کو مُبتلا کرتے ہو۔ اب میں نے ایک بہت بڑی خندق دیکھی۔ ورجل نے کہا کہ یہ خندق بڑے میدان کے گرد کمان کی طرح قوس کی شکل میں دوڑی ہوئی ہے۔ اس خندق اور قلعہ کی دیوار کے بیچ میں جو جگہ ہے وہاں سنتاروں[1] کے دستے ترکشوں میں تیز نوکوں کے تیر بھرے اس طرح دوڑتے پھرتے ہیں جس طرح دُنیا میں شکاری شکار پر اپنے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ ہم کو پہاڑ سے نیچے اُترتا دیکھ کر یہ سنتار دوڑتے دوڑتے رُکے اور پورے دستے سے تین سنتار نکل کر آگے بڑھے۔ اُن کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں۔ ترکش سے اُنھوں نے تیر نکالے اور ان میں سے ایک نے دُور ہی سے چلّا کر کہا: "بتاؤ تم کس قسم کے عذاب کا حکم پا کر اس پہاڑ کے نیچے اُترے ہو اور یہ بتاؤ کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ اگر نہ بتاؤ گے تو اسی کمان سے تم کو تیر کا نشانہ بنایا جائے گا۔" سنتار کے ان سوالوں کا جواب میرے رہبر ورجل نے یہ دیا کہ "ہم کیرون[2] کے پاس پہونچیں گے تو جو کچھ تیرے



سوالوں کا جواب دینا ہے اس کے سامنے دینگے۔" اس کے بعد ورجل نے مجھے چھو کر بتایا کہ یہ سنتار نی سوس[3] نامی ہے جو حسین دیانا کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ اور نی سوس نے اپنی موت کا انتقام دیانا کے شوہر سے لیا تھا۔ ذرا غور سے سنو۔ ان تینوں سنتاروں میں جو سب سے زیادہ ہوشمند اور منصف ہے وہ کیرون ہے جس نے اکیلز کو سبق دیا تھا اور وہ دوسرا سنتار فولوس ہے جس کو غصہ جلد آجاتا ہے۔ اس خندق کے گرد ہزارہا سنتار ہر وقت حاضر رہتے ہیں،

[1] سنتار دراصل ایک قوم تھی جو بیلوں اور سانڈوں کو مارا کرتے تھے بعد کے زمانے میں اُن کی شکل اس طرح بیان کی گئی کہ وہ نصف گھوڑے تھے اور نصف انسان۔ ہرکیولز کی لڑائی ان سنتاروں سے ہوئی تھی۔ [2] سنتاروں میں کیرون سب سے عاقل اور منصف مزاج تھا۔ کوہ پی لیون پر وہ رہتا تھا۔ اپولو اور آرتمیس کا وہ شاگرد تھا۔ طب، موسیقی، شکار، ورزشوں اور کمالات کرنے میں وہ شہرۂ آفاق تھا اور ان کاموں میں یونان کے بڑے بڑے لوگ اسکے شاگرد تھے لیکن جہنم کے ساتویں طبقے میں وہ دکھایا گیا ہے۔ ہرکیولز اس کا دوست تھا مگر جب ایک مرتبہ سنتاروں سے ہرکیولز کی لڑائی ہوئی تو زہر کا بجھا ہوا ایک تیر کیرون کے لگا۔ گو کیرون غیر فانی تھا مگر اس تیر کے صدمے سے وہ ہلاک ہو گیا۔ [3] نی سوس نے ہرکیولیز کی بیوی ڈیانا سے زنا کیا۔ ہرکیولیز نے نیسوس کو مار ڈالا نیسوس جب مرنے لگا تو اس نے ڈیانا کو اپنے زخم کا خون دیا اور کہا کہ اسکو اپنے پاس رہنے دے۔ اگر ہرکیولیز کی نیت میں فرق دیکھے تو اس خون کو کام میں لائے اور شوہر کی محبت پہلے جیسی ہو جائیگی۔ ڈیانا کو اسکے استعمال کا موقع ملا۔ مگر اس خون سے زہر کا اثر کیا اور ہرکیولیز سخت اذیت میں۔

اور جو رُوح خُون کے دریا سے اپنے گناہ کے اندازہ سے زیادہ باہر نکلنا چاہتی ہے اُس کو فوراً تیر مارتے ہیں۔ اب ہم ان وحشی سنتاروں سے، جو ہماری طرف دوڑے ہوئے آرہے ہیں، قریب آتے جاتے ہیں، جب کیرون نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر زہ پر رکھا اور سر کو جھڑ جھڑا کر اپنی گھنی ڈاڑھی کو رُخساروں سے اُوپر کر لیا تو اُس کا مُنہ نظر آیا اور اُس نے چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا، "کیا تمہیں معلوم ہے کہ جو سامنے سے آرہا ہے وہ جس چیز کو چھوتا ہے وہ متحرک ہو جاتی ہے، مُردوں کے پاؤں میں یہ قوت نہیں ہوتی" میرا رہنما ورجل، جو اَب کیرون سنتار کے سینے کے قریب، جہاں انسان اور حیوان کے دھڑ اُس کے جسم سے ملتے تھے پہونچ گیا تھا، بولا، "وہ (یعنی ڈانٹے) فی الحقیقت ابھی دُنیا میں زندہ ہے۔ اور یہ ضروری ہوا کہ یہ وادی ظلمت اس کو تنہائی میں میری ہمراہی میں دکھائی جائے۔ وہ یہاں اپنی خوشی سے نہیں بلکہ ایک ضرورت سے مجبور ہو کر آیا ہے۔ اس کی محبوبہ (بی ایٹرس) نے عرش پر نے نوازی و نغمہ سرائی چھوڑ کر یہ نئی خدمت میرے سپُرد کی ہے کہ میں اس کے عاشق کو اس عالم کی سیر کراؤں۔ یہ ڈانٹے نہ کوئی قزاق ہے اور نہ میں کسی سیاہ کار کی رُوح ہوں، لیکن اس تاثیر و قوت کی قسم دلا کر، جس سے میں اس ویران و پُرخطر راستے پر چل رہا ہوں، تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اپنے سنتاروں میں سے ایک سنتار، جو معتبر ہو، ہمیں دے تاکہ وہ اس دریا کے گھاٹ تک ہم کو پہونچا دے اور پھر ڈانٹے کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے دریا پار اُتار دے کیونکہ ڈانٹے رُوح نہیں ہے جو ہوا میں رہ نورد ہو سکے۔"

اتنا سُن کر کیرون نے داہنی طرف اپنا مُنہ پھیرا اور نیسوس سے کہا کہ "آ اور ان کا رہبر بن۔ اور اگر راہ میں کوئی اور دستہ سنتاروں کا ملے تو انکو حکم دے کہ وہ اِن مُسافروں کو روکے نہیں" اس طرح ہم دونوں آگے چلتے رہے۔ وفا کیش سنتاروں کا دستہ ہمارے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ اب ہمارے کانوں میں ان روحوں کے نالہ و زاری کا شور آنا شروع ہوا جو وہاں عذاب پاتی تھیں، ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ابروؤں تک خُون میں غرق ہیں۔ ان کی نسبت سنتار نے کہا کہ یہ ان ظالم و سفاک بادشاہوں کی رُوحیں ہیں، جو ہمیشہ ترک و تاز، کُشت و خُون میں مصروف رہا کرتے تھے۔ یہاں وہ اپنی بدسلوکیوں اور بے رحمیوں کو، جو انہوں نے کی تھیں، روتے ہیں۔ ان میں سکندر اور والیونوسوس[1] ہے جس نے صقلیہ کے پُرفضا جزیرے کو تباہ و غارت کیا تھا۔ وہ رُوح جس کی پیشانی سے بالوں کی لٹیں خون میں لتھڑی لٹک رہی ہیں، آزولینو[2] کی ہے اور وہ جس کے بال سن کی پتیاں معلوم ہوتے ہیں، شہر ایستی کا رہنے والا ابیزو[3] ہے جو دُنیا میں اپنے سوتیلے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ اب میں نے اپنے محترم اُستاد و شاعر ورجل کی طرف اپنا مُنہ پھیرا۔ تو اُس نے کہا کہ "اب تو اس سنتار کو اپنا رہبر اوّل سمجھ اور مجھ کو اس کے بعد خیال کر" سنتار چلتے چلتے ایک رُوح کو دیکھ کر ٹھہرا جو خُونی موجوں سے اپنے گلے تک باہر تھی۔ پھر سنتار نے ہم کو ایک رُوح دکھائی جو سب سے علیحدہ کھڑی تھی اور یہ بآواز بلند کہا کہ "یہ رُوح اُس کی ہے جس نے کلیسا میں خدا کی قُربانگاہ کے سامنے ایک شخص[4] کے سینے میں خنجر بھونک کر اس کا دل زخمی کیا تھا چنانچہ اس دل کی عزت اب تک

---

[1] جزیرہ صقلیہ کا بڑا ظالم و سفاک بادشاہ تھا۔ [2] وینسنزا، پاڈوہ، ویرونہ اور دیگر دستے کا بادشاہ تھا۔ بڑا ظالم و سفاک بادشاہ تھا۔ [3] یہ فریرا کا نواب تھا۔ اس کو اس کے بیٹے نے مار ڈالا۔ ڈانٹے اس جُرم کی وجہ سے اس کو سوتیلا بیٹا لکھتا ہے۔ قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ باپ نے جو خزانہ دوسروں کو مار اور لوٹ کر جمع کیا تھا۔ اُس پر اپنا قبضہ ہو۔

[4] ہنری فرزند تھا رچرڈ ارل آف کارنوال کا، اور رچرڈ بھائی تھا انگلستان کے بادشاہ ہنری ثالث کا۔ ہنری جب افریقہ سے واپس ہوا تو اٹلی کے ملک میں وی ٹربو کے مقام پر ہنری کو گائی دی مونٹ نے قتل کر دیا۔ وجہ قتل کی یہ تھی کہ ہنری نے گائی کے باپ سائمون کو قتل کروا دیا تھا۔ ہنری کا قتل ایک گرجا میں پیش آیا تھا جبکہ ہنری قُربانگاہ کے سامنے حالتِ نماز میں جُھکا کھڑا تھا۔ بیان ہوا ہے کہ لندن میں دریائے تیمز کے پُل پر ایک ستون پر سونے کے پیالے میں ہنری کا دل رکھ دیا گیا تھا تاکہ ہنری کا قتل انگریزوں کی قوم میں یادگار رہے۔

دریائے ٹیمز کے کنارے کی جاتی ہے۔ پھر میں نے ایک قوم کو دیکھا جو خون کے دریا میں اُس کی موجوں کی سطح سے اُوپر اپنا سر بلکہ اُوپر کا دھڑ تک نکالے تھی۔ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جن کی صورتیں مجھے یاد تھیں۔ اب جوں جوں ہم آگے بڑھتے تھے دریا میں خون کی کمی ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ خون دریا میں اتنا کم ہوگیا کہ جب اُس پر چلتے تھے تو صرف پاؤں خون میں آلودہ ہوجاتے تھے۔ اب ہمارا راستہ خندق کے اُوپر تر چھا پڑتا تھا۔ سنتار نے ہم سے کہا کہ ہمیشہ اس طرف، جیسا کہ تم اس وقت دیکھتے ہو، یہ خُون کا دریا گھٹتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح باور کرو کہ دوسری طرف دریا اور بھی کم ہوتا گیا ہے حتیٰ کہ اس کی تہہ بہت نیچی نظر آنے لگتی ہے۔ اسکے بعد یہ دونوں شاخیں اس مقام پر مل کر ایک ہوجاتی ہیں جہاں ظالم و ستمگار مُبتلائے درد و عذاب رہ کر اپنی قسمت کو روتے ہیں۔ وہاں خدا کا عادل کامل کا سخت ہاتھ اٹیلا کو عذاب دیتا ہے جو دُنیا کا تازیانہ تھا۔ اسی طرح سیکٹوس[1] اور پرہوس[2] بھی وہاں تکلیف و عذاب میں مُبتلا کئے جاتے ہیں، اسی طرح کورنیٹو کے قزاق رائے نیری[3] اور دوسرا وہ رہزن جس کا نام پازو[4] تھا۔ یہ دونوں وہ تھے جنہوں نے راستوں میں لُوٹ مار کا بازار گرم کیا تھا۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو اس طرح جاری کئے گئے ہیں جیسے اس دریا میں جلتے ہوئے خُون کی جوش کھاتی ہوئی موج دوڑائی جائے۔" اتنا کہکر سنتار مُڑا اور ہم سے علیحدہ ہوکر گھاٹ اُترا اور دوسری طرف چلا گیا۔

تیرھواں بند

خُلاصۂ کلام

ورجل اور ڈانٹے ابھی دوزخ کے ساتویں طبقے کی سیر کرتے تھے کہ وہ اس طبقے کے دوسرے درجے میں داخل ہوئے۔ اس درجے میں وہ رُوحیں عذاب پاتی تھیں جنہوں نے دُنیا پر رہکر اپنی جانیں خود تلف کی تھیں یا اپنا مال و متاع بے جا و بیدریغ صرف کیا تھا۔ پہلی قسم کے خطاوار درخت بنا دئے گئے تھے۔ ان درختوں کے تنوں اور شاخوں پر بھدی اور بدنما گانٹھیں اور گرہیں پڑی تھیں اور وہ نہایت کرخت اور بدہیئت معلوم ہوتے تھے۔ ان میں ہارپیاں دوزخ کے پرند اپنے آشیانے بناتے تھے۔ دوسری قسم کے خطاکاروں کو جنہوں نے اپنا مال و متاع بے جا صرف کیا تھا بڑی نسل کی کالے رنگ کی خونخوار کتیاں نوچتی اور پھاڑتی تھیں۔ پہلی قسم کی خاطی رُوحوں میں پیارتو ول ونی کی رُوح تھی۔ اس رُوح نے دُنیا میں رہکر اپنی خودکشی کا سبب بیان کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ رُوحیں کس طریقے سے اس جنگل میں درخت بنائی جاتی ہیں۔ ان ارواح میں ڈانٹے نے ساتی ینی کے بسنے والے لانو اور پیدوا کے باشندے جوکامو کو پہچانا۔ انکے علاوہ فلورنس کے ایک رہنے والے کو بھی اُس نے پہچانا۔ اس نے وہ مصائب و آفات بیان کئے جو فلورنس کے رہنے والوں کو پیش آنیوالے تھے۔

نیسوس خون کے بہتے دریا کے دوسرے کنارے پہونچا ہی ہوگا کہ ہم ایک جنگل میں وارد ہوئے۔ یہاں راہگیروں کے قدموں سے نہ کوئی بٹیا بنی تھی نہ راستہ۔ اس جنگل میں ہریاول کہیں نہ تھا۔ درختوں کے پتے سبز نہ تھے بلکہ گہرے سیاہی مائل بھورے رنگ کے تھے۔ درختوں کی شاخیں نازک اور ہلکی نہ تھیں اور ان کی چوٹیوں پر ہرے ہرے پتّوں کا چھتراؤ نہ تھا۔ شاخوں پر جگہ جگہ بھدی اور بدنما گرہیں اور گانٹھیں نظر آتی تھیں۔ درختوں

---

[1] سیکٹوس یا تو تارکوان کا بیٹا تھا یا فرزند تھا پومپی اعظم کا۔ [2] پرہوس بادشاہ تھا ایپرس کا۔ [3] و [4] یہ دونوں اٹلی کے مشہور رہزن تھے جن کی لُوٹ مار سے ملک ... راستے بند ہو گئے تھے۔ پازو فلورنس کے ایک شریف خاندان کا آدمی تھا۔

میں جتنی ٹہنیاں اور شاخیں تھیں، وہ سب اینٹھی بَل کھائی ہوئی سخت و بدہیئت تھیں، پھل کہیں نام کو نہ تھا۔ پھلوں کی جگہ البتہ خار تھے جن میں زہر بھرا تھا۔ اِس گھنے ڈراونے جنگل سے ملا ہوا ایک میدان تھا جس میں جھاڑیاں تھیں مگر ان میں نہ تو ٹہنیوں کا زیادہ اُلجھاؤ تھا اور نہ اُن کے کانٹے اتنے تیز تھے۔ اِس میدان میں اُن چوپاؤں کے مثل جانور رہا کرتے تھے جو کورنیٹو کی ندی کوسینا کے کنارے چرا کرتے تھے۔ اور کھیتوں میں چرنے سے گریز کرتے تھے، اس ہیبت ناک جنگل کے درختوں میں ہارپیوں نے اپنے آشیانے بنا رکھے تھے۔ یہ پرندے وہی تھے جن کو تروجن کے گروہ نے استروفادیس کے جزیروں سے باہر نکال کر ان کے حق میں مصائب اور آفات کی خبر دی تھی۔ ان ہارپیوں کے سر اور چہرے انسان کے سے تھے۔ پنجے خوب چوڑے چکلے اور اُن میں ناخن بہت تیز تھے۔ پوٹوں کے قریب دونوں طرف پر نکلے۔ جنگل میں پیڑوں پر بیٹھے اس جنگل کے درختوں کی قسمت کو رویا کرتے تھے۔ میرے مہربان اُستاد نے مجھ سے کہا کہ آگے جانے سے پہلے تجھے معلوم رہنا چاہیے کہ اس وقت ہم دوزخ کے ساتویں طبقے کے دوسرے درجے میں ہیں اور جب تک ہمارا گزر ایک خشک اور ویران ریگزار میں نہ ہوگا ہم اسی جنگل میں آوارہ گرد رہیں گے۔ پس ڈانٹے تو اپنے گردو پیش اچھی طرح دیکھتا چل، اور یہاں تجھ کو وہ چیزیں نظر آئیں گی کہ میں اگر ان کو بیان کرتا تو کبھی تجھکو یقین نہ آتا۔ ڈانٹے کہتا ہے کہ اب ہر سمت سے درد و تکلیف کی شکایتیں میرے کانوں میں آنے لگیں۔ لیکن مجھکو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ دردناک صدائیں کہاں سے آرہی ہیں۔ میں حیرت میں گُم کھڑا تھا۔ ورجل کو خیال ہوا کہ میں اِن آوازوں کو اُن جھاڑیوں سے آتا سمجھ رہا ہوں جو جنگل میں جابجا موجود ہیں، مگر آنکھ سے اُوجھل تھیں بغرض

ورجل نے اپنے پہلے سلسلۂ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مجھ سے کہا کہ اگر تم اِن عذاب گرفتہ درختوں میں سے کسی ایک درخت کی شاخ کو توڑ دو گے تو اس وقت جو بات تمہارے دل میں ہے وہ فوراً دُور ہوجائے گی! اتنا سُن کر میں نے کسی قدر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک جنگلی درخت کی شاخ توڑ لی۔ جونہی شاخ ٹوٹی درخت کے تنے نے بڑی آہ و زاری سے کہا کہ تم مجھے کیوں توڑتے ہو۔ اب دیکھتا ہوں کہ اس ٹوٹی شاخ کی رگوں سے خُون بہہ رہا ہے۔ اور شاخ کہتی ہے کہ اس بے دردی اور بے رحمی سے تم مجھ کو میرے درخت سے کیوں جُدا کرتے ہو۔ کیا تمہارے دل میں ذرا سا بھی رحم نہیں۔ کبھی ہم بھی انسان تھے مگر اب یہاں درخت بنکر زمین سے اُگائے گئے ہیں۔ اگر ہم سانپوں کی رُوح بھی ہوتے تو تیرے ہاتھوں کا فرض تھا کہ وہ ہم کو تکلیف و اذیت سے بچاتے۔ ڈانٹے کہتا ہے کہ اب جو کیفیت ہم کو محسوس ہوئی وہ یہ تھی کہ جیسے کسی ہری اور گیلی شاخ کا ایک سرا جلتا ہو اور ہوا اندر ہی اندر رطوبت کو کھینچکر دوسرے سرے پر لائے اور وہاں بُلبلے اُٹھیں اور اُن کے پھٹنے سے ایسی آوازیں پیدا ہوں جیسے کوئی درد و تکلیف میں آہیں بھرتا ہو یا سانپ پھنکارے مارتے ہوں۔ اب اس ٹوٹی ہوئی شاخ سے الفاظ سُنائی دیے اور اُس سے خُون بہتا نظر آیا۔ ورجل نے شاخ کو جواب دیا۔ اے آفت رسیدہ رُوح! اگر یہ ڈانٹے میری نظم میں جو کچھ تحریر تھا اُس کو پڑھ کر یقین بھی کرتا تو وہ کبھی اپنا ہاتھ تیرے توڑنے کو نہ بڑھاتا۔ اے شاخ بُریدہ، واقعات، جن کا یقین آنا مشکل تھا، کچھ ایسے تھے کہ انہوں نے تیرے توڑنے پر ڈانٹے

---

[1] ملک کا یہ قطعہ ویران ہے اور یہاں جنگل ہے ہرن، بکریاں اور جنگلی سور اس جنگل میں بکثرت ہیں۔ کوسینا جو لگ ہورن کے جنوب میں پاس ہی بہتا ہے، کورنیٹو اسی ساحل پر ایک چھوٹا سا شہر گرجا کے اوقاف میں ہے۔ [2] استروفادیس بحر آئی اونیا میں چند جزیروں کا نام ہے۔ دیوتاؤں نے اندھے فینیوس سے ناراض ہوکر ہارپیوں کو اسکے ستانے اور دق کرنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ فی نیوس جب کھانے بیٹھتا تھا تو ہارپیاں یا تو کھانا کھا جاتی تھیں یا اُس کو اتنا خراب کردیتی تھیں کہ فی نیوس اُس کو کھا نہ سکتا تھا۔ بوریاس کے بیٹوں اور چند اور سورماؤں نے ہارپیوں کو فی نیوس کے پاس سے ہانک دیا۔ ورجل کے قول کے مطابق جب فینیوس کے پاس سے ہارپیاں ہٹادی گئیں تو انہوں نے جزائر استروفادیس میں رہنا شروع کیا۔

کو مجبور کیا۔ جس کا مجھکو اب تک افسوس اور رنج ہے۔ لیکن یہ بتا کہ دُنیا میں تُو کیا تھی؟ تاکہ جب ہم اُوپر دُنیا میں پہونچیں تو اس وقت جو اذیت ہمارے ہاتھ سے تجھے پہونچی ہے اُس کی تلافی کریں اور تیرا نام اور شہرت پھر وہاں زندہ ہو۔ ہم کو دُنیا میں واپس جانے کا حکم مل چکا ہے۔" شاخ نے جواب دیا۔ "تیری اِس مسرت انگیز تقریر نے مجھے اپنا حال سُنانے پر اس درجہ مائل اور راغب کیا ہے کہ اگر تیری اس ہمت افزائی کی وجہ سے میں اپنے کلام کو زیادہ طُول دوں تو تجھکو ناگوار نہ گذرنا چاہیے۔ سُن کہ میں وہ[1] تھا کہ جس کے ہاتھ میں شہنشاہِ فریڈرک کے دل کی کُنجیاں تھیں اور مَیں اُس کے دل کے قفل میں ان کنجیوں کو ایسی پاکیزگی اور نرمی سے پھرا کر اُس کو کھولتا بند کرتا تھا کہ سوائے میرے کوئی دوسرا اس کلا رازدا نہ تھا اور اس کے دل کے اندر کے پردوں تک سوائے میرے دوسرے کی رسائی نہ تھی۔ مجھ کو اپنے اس آقا اور بادشاہ پر اتنا اعتماد اور بھروسہ تھا کہ اپنا وہ خون جو جسم میں شرائن کو گرم رکھتا ہے، مجھے اُس پر سے نثار کرنا پڑا۔ لیکن یہ قحبہ حرص و حسد جو قیصر کے ملازمین درِ دولت کی طرف سے اپنی چشمِ کینہ توز کو دوسری طرف پھرنے نہیں دیتی اور جو بادشاہی درباروں میں وبا کی طرح پھیلی اور فسق و فجور کی طرح قابو یافتہ ہے

میری طرف سے اُس نے سب کے دلوں میں آگ لگادی اور یہ آگ بڑھتے بڑھتے قیصر کے دل تک پہونچی۔ اب جو کچھ اعزاز و اکرام مجھکو حاصل تھا، وہ تلخ مصائب اور آفات میں تبدیل ہوگیا! اور میرا دل اپنی توہین اور خواری ہمہ وقت محسوس کرنے لگا۔ زندگی سے بیزار ہوکر میں نے موت میں پناہ ڈھونڈی اور نوبت یہ ہوئی کہ جو ہر شخص کے حق میں انصاف کیا کرتا تھا وہ خود اپنے حق میں بے انصاف بنا۔ قسم ہے ان نئی اور تازی جڑوں کی جن کے سہارے میں یہاں کھڑا ہوں کہ میں نے کبھی اپنے حاکم اور آقا سے، جو ہر طرح کی عزت اور احترام کا مستحق ہے، بیوفائی نہیں کی۔ اگر تم میں سے واقعی کوئی دُنیا میں واپس ہو اور وہاں اسے معلوم ہو کہ لوگ مجھکو بُری طرح یاد کرتے ہیں اور اب تک حسد و رشک کی ضربوں سے میری یاد وہاں مجروح ہے تو تم ضرور میری صفائی کرنا۔" جب تک یہ تقریر جاری رہی ورجل چُپ کھڑا سُنا کیا۔ اسکے بعد ورجل مجھ سے کہنے لگا کہ "ڈانٹے وقت ضائع نہ کر اور اپنے اطمینان کے لئے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ۔" میں نے ورجل سے عرض کیا کہ "اسوقت سوز و گداز اور رحم سے میرا دل ایسا بھرا آتا ہے کہ مجھ میں سوال کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ آپ ہی اس سے سوال ایسے کیجئے کہ میرا اطمینان ہوجائے۔"



[1] پیار تو دل دینی سے مراد ہے۔ یہ کاجوا کا رہنے والا تھا۔ اس نے ادنیٰ حالت سے بڑے درجے پر ترقی کی تھی۔ فصاحت و بلاغت اور قانون دانی کی وجہ سے اتنی ترقی کی کہ شہنشاہ فریڈرک نے اسکو قلمدانِ وزارت عطا کیا۔ شہنشاہ کو اپنے اس وزیر پر اس قدر اعتماد تھا کہ بہت جلد اس کا رسوخ اور اثر تمام سلطنت میں پیدا ہوگیا۔ آخر کار چند درباریوں کو دل دینی کی اس ترقی پر رشک ہوا اور انہوں نے چند جعلی خطوط بنا کر ثابت کیا کہ دل دینی نے فریڈرک کے خلاف پوپ سے باغیانہ گفتگو کی۔ فریڈرک کو اسکا یقین ہوگیا کیونکہ پوپ میں اور فریڈرک میں اس زمانے میں ناچاقی تھی۔ فریڈرک نے دل دینی کے لئے سزا تجویز کی کہ وہ اندھا کر دیا جائے۔ اس ناگہانی مصیبت اور بے عزتی کے آگے ہی پیار تو دل دینی نے خودکشی کر لی اور وہ اس طرح کہ ایک گرجا کی دیوار سے ٹکر کھا کر اپنا دماغ پاش پاش کر دیا۔ یہ موت ۱۲۴۹ء میں پیش آئی تھی۔

اس پر ورجل نے کہا کہ "اے رُوح مقید مہربانی کر کے بتا کہ تو کیونکر اس درخت کی پوروں اور گرہوں میں محصور کی گئی، اگر ہو سکے تو اتنا اور بتا کہ کیا کوئی رُوح ایسی بھی تھی جس کو قید ہونے کے بعد رہائی ملی ہو۔" اتنا سُن کر درخت نے ایک آہِ سرد بھری اور ہوا کے جھونکے ایسی آوازوں میں تبدیل ہوئے جن کے معنی سمجھ میں آتے تھے۔ درخت بولا کہ "میں تیرے سوال کا جواب مختصر دوں گا۔ جب رُوح خشمگیں غصہ میں نوچی کھسوٹی اپنے جسمِ زار سے جُدا ہوتی ہے تو دوزخ کا حکم مینوس اسکو جہنم کے طبقۂ ہفتم میں جانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ رُوح اوپر اس جنگل میں گرتی ہے کوئی جگہ معین نہیں ہوتی کہ کہاں وہ گرے۔ غرض جنگل میں یہ رُوح گرتی ہے وہیں اناج کے دانے کی طرح زمین میں جم کر وہ پھوٹتی ہے۔ پہلے وہ ایک کمزور پودا ہوتی ہے۔ پھر وہ جنگل کا ایک بڑا گھنا درخت ہو جاتی ہے۔ اب اس درخت کے پتوں کو ہارپیاں کھاتی ہیں۔ ان کے کھانے اور چونچیں مارنے سے رُوح کو اذیت ہوتی ہے اور اس درد میں نالہ و فغاں اس کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔ سنو! ہم بھی مثل اور روحوں کے اپنے جسم مانگنے جائیں گے جسم ہم کو ملیں گے مگر روحوں کو ان میں داخل ہونے کا حکم نہ ہوگا۔ کیونکہ جب انسان خود اپنی کوئی چیز اپنے سے جُدا کر دیتا ہے تو پھر یہ انصاف نہیں کہ وہی چیز اُس کو پھر ملے۔ پس جو جسم ہم کو ملیں گے ان کو ہم گھسیٹتے پھریں گے اور پھر یہ روحیں اس ہیبت ناک وادی کے درختوں میں اپنے ہی کانٹوں میں سے کسی کانٹے میں اپنے جسم کو اٹکا کر لٹکا دیں گی۔" ہم درخت کی ان باتوں کو غور سے سُنتے رہے اور سمجھے کہ کچھ اور کہے گا کہ یکایک ایک شور پیدا ہوا اور ہم اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہ شور ایسا تھا جیسے کوئی شکاری شکار کی تاک میں کہیں بیٹھا ہو اور جنگلی سوئر کو وہ اپنی طرف دوڑتا ہوا آتا سُنے اور جھاڑیوں اور درختوں کے ہلنے اور جانوروں کی بھاگ دوڑ سے جو غُل پیدا ہو وہ اُس کے کانوں میں آئے۔ غرض اس شور و غل میں دیکھا کہ دو رُوحیں[1] بالکل برہنہ کانٹوں اور سوکھی شاخوں سے زخمی بے تحاشہ دوڑی چلی آتی ہیں اور اس دوڑ میں انہوں نے جنگل کے دونوں ٹہنیوں کو توڑ دیا ہے۔ ان میں جو رُوح[2] آگے آگے دوڑتی تھی۔ وہ چلّاتی کہ موت جلد آ اور خاتمہ کر، دوسری رُوح جو اس توقف پر بیقرار و مضطر تھی، اس نے چلّا کر کہا: "لانو[3] ٹوپو کے میدانِ جنگ میں تو تیرے ہاتھ پاؤں اس تیزی سے کام نہ دیتے تھے۔" اتنا کہکر جو رُوح پہلے دوڑتی آتی تھی اس کا دم ٹوٹ گیا اور وہ ایک جھاڑی میں اس طرح گری کہ جھاڑی اور وہ خود مل جل کر ایک ڈھیر نظر آئے۔ اُن کی پُشت پر ایک جنگل تھا جو بڑی نسل کی سیاہ رنگ خونخوار کُتیوں سے، جو دیکھنے میں دُبلی سوکھی ہڈیاں نکلی معلوم ہوتی تھیں۔ مگر نہایت تیز دوڑتی تھیں، بھرا پڑا تھا۔ اب جو جھاڑی میں چُھپا بیٹھا تھا اُس پر یہ کُتیاں اس طرح جھپٹیں جیسے تازی کتے زنجیر سے کھلتے ہی شکار پر۔ جھپٹتے ہیں اور اپنے دانت اور پنجلیاں اس میں[4] گڑو دیں اور اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے مُنہ میں اُٹھا چلدیں۔ اب ورجل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھکو اس جھاڑی کے قریب لایا جہاں کُتیوں نے کسی کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کئے تھے۔ جھاڑی نے ہمارے پہونچتے ہی اپنے خون بہتے زخموں کے ذریعے فریاد کی اور کہا کہ "اے سنت اندریا کے جاکومو[5] تو نے مجھکو اپنی آڑ کیوں بنایا اور اس سے تجھکو کیا حاصل ہوا۔ دُنیا میں تیری زندگی بُری تھی مگر وہ بُرائی مجھ بیقصور پر کیوں پلٹ پڑی۔" جب میرے آقا ورجل نے اس شکایت پر غور کر لیا تو وہ ایک

---

[1] ایک روح جاکومو اور دوسری لانو کی تھی۔ [2] یہ رُوح جاکومو کی تھی۔ [3] لانو سیانی کا رہنے والا تھا بڑا دولتمند تھا مگر اسراف اور فضول خرچی نے بالکل مفلس کر دیا۔ اس کے ملک والوں نے اُسے ایک فوجی مہم پر روانہ کیا تاکہ وہ فلورنس والوں کی طرف سے ایریزو سے لڑے۔ لانو کو اپنے تئیں ہلاک کرنے کا یہ موقع اچھا ملا اور وہ اسی لڑائی میں مارا گیا۔ جنگ ٹوپو کے میدان میں ہوئی تھی۔ [4] یعنی جاکومو کو نوچا اور پھاڑا۔ [5] جاکومو شہر پیدوا کا رہنے والا تھا بڑا صاحب جائداد تھا لیکن کُل جائداد عیاشی اور فضول خرچی میں اُڑا دی اور آخر کار مُفلس ہو کر خود کشی کر لی۔

تیسری رُوح[1] سے مخاطب ہوا جو جگہ جگہ سے زخمی ہو رہی تھی اور ان زخموں کے دہن سے اپنی دردناک داستان سُناتی تھی۔ ورجل نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ "اے روحو! جو عین وقت پر میری اس بے شرمی کی تباہی اور برہنگی کو دیکھنے آن موجود ہوئی ہو، میرے سب پتے گرا دیئے گئے ہیں تم اُن کو چُن کر اس درخت کے قدموں میں ڈال دو جس نے سب کو پالا پوسا ہے (شہر فلورنس سے مُراد ہے۔) میں اسی شہر میں رہا کرتا تھا۔ اور یہ شہر وہ ہے جس نے اپنے پہلے نگہبان[2] و محافظ کی جگہ یوحنا بپٹسٹ کو اپنا نگہبان اور محافظ بنایا ہے جس کی وجہ سے پہلا نگہبان ناراض ہو کر اپنی عقل و تدبیر سے اس شہر کی تباہی کے ہمیشہ درپے رہیگا۔ اگر دریائے آرنو کے پُل پر اُس[3] کی سنگین مورت کے دھندلے نشان باقی نہ ہوتے تو شہر کے وہ لوگ جنہوں نے ایٹلا کی غارتگری کے بعد شہر کی خاکستر سے اُس کی دیواریں تعمیر کی تھیں، ان کی یہ کل سرگرمی اور محنت اکارت ہو جاتی۔ یہ شخص[4] میں وہ ہوں جس نے اپنی ہی چھت میں پھندا لٹکا کر اپنے تئیں پھانسی دی تھی۔"

چودھواں بند

خلاصۂ کلام

ڈانٹے اور ورجل اب وہاں پہونچتے ہیں جہاں سے طبقۂ ہفتم کا تیسرا درجہ شروع ہوتا ہے۔ یہ درجہ ایک ہموار قطعۂ خشک اور گرم ریگ کا ہے۔ یہاں تین قسم کے گنہگار عذاب پاتے ہیں۔ ایک خُدا کے گنہگار، دوسرے فطرت کے گنہگار اور تیسرے وہ گنہگار جو فنون کے خلاف معصیت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جن لوگوں نے یہ گناہ کئے تھے انکی تعذیت کا طریقہ یہ تھا کہ آگ کے قرص ہمیشہ اُن پر برستے رہتے تھے۔ خدا کے گنہگاروں میں ایک شخص کاپانیوس تھا۔ اُس کی زبان سے خدا کی شان میں کلماتِ کفر ڈانٹے اور ورجل سُنتے ہیں۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ کو مُڑ کر اُس جنگل کے کنارے کنارے جس میں خودکشی کرنے والے مبتلائے عذاب ہیں چلکر وہ ایک چھوٹی سی ندی دیکھتے ہیں جس میں خون بہہ رہا ہے۔ یہ ندی خودکشی کرنے والوں کے جنگل سے نکل کر ریت کے میدان میں بہتی ہوئی گئی ہے۔ یہاں ورجل نے ڈانٹے سے ایک بڑے زبردست بُت کا ذکر کیا جو اقریطش میں کوہِ ایدا پر نصب تھا۔ ورجل نے بیان کیا کہ اس بُت میں کئی جگہ شگاف ہیں۔ ان شگافوں سے آنسوؤں کی دھاریں جاری ہیں اور یہ دھاریں وہ ہیں جن سے وہ خون کی ندی جس کا اُوپر ذکر ہوا ہے اور تین اور دوزخ کی ندیاں بنکر بہی ہیں۔

وطن کی محبت اور تکریم نے طبیعت میں جوش پیدا کیا اور میں نے وہ پتے جو بکھرے پڑے تھے چُن کر اُس کو دے دئے جس کی آواز اب چیختے چیختے بیٹھ چلی تھی۔ اب ہم اس سرحد پر آئے جو طبقۂ ہفتم کے تیسرے اور دوسرے درجے میں بطور حدِ فاصل قائم تھی۔ یہاں عدل گستری کے لئے ایک عجیب ہیبت ناک طریقہ جاری دیکھا۔ چونکہ غبار دُور ہو کر چیزیں صاف نظر آنے لگی ہیں، اس لئے اب میں اُن کی پوری کیفیت بیان کرتا ہوں۔

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری رُوح کسی فلورنس کے باشندے کی تھی۔ اسکے نام کی نسبت طے نہیں ہوا کہ کیا تھا۔ [2] فلورنس کا پہلا نگہبان بُت پرستوں کا دیوتا مارس تھا۔ اسکے بعد شہر والوں نے جون دی بپٹسٹ کو شہر کا نگہبان اور محافظ مانا۔ اس طرح مارس کا قہر شہر پر ایسا نازل ہوا کہ وہ کبھی کم نہ ہوا۔ [3] پہلا نگہبان یعنی مارس۔ لگہ مارس کی مورت کے کچھ نشانات چونکہ ابتک آرنو کے پُل پر باقی تھے اسلئے شہر بچا رہا اور اس طرح ان شہر والوں کی محنت و کاہش اکارت ہو گی جنہوں نے شہر کی دیواریں ایٹلا کی غارت گری کے بعد از سرِ نو تعمیر کی تھیں۔ [4] اس نام کی نسبت یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا تھا۔

ہم جس مقام پر تھے وہاں سے آگے بڑھکر ایک میدان میں آئے۔ یہاں زمین ایسی خشک اور بنجر تھی کہ اس میں کوئی درخت نہ جم سکتا تھا! ورد رنج وبلا کا جنگل اسی طرح اس کے گلے کا طوق بنا تھا جس طرح تکلیف ومصیبت کی خندق اس جنگل کو گھیرے تھی۔ اس میدان کے کنارے پہونچکر ہم کچھ دیر ٹھہرے۔ یہ ایک وسیع رقبہ خشک اور دبیز ریگ کا تھا اور وہ بہت کچھ مشابہ اس میدان سے تھا جہاں سے کیٹو ایک زمانے میں گذرا تھا۔ اے غضب الٰہی! اور اے انتقام خداوندی! جو لوگ میرے اس چشم دید واقعہ کو پڑھیں ان کو خوف کرنا چاہیے۔ میں نے یہاں برہنہ رُوحوں کے غول کے غول روتے پیٹتے اور آہ وزاری کرتے دیکھے۔ ان کی آہ وزاری کا یہ عالم تھا کہ اس کو سُن کر خوف ورافت ورحم ودردمندی سے کلیجہ شق ہوا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ رُوحیں مختلف طریقوں سے مبتلائے عذاب ہیں۔ ان میں بعض فرش پر چت پڑی ہیں، بعض سمٹی سکڑی پاس پاس بیٹھی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو چکر باندھے برابر گھوم رہی ہیں۔ یہ رُوحیں جو اس طرح چکر باندھے گھوم رہی ہیں، تعداد میں زیادہ تھیں، اور وہ رُوحیں جو عذاب پا رہی تھیں کم تھیں، مگر اظہارِ درد والم میں پہلوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ تمام ریگزار پر آگ کے قرص مختلف درجۂ حدت کے اس طرح گرتے تھے جیسے کوہِ الپ کی چوٹیوں پر برف کے گالے گرتے ہیں۔ ان کے گرنے کا انداز وہی جو رتِ عمون کے فرزند (اسکندر) نے اپنی فوج پر اقلیمِ ہند میں ٹھوس انگاروں کے گرنے کا دیکھا تھا اور اُن کا علاج یہی نکالا تھا کہ ان انگاروں کو زمین پر کچل دیا جائے کیونکہ اُن کے بُجھانے کا یہی آسان طریقہ تھا۔ مگر یہاں اس نارِ ازلی کی بارش کبھی بند نہ ہوتی تھی اور فرش پر مٹّی اور چونا آگ کی مثل سُرخ ہوکر اس طرح تپتا تھا جیسے انگیٹھی پر کباب سکتے ہوں۔ درد وتکلیف کو دوچند کرنے کے لیے ان روحوں کو آگ کو دُور رکھنے کے واسطے اپنے ہاتھ کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر مارنے پڑتے تھے۔ یہ حال دیکھکر میں نے ورجل سے کہا کہ "اے اُستاد تو جو اب تک سوائے ان بلیات کے، جنہوں نے تیرا راستہ دوزخ کے دروازے پر رُوکا تھا، تمام مشکلات پر غالب آیا ہے،

بتا کہ وہ قد آور اور قوی ہیکل رُوح جس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ میں جلنے تک کی اُس کو پروا نہیں، کون ہے؟ اور جس حال میں کہ آگ اور انگاروں کا ایک طوفان برپا ہے۔ اُس کے چہرے پر نخوت اور تکبّر کی علامتیں ظاہر ہیں"۔ میرے سوال کو اُس دیو ہیکل رُوح نے سُن لیا اور خود ہی اُس نے مجھے جواب دیا۔ "جو حال میرا اُس وقت تھا جبکہ میں دُنیا میں زندہ تھا، وہی میرا اس وقت ہے جبکہ میں مرکر یہاں موجود ہوں۔ اے رب الاکبر جوپیٹر تو نے سب کچھ کر دیکھا۔ میرے آزار پہونچانے میں تو نے اپنے رعد وبرق اندازوں کو تھکا مارا اور مجھ سے انتقام لینے کو اُن کے ہاتھوں سے بجلیاں چھین لیں اور جب میں دُنیا میں تھا تو تُو نے مجھے نشانہ بنا کر ان بجلیوں سے ایسا مارا کہ میں جہاں تھا وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اب جو تیرے برق ورعد انداز باقی ہیں اور جو باری باری سے تیری دُکانِ حدادی میں، جو دُھوئیں سے تاریک وسیاہ ہو رہی ہے کام کرتے ہیں ان کو بھی میرے درپے آزار کر، اور اس آتش فشاں مونجی بیلو میں خدائے نار ولکن کا نام بار بار زبان پر لاکر اس سے مدد مانگ۔ جیسے کہ اس سے پہلے فلی گری کے موقعۂ کارزار پر تُو اس سے طالبِ امداد ہوا تھا اور اپنی طاقت سے خدنگہائے آتش کا مجھ کو ہدف بنایا۔ یہ سب کچھ سہی مگر انتقام کی شیریں تسلی نہ تجھے نصیب ہوئی ہے اور نہ ہوگی"۔ اب میرے رہنما ورجل نے ایسے کڑاکے کی آواز میں، جو میں نے پہلے نہ سُنی تھی، کہا کہ "اے کاپانیوس! تیرا غرور اور تکبّر ابھی تک قائم ہے اور یہی وہ چیز ہے جو نسبتاً تیرے حق میں موجب سزا اور عذاب ہو رہی ہے"۔ اس کے بعد ورجل میری طرف متوجہ ہوا اور نرم آواز میں مجھ سے کہنے لگا کہ "یہ کاپانیوس ان سات بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے شہر تھیبس کا محاصرہ کیا تھا اور یہ اُس وقت بھی، جیسا کہ اب تک حال ہے، خُدا کو نفرت سے دیکھتا تھا اور خدا کے کمالِ قوت وقدرت کو ہیچ سمجھتا تھا اور جیسا کہ میں نے اُس سے ابھی کہا تھا کہ اس کا یہ اندازِ استحقار اس سینے کا زیور ہے جس پر وہ جھک رہا ہے۔ دانتے تو میرے پیچھے پیچھے چلا آ اور خیال رکھ کہ تیرا قدم گرم ریت پر نہ پڑے،

جنگل سے بلا بلا چل ہم دونوں خاموش چلے جاتے تھے کہ چلتے چلتے اُس مقام پر پہونچے جہاں جنگل کی سرحد سے ایک چھوٹی سی ندی نکلی ہے۔ اس ندی کی سُرخ موجیں تڑپتی اور جوش کھاتی زور سے بہتی نظر آئیں۔ رنگ ان موجوں کا ایسا سُرخ اور خونیں تھا کہ اس کے خیال سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ندی اُس ندی سے نکلی تھی جس کا پانی ابلی کم سے نکل کر بدکار عورتوں میں تقسیم ہوجاتا تھا۔ ریت میں یہ ندی بہتی ہوئی نکل گئی تھی۔ ندی کی تہہ اور اُس کے کنارے پتھر کی تعمیر تھے اور ندی کے دونوں طرف سنگین روشیں دُور تک چلی گئی تھیں۔ ہم نے انہی روشوں کو اپنے لئے راہِ مستقیم سمجھا۔ ورجل نے کہا کہ "دوزخ میں اس کے دروازے سے داخل ہونیکے بعد (اور دوزخ کی دہلیز وہ ہے جہاں کچھ روک ٹوک نہیں۔) جتنی چیزیں میں نے تجھے دکھائیں سب سے بڑھکر قابلِ قدر یہی ندی ہے جسے تو دیکھتا ہے۔ یہ رود بار وہ ہے جس پر آسمان سے برستی آگ آتے ہی بجھ جاتی ہے۔" یہی باتیں تھیں جو جو میرے ہادی اور رہبر نے مجھ سے کیں۔ اب میں نے ورجل سے کہا کہ اگر علم و آگاہی کی اشتہا تو نے مجھ میں پیدا کی ہے تو پھر وہ غذا بھی دے جس سے یہ اشتہا رفع ہو۔ ورجل نے اب بیان کرنا شروع کیا کہ اقریطش نام کا ایک مُلک برباد و ویران پڑا ہے۔ اگلے وقتوں میں ایک پُرانے بادشاہ کے دورِ حکومت میں یہ مُلک بڑا نفیس و پاکیزہ تھا۔ اسی مُلک میں ایک بلند پہاڑ تھا جس کو کوہِ ایدا کہتے تھے کسی زمانے میں سبزے اور چشموں نے اُس کو بڑا پُر فضا مقام بنا رکھا تھا۔ پھر وہ ایسا خراب و ویران ہوا کہ وہاں جانا تک حرام سمجھا گیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں ساترنس (زحل) خدائے زیان و زراعت کی عروس رھیا نے اس کو اپنے شیرخوار بچے (جیوپیٹر) کے لئے خُفیہ پرورش گاہ بنایا تھا۔ اور جب بچہ روتا تھا تو خود شور مچا کر اس کے رونے کو دوسروں کو نہ سننے دیتی تھی۔ اسی کوہ ایدا پر قدیم زمانہ میں ایک پُرانا بُت نصب تھا۔ یہاں اس بُت کے شانے دامیاٹا کی طرف پھرے تھے۔ روما میں وہ اس طرح تھا کہ گویا اپنا آئینہ دیکھ رہا ہے۔ اس بُت کا سر اعلیٰ ترین قسم کے کُندن کا تھا سینہ اور ہاتھ خالص چاندی کے تھے۔ سینے سے نیچے کمر تک پیتل کا تھا اور اس سے نیچے فولاد کا۔ دایاں پاؤں اس کا کمہار کی مٹی کا ہے جس پر بہ نسبت دوسرے پاؤں کے زیادہ زور دے کے کھڑا تھا۔ بجز اس حصّے کے جو سونے کا تھا۔ اس بُت کے باقی جسم میں جگہ جگہ شگاف تھے۔ ان سے آنسوؤں کی دھاریں جاری تھیں اور پھر یہ دھاریں مل کر بہتی ہوئی ایک غار میں گرتی تھیں اور پھر یہ سب پانی کی چادر بنکر نیچے ایک چٹان پر زور شور سے گر کر دریائے ایکرون، اسٹائیکس اور فلی گیتھوں کو جاری کرتی تھیں۔ اور پھر یہ تینوں دھارے دُور تک سیدھا راستہ اختیار کر کے زمین کی سب سے نیچی تہہ میں اُتر جاتے ہیں اور وہاں ان سے کوکی ٹوس کی جھیل بنتی ہے۔ اس جھیل کو ڈانٹے تم خود دیکھ لو گے اس لئے میں اس کا حال بیان نہیں کرتا۔" اس پر میں نے ورجل سے کہا کہ "جب یہ دریا ہماری دُنیا سے بن کر اس طرح بہا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اس میدان کے کنارے سے نکلتا ہوا ہم کو نظر آ رہا ہے؟" ورجل نے جواب دیا کہ "تمہیں معلوم ہے کہ یہ مقام مدوّر ہے اور گو ہم اس کے بڑے حصّے کو طے کر چکے ہیں مگر پھر بھی ہمیں بائیں طرف نیچے اُترنا باقی ہے۔ اس لئے پورا دَور تم نے ابھی تک ختم نہیں کیا ہے۔ بس اگر کوئی چیز تم کو عجیب معلوم ہو تو اس پر حیرت نہ ہونی چاہیے۔" اب میں نے ورجل سے پوچھا کہ "فلی گیتھوں



اور لیتھی کے دریا کہاں بہتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک کا حال آپنے بتایا نہیں اور دوسروں کی نسبت کہا ہے کہ زمین کی تہہ سے جو دھاریں مل کر نکلی ہیں انہیں سے ایک دریا فلی گیتھون ہے۔" ورجل بولا کہ "تیرے ان سوالوں سے میں خوش ہوتا ہوں۔ ممکن ہے کہ جس سُرخ جلتی ہوئی موجوں والے دریا کو ہم نے دیکھا ہے اس سے یہ دوسرا دریا لیتھی نکلا ہو۔ اس نام کے دریا کو تم خود دیکھ لو گے لیکن اس غار میں وہ نظر نہ آئے گا۔ بلکہ وہ اس مقام پر نظر آئے گا جہاں وہ رُوحیں جن کے گُناہ توبہ اور اظہار پشیمانی و ندامت سے دُھل گئے ہیں، نہانے جایا کرتی ہیں۔" اسکے بعد ورجل نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم فوراً اس جنگل اور ریگزار سے رُخصت ہوں۔ تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہ سنگین روشیں بالکل محفوظ راستے ہیں، یہاں تک شعلے نہیں پہونچ سکتے اور نہ گرمی اپنا اثر پہونچا سکتی ہے۔"

پندرھواں بند

خلاصۂ کلام

ورجل اور ڈانٹے اب اپنا رستہ اس سنگین روش پر اختیار کرتے ہیں جس کا ذکر اس سے پہلے بند میں آچکا ہے۔ جب یہ دونوں اس راستہ پر چلتے چلتے اتنی دُور نکل آئے کہ مڑ کر وہ جنگل کو نہ دیکھ سکتے تھے تو اُن کو رُوحوں کا ایک غول ملا جو بند اور اُس کی روشوں سے نیچے ریت پر آرہا تھا۔ یہ رُوحیں اُن کی تھیں جو فطرت کے خلاف گناہوں کے مُرتکب ہوئے تھے۔ ان رُوحوں میں ڈانٹے نے برونیتو لاتینی کو پہچانا۔ یہ شخص پہلے ڈانٹے کا اُستاد تھا۔ کچھ پیچھے رہ کر برونیتو سے ڈانٹے گفتگو کرتا ہے اور یہی گفتگو بند کے باقی حصہ میں بیان ہوئی ہے۔

اب ہم دو طرفہ سنگین راستوں میں سے ایک راستے پر کُہر میں گھرے ہوئے، جو ندی سے اُٹھ رہا تھا اور جو ان راستوں اور ندی کے بند کو آگ سے محفوظ رکھتا تھا، چلے جاتے تھے۔ ندی کا یہ بند اس طرح بندھا تھا جیسے کہ شہر فلانڈرز کے باشندے سمندر کے ڈر سے کہ اس کی موجیں اندر تک نہ بڑھ آئیں۔ گنٹ اور برو گس کے درمیان یا جیسے پیدوا والے رہنے والے اپنے شہروں اور قلعوں کو سیلاب سے بچانے کیلئے اس موسم سے پہلے کہ گرمی کے اثر سے کوہ چیار نتانا[1] کی چوٹیوں سے برف پگھلکر موجب طغیانی ہو دریائے برنتا پر بند باندھا کرتے ہیں۔ گو وہاں کے بند، جس کسی نے بھی اُن کو تیار کیا ہو، رفعت و حجم میں یہاں کے بندوں کے برابر نہ تھے۔ اس غول میں جتنی رُوحیں تھیں اُنہوں نے مجھکو اس طرح دیکھنا شرُوع کیا جیسے کوئی نئے چاند کو نکلتا دیکھے یا کوئی بڈھا درزی تاگا پرونے کے لئے سوئی کے ناکے کو غور سے دیکھے۔ جب اس غول کی رُوحیں ہم کو اس طرح غور سے دیکھ چکیں تو اُن میں سے ایک رُوح نے مجھے پہچان لیا اور میرا دامن پکڑ کر کہنے لگی: "یہ ہم کیسی عجیب صورت یہاں دیکھ رہے ہیں"۔ جب اُس نے میرا دامن پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا تھا تو میں نے اُس کی جُھلسی ہوئی صورت اور آنکھوں کو غور سے دیکھا تھا۔ گو اس کی آنکھیں گرمی اور آگ کے اثر سے متغیر تھیں۔ مگر میں نے اس کو بہر کیف پہچان لیا۔ اب مجھ کو یہ صورت خوب یاد آگئی اور میں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا: "سر برونیتو[2] کیا یہ آپ ہیں؟" برونیتو نے جواب دیا: "بیٹا تم ناخوش نہ ہونا اگر برونیتو لاتینی اپنے غول سے پیچھے رہ کر کچھ دیر تم سے بات کرنی چاہے۔" میں نے برونیتو سے کہا: "جہاں تک میرے امکان میں ہوگا میں اسے بہتر سمجھوں گا اور اگر آپ منظور کریں تو کچھ دیر آپکے پاس بیٹھکر میں بات

---

[1] چیار نتانا یورپ میں کوہستان الپ کے سلسلہ کا وہ پہاڑ ہے جہاں سے دریائے برنتو نکلتا ہے۔ جب اس پہاڑ کی چوٹیوں پر برف پگھلنا شرُوع ہوتا ہے تو اس سے دریائے برنتو میں شدت سے سیلاب آتا ہے۔ [2] سر برونیتو فلورنس کا رہنے والا تھا۔ اس شہر کا وہ معتمد اور وزیر تھا۔ ڈانٹے کا وہ اُستاد رہ چکا تھا۔ اس کی ایک تصنیف جس کا نام "ترئی سور" (خزانہ) ہے اب تک چلی آتی ہے۔ اس کتاب میں فلسفہ پر خطبات ہیں جس کی تقسیم نظری اور عملی میں کی گئی ہے۔ "ترئی سور" کو چار کتابوں میں تقسیم (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کردوں؟" اس پر برونیتو بولا "بیٹا اس غول سے اگر کوئی رُوح چلتے چلتے ایک لمحہ کو بھی کہیں ٹھہر جاتی ہے تو وہ ایک لمحہ سو برس کے عذاب و عقوبت کے برابر ہوتا ہے اور اس زمانہ میں آگ جو اس کو جھلستی ہے اُس کے ٹھنڈا کرنے کو اس کے پاس کوئی پنکھا بھی نہیں ہوتا۔ پس تم کہیں بیٹھو نہیں، چلتے رہو اور میں تم سے قریب تمہارا دامن پکڑے چلتا رہوں گا۔ اور باتیں بھی ہوتی رہیں گی۔ اس کے بعد اپنے غول میں جا ملوں گا جو اس وقت عذاب نا مختتم میں آہ و زاری کرتا ہے۔" ڈانٹے کہتا ہے کہ میری ہمت نہ ہوئی کہ میں نیچے اتر کر برونیتو کے ہمراہ ریت پر چلتا۔ اس لئے میں قد کو خم کئے اور سر کو جھکائے جیسے کوئی ادب و تعظیم کے خیال سے چلتا ہو چلا۔ برونیتو نے کہنا شروع کیا "یہ بھی عجیب بخت و اتفاق ہے کہ یوم قیامت سے پہلے تم دُنیا سے اُتر کر یہاں آئے ہو۔ بتاؤ یہ کون ہے جو تم کو راستہ بتاتا چلتا ہے؟" میں نے جواب دیا کہ "اوپر دُنیا میں جبکہ زندگی لطف و مسرت کے ساتھ بسر ہوتی تھی، میں ایک وادی میں چلا جاتا تھا کہ چلتے چلتے راستہ بھول گیا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ دُنیا میں اپنی زندگی کے دن پورے نہ کرنے پایا تھا۔ کل صبح کو میں اُس وادی میں سے باہر آیا۔ جب ایک مرتبہ پھر اس وادی میں میرا گذر ہوا تو وہاں مجھ کو یہ شخص ملا جو مجھے اس وقت راستہ بتاتا ہے اور اب وہ مجھکو اس راستے سے گھر لئے جا رہا ہے۔" برونیتو نے کہا کہ "جب زمانہ مرا مساعد تھا تو اُس وقت تمہاری نسبت میرا یہ خیال غلط نہ تھا کہ اگر تم اپنے ستارے کی چھاؤں چھاؤں چلے گئے تو ایک دن ماءمن عز و شرف میں پہونچ جاؤ گے۔ اور اگر میرے مقدر نے پہلے ہی مجھکو نہ بتایا ہوتا کہ آسمان تمہارے حق میں کیسا فیاض و مہربان ہے، تو میں تمہارے کام میں سہولت پیدا کر کے تم کو آسائش پہونچاتا۔ لیکن یہ ناشکر گذار اور کینہ توز قوم، جو پُرانے زمانے میں کوہستان فیسولی سے آ کر یہاں (فلورنس میں) بسی تھی اور اب تک اُن میں پہاڑی قوم ہونے کی وجہ سے سنگدلی پائی جاتی ہے۔ اس نے میرے نیک اور اچھے کاموں کو بنظر عداوت دیکھا مگر تم کو اس پر حیرت نہ ہونی چاہئے کیونکہ کڑوے اور بد ذائقہ سیبوں کے ڈھیر میں انجیر کے درخت کو یہ بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ اسکے شیریں پھل بھی اسی ڈھیر میں ہوں۔ پُرانے زمانے سے اس قوم فلورنس کی شہرت یہ چلی آتی ہے کہ وہ اندھی لالچی حاسد و مغرور ہے۔ پس اس کے ان عیبوں کا خیال تم کو رہنا ضروری ہے۔ اور اُن کے طرز طریقوں سے تم کو پرہیز اور اجتناب کرنا بھی لازمی ہے۔ تمہاری تقدیر نے عزت و بزرگی تمہارے ساتھ مخصوص کی ہے اور فلورنس کے دونوں فریقوں میں ہر فریق تمہارا ایسا ہی محتاج رہے گا جیسے بھوکا روٹی کا محتاج ہوتا ہے۔ تم تازہ چارہ بننا مگر بکرے کے دانتوں سے اپنے کو بچائے رکھنا۔ اگر فیسولی کا یہ غول فرش پر بھوس ڈال کر چوپایوں کی طرح بچے جنے اور اس ناپاک بیج سے کوئی ایسا درخت اُگے جس پر اُن صحیح النسب رومانیوں کا مبارک تخم پھر زندہ ہو۔ جو اس وقت وہاں موجود تھے جبکہ شہر بُرائیوں و بدکاریوں کا آشیانہ بنا ہوا تھا۔ تم ہرگز اس درخت کو ہاتھ نہ لگانا۔" میں نے جواب دیا: "کاش میرا خیال دُرست ہوتا مگر میں یہی عرض کروں گا کہ آپ ابھی



(بقیہ صفحہ گذشتہ) گیا ہے۔ کتاب اول تکوین عالم اور علم لاہوت میں ہے۔ کتاب ثانی ارسطو کی کتاب الاخلاق کا ترجمہ ہے۔ کتاب ثالث میں فضائل اور رذائل بیان ہوئے ہیں۔ کتاب رابع علم البلاغت پر ہے۔

تک انسانی فطرت کی حدود سے باہر نہیں ہوتے ہیں کیونکہ میرے دل میں ابھی تک آپ کی صورت نقش ہے اور اب وہ اور بھی تیز ہو کر آئینۂ دل پر ظاہر ہو رہا ہے جو مجھکو عزیز تھا۔ وہ صورت مہربان و فیاض تھی اور میرے والدین کی صورت سے مشابہ تھی۔ بہت زمانہ نہیں گذرا ہے کہ آپنے مجھکو وہ طریقہ بتایا کہ جس سے انسان شہرتِ جاوید حاصل کرتا ہے۔ میں نے آپ کے دیے ہوئے سبق کی نہایت قدر کی اور میرے لئے ضروری ہوا کہ جب تک زندہ ہوں اپنا کلام جاری رکھوں۔ میرے مقدر کا حال جو آپنے بیان کیا وہ میں نے لوحِ دل پر لکھ لیا ہے اور ایک دوسری[1] تحریر بھی رکھتا ہوں۔ ان دونوں کو میں اُس کی توجیہ اور تفسیر کے لئے مختص کرتا ہوں جو آسمان کی پاک خاتون[2] ہے۔ اگر میری ملاقات اس سے ہوئی تو میں ان تمام حالات سے اُسے واقف کروں گا۔ یہ امر البتہ میں آپ سے چاہتا ہوں کہ آپ اِس بات کو یاد رکھیں کہ میں اپنے ایمان اور ضمیر میں کسی قسم کا قصد اپنی جان اور ہستی کے خلاف نہیں رکھتا۔ پس تقدیر جو چاہے سو کرے میں ہر بات کے لئے تیار ہوں" اور میرے مقدر میں جو کچھ پیش آنے والا ہے، وہ کسی حال میں بھی میرے لئے نیا یا موجبِ حیرت نہ ہوگا۔ پس تقدیر جس طرح بہتر سمجھے اپنا چرخ چلاتی رہے۔ ہر چیز کو اپنا دور پورا کرنا ہے۔" اس کے بعد ورجل اپنے داہنے ہاتھ کو مڑا اور میری طرف دیکھکر کہنے لگا "سامعین میں وہ سامع اچھا ہوتا ہے جو بات سُن کر اس کو اپنے دل کی یادداشت میں درج کرے۔" باوجودیکہ ورجل میری طرف مڑا تھا، میں بدستور برونیتو سے گفتگو کرتا ہوا چلتا رہا۔ میں نے برونیتو سے دریافت کیا کہ "روحوں کے اِس گروہ میں کوئی خاص اور مشہور روح بھی ہے۔" برونیتو نے جواب دیا کہ "ان میں سے چند کا حال معلوم کرنا اچھا ہے۔ باقی کی نسبت خاموشی بہتر ہے۔ مختصر طور پر تجھ سے کہتا ہوں کہ یہ سب کلیسہ کے ارباب علم و فضل ہیں اور شہرت و ناموری میں کوئی کسی سے کم نہیں۔ دُنیا میں جب وہ زندہ تھے تو وہ سب اُسی ایک گناہ میں مُبتلا تھے۔ اسی نجس غول میں پریسکیا نخوی[3] اور اوکوسور[4] کا بیٹا فرانسسکو شامل ہیں، اور اگر تو اُس کو[5] جو دامنِ اخلاق پر سیاہ داغ ہے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے تو اُس کو بھی تو دیکھ لے گا، جس کو خادم کے خادم نے ارنو کی کلیسائی مسند سے ہٹا کر اُس مقام پر مُنتقل کیا جس پر سے دریائے باچی گیلونی بہتا ہوا گزرا ہے اور یہیں اُس نے اپنی تھکی ہاری جان دی تھی۔" برونیتو نے کہا کہ "میں اس وقت اور باتیں بھی تجھ سے کہتا لیکن اب میں زبان کھولنے اور تیرے ساتھ چلنے سے معذور ہوں۔ کیونکہ اس ریگستان میں آگے کی طرف مجھ کو ایک غبار اُٹھتا اور اِدھر آتا نظر آرہا ہے اور اس میں وہ غول ہے جس کے ساتھ مجھ کو جانا منظور نہیں۔ میں اپنی تصنیف "تری سور[7]" تجھے سونپتا ہوں اور یہی میری آخری درخواست ہے۔" اتنا کہکر برونیتو مڑا اور اس طرح بھاگا جیسے ویرونا کے میدان میں ہرے ہرے پتوں کا تاج حاصل کرنے کے لئے وہ لوگ دوڑتے ہیں جو ہارنے

---

[1] دوسری تحریر سے مُراد غالباً وہ پیشینگوئی ہے جو ساتویں بند میں فری نا تا نے ڈانٹے کی جلاوطنی کے بعد کی تھی۔ [2] یعنی بیاترس ڈانٹے کی معشوقہ۔ [3] مسٹر کیری مترجم ڈانٹے اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں کہ "ڈانٹے کی شرح لکھنے والے تحریر کرتے ہیں کہ کوئی وجہ اس امر کے یقین کی نہیں ہے کہ اس نام کا کوئی نخوی اس گناہ کا مرتکب ہوا تھا جس سے اسکو یہاں متہم کیا گیا ہے۔ پس ہم کو سمجھنا چاہیئے کہ نوعیت کی جگہ ایک فرد کا نام لیکر اس گناہ کے ارتکاب کی اکثریت پر اشارہ کیا ہے جو ایسے لوگوں میں تھا جن کے سپرد لڑکوں کی تعلیم و تربیت تھی اور وہ ان مواقع کو اپنے اس خبیث اور نجس مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ [4] اوکورسو اور اسکے بیٹے فرانسسکو کے مدفن شہر بلونا میں ہیں۔ اوکوسور شہر بلونا میں قانون کا مشہور شارح تھا۔ اس کی شرح ایسی مستند مانی جاتی تھی کہ اور کسی کو یہ بات نصیب نہ تھی۔ بلونا میں اسکو فخر شارحین کا خطاب ملا تھا۔ [5] یہاں اُسکو سے مراد اندریا دی مرزی سے ہے۔ اس خیال سے کہ اسکی بدکاریاں زیادہ شہرت نہ پکڑیں پوپ نکولس ثالث یا پوپ بونی فیس ہشتم نے فلورنس کے کلیسہ سے تبدیل کر کے وچنزا کے کلیسہ میں بھیجدیا تھا۔ وچنزا وہ شہر ہے جس میں سے دریائے باچی گیلونی گزرتا ہے۔ [7] برونیتو کی مشہور تصنیف کا نام تری سور (خزانہ) تھا۔

والے نہیں ہوتے بلکہ بازی جیتنے والے ہوتے ہیں۔

سولھواں بند

خلاصۂ کلام

سنگین روش پر جو اب ریگزار پر سے گذرتی تھی، دونوں مسافر چلے رہے حتیٰ کہ وہ اس سنگین راستے کے اختتام سے اتنے قریب آگئے کہ طبقہ ہشتم میں دوزخ والی ندی دفلے گی تھون) کے گرنے کی آواز ان کو آنے لگی۔ یہاں ان کو تین فوجی آدمیوں کی روحیں ملیں۔ ان روحوں نے ڈانٹے کے لباس کو دیکھکر بھانپا کہ وہ اُن کا ہموطن ہے۔ ان روحوں نے اس سے بڑی منت وسماجت سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ ڈانٹے ٹھہر گیا اور ان سے گفتگو کرنے لگا۔ اب یہ دونوں شاعر وہاں آئے جہاں پانی نیچے گر رہا تھا اور یہ طبقہ ہفتم کے تیسرے درجے کا اختتام تھا۔ یہاں ورجل نے اس غار میں جس میں پانی گر رہا تھا، ایک رسی ڈالی۔ یہ رسی پہلے ڈانٹے کی کمر میں بندھی تھی۔ اس رسی کو غار میں ڈالتے ہی ان دونوں نے دیکھا کہ عجب ہیبتناک شکل گرتے پانی کی چادر پر اوپر کو تیرتی ہوئی ان کی طرف آرہی ہے۔

(ڈانٹے کہتا ہے) اب میں وہاں آیا جہاں پانی گرنے کا شور سنائی دیتا تھا، پانی ایک طبقہ میں سے دوسرے طبقے میں گر رہا تھا اور اُسکا شور ایسا تھا جیسے بیشمار شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہوں اور اب روحوں کے ایک غول میں سے، جو قہر وعذاب کے شدید طوفان میں سے گزر رہا تھا، تین روحوں کو دیکھا کہ وہ تیز دوڑتی ہوئی ہماری طرف آرہی ہیں ان میں ہر روح نے چلا کر کہا: "مہربانی کر کے ذرا ٹھہرو۔ تمہارے لباس کی ہر وضع سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ہمارے بدنصیب وطن کے رہنے والے ہو" (ڈانٹے کہتا ہے) ہائے افسوس میں نے ان روحوں کے اعضاء پر ایسے ایسے پرانے اور نئے زخم اور آبلے دیکھے جو شعلوں نے اُن پر ڈالے تھے کہ اُن کے خیال سے اب تک مجھ کو تکلیف اور صدمہ ہوتا ہے۔ روحوں کی آواز سن کر میرا اُستاد ورجل چلتے چلتے رکا اور میری طرف مُنہ کر کے کہنے لگا "ٹھیرنا ضروری ہے کیونکہ یہ روحیں ہمارے خُلق ومروّت کی مستحق ہیں۔ اس مقام میں یہ خصوصیت ہے کہ خدا نجانے آتش ریز مسلسل ہوائیں اُڑائے جارہے ہیں۔ اس لئے مجھے یہی کہنا پڑتا ہے کہ تیرے لئے یہاں سے جلد بھاگنا ان روحوں کے بھاگنے سے زیادہ ضروری ہے" جب ہم چلتے چلتے ٹھہر گئے تو اُن روحوں نے ہمارے قریب آکر اپنی پرانی فریاد و فغاں شروع کی اور یہ تینوں روحیں حلقہ باندھکر نہایت بے قراری اور اضطراب سے ہمارے گرد دوڑنے لگیں اور ان کا انداز یہ تھا جیسے روما کے دنگل میں پہلوان جسم پر تیل مل کر اس غرض سے کہ دوسرے کا ہاتھ ان کو پکڑنے میں پھسلے، اُترتے ہیں اور مخالف اس جگہ کی تاک میں رہتا ہے جس کو پکڑنے میں ہاتھ رپٹے نہیں۔ غرض اس طرح جبکہ حلقہ باندھے یہ روحیں ہمارے گرد دوڑتی تھیں تو دوڑنے میں ان کے چہرے ہماری طرف تھے اور انکی گردنوں کی گدیاں پاؤں کی ایڑیوں کے مطابق حرکت کرتی تھیں۔ ان روحوں میں سے ایک نے کہا "علاوہ اس رنج وعذاب کے جو اس خشک وخطرناک ویرانے میں ہم کو نصیب ہے، شعلوں نے ہمارے بدن کی کھال تک اتار لی ہے۔ اگر ہماری اس ہیئت سے ہم اور ہماری فریاد قابلِ نفرت معلوم ہوتی ہو تو ہماری اس شہرت اور ناموری کا خیال کر کے جو کبھی ہم کو نصیب تھی، ہم عاجزی سے پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو جو دوزخ کی اس جلتی زمین پر بغیر تلوے جلائے قدم رکھتے چلے جاتے ہو؟" اس روح نے یہ بھی کہا کہ "جو روح مجھ سے آگے دوڑ رہی ہے اور جس کے نقشِ قدم پر مجھے دوڑتا دیکھتے ہو گو وہ اس وقت برہنہ ہے اور جو کچھ اسکے پاس تھا اس کو تلف کر چکی ہے۔ لیکن رُتبہ اور منزلت میں وہ کبھی ایسی اعلیٰ اور ارفع تھی کہ تمکو اُسکا یقین نہ آیگا۔

یہ روح اُس کی ہے جو پاکدامن خاتون گلدیرادا[1] کا پوتا تھا اور جس کو گوڈی گورا[2] کہتے تھے۔ جب وہ زندہ تھا تو اُس نے عقل کے زور اور تلوار کے بل پر بڑے بڑے کام کئے تھے اور یہ دوسری روح جو میرے پیچھے دوڑ رہی ہے، وہ الدوبرانڈی[3] کی ہے۔ دُنیا میں اُس کا نام لائق تحسین و ستائش تھا اور مَیں خود جو اس کے ساتھ گرفتار بلا ہوں رسنوکوگی[4] ہوں جس کے متعلق مطلق شبہ نہیں کہ اُس کی اس حالت کو پہونچنے کی بڑی وجہ اُس کی زشت خُو اور بدمزاج بیوی تھی!" ڈانٹے کہتا ہے کہ اگر میں آگ سے محفوظ ہوتا تو میں فوراً ان روحوں کے بیچ میں پہونچتا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا رہنما ورجل بھی مجھکو اس حرکت سے نہ روکتا لیکن آگ سے جلنے کے خوف نے میرا یہ ارمان پورا نہ ہونے دیا کہ میں جاکر ان روحوں سے بغلگیر ہوتا۔ میں نے ان سے کہا کہ "نفرت نہیں بلکہ تمہارا یہ درد و عذاب مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ تمہارے اس روح



تکلیف کا گہرا اثر میرے دل پر اُسوقت سے پہونچا ہوا ہے جب کہ ورجل نے مجھ سے چند الفاظ ایسے کہے تھے جن سے میں سمجھا تھا کہ اب میں ایک بلا گرفتہ قوم سے ملنے کا منتظر ہو جاؤں اور وہ اب ہمارے قریب آتی جاتی ہے۔ میں تمہارا ہموطن ہوں جس کو وطن سے ابتک محبت ہے اور میں وہ ہوں جس نے تمہارے ناموں اور کاموں کی شہرت سُنی ہے۔ تلخی کو چھوڑکر میں پھل کی اس شیرینی کا متوقع ہوں جس کا وعدہ میرے رہنما ورجل نے مجھ سے کیا تھا اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس غار میں اسکے مرکز تک نیچے اتروں۔" اس پر وہ رُوح بولی کہ "اس فاصلۂ دراز کو طے کرنے میں تیرے اعضا مدد کریں اور تیری نیک نامی کا آوازہ دُنیا میں بلند ہو۔ جب تو یہاں سے جائے اور دیکھے کہ فلورنس میں مروت و جوانمردی جو اُس میں کبھی تھی، اب بالکل ہی غارت ہو چکی ہے تو اُس سے کہنا کہ بورسیئری[5] ایک شخص، جو ابھی حکم عذاب سُن کر یہاں آیا ہے اور جو سامنے اسوقت

---

1 و 2 گلدیرادا بیٹی تھی برتی کی۔ برتی خاندان راوگناتی سے تھا جو شاخ تھی خاندان روی میری کی۔ شاہ اوتھیو چہارم اُس کے حُسن پر فریفتہ ہوا۔ باپ نے بیٹی کو پیش کرنا چاہا لیکن بیٹی نے انکار کیا۔ شاہ اُس کی حاضر جوابی سے خوش ہوا اور اُس نے ایک امیر سے بڑی جائیداد دیکر اس کی شادی کر دی۔ اس کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک باپ ہوا گوڈی گورا کا جس کا ذکر یہاں آیا ہے۔ یہ بڑا خوبرو اور فنون حرب کا ماہر تھا۔ .. ہم فلورنس کے آدمیوں کو لیکر اس نے انژو کے چارلس کی مدد کی اور اس سے اسکو من خریڈ کے مقابلے میں فتح ہوئی۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ گب لینی کا فریق فلورنس سے خارج کیا گیا اور گیولف کے فریق کا پھر دوردورہ ہو گیا۔

3 یہ خاندان ایڈیمیری کا بڑا شریف تھا۔ فوجی کاموں میں اسکی لیاقت کی قدر کی جاتی تھی۔ اس نے فلورنس والوں کو سینی کے لوگوں سے لڑنے سے منع کیا۔ لیکن فلورنس کی کونسل نے اُسکے مشوروں کو نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فلورنس والوں نے مونتاپرتو پر شکست کھائی اور گیولف کا فریق فلورنس سے خارج کیا گیا۔

4 الدوبرانڈی، فلورنس کا باشندہ تھا۔ صبر و استقلال، فیاضی اور سخاوت میں مشہور تھا۔ 5 ارسنوگوگی۔ یہ بھی فلورنس کا باشندہ تھا۔ دھن دولت سب رکھتا تھا اور دل کا فیاض تھا۔

6 بورسیئری۔ یہ بھی فلورنس کا باشندہ تھا۔ اس کو نہایت خلیق اور نفیس مزاج لکھا ہے۔ تقریر اور گفتگو کے لئے ہر وقت آمادہ رہتا تھا۔

اپنے اُمرار کے ساتھ جا رہا ہے، وہ ہمارے پاس ایک ایسی خبر لایا ہے جسے سُن کر ہم کو سخت رنج اور صدمہ ہوا ہے۔" اتنا سُن کر میں نے اپنا مُنہ اونچا کر کے کہا: "اے بدبخت فلورنس تجھ میں تو دولتمندوں کا ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جس نے غرور اور تشدد اختیار کر کے تجھکو زار و قطار رُلوایا ہے۔" ان تینوں رُوحوں نے میرے اس کلام کو اپنے سوال کا جواب سمجھا اور وہ آپس میں ایک دوسرے کا مُنہ اس طرح دیکھنے لگیں جیسے کوئی آدمی سچی بات سُن کر دوسرے آدمی کا مُنہ تکتا ہے۔ اب ان رُوحوں نے مجھ سے کہا کہ "اگر اس[1] قدر کم نقصان اُٹھائے تو دوسروں کے سوالوں کا جواب دے سکتا ہے، تو تو بڑا ہی خوش طبع اور زندہ دل آدمی ہے۔ اور تجھکو اپنے اظہارِ خیال کے لئے نہایت پاکیزہ الفاظ مل جاتے ہیں۔ پس تو جب اس اقلیمِ ظلمت سے واپس ہو کر پھر سپہرِ درخشاں میں ستاروں کو چمکتا دیکھے اور تو خوش ہو کر ان باتوں کا اعادہ کرے جو پیش آچکی ہیں تو دُنیا میں نسلِ آدم سے ہمارا حال ضرور کہنا۔" اتنا کہکر ان رُوحوں نے اپنا حلقہ توڑ دیا اور اس تیزی سے وہ ہمارے پاس سے بھاگیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے قدموں میں پَر لگے ہیں، اور اتنی دیر میں ہم وہاں پہونچے جہاں پانی کے گرنے کی آواز اتنے قریب آگئی کہ ہم ایک دوسرے کی بات نہ سُن سکتے تھے۔ اس شور کی کیفیت یہ تھی جیسے کوہِ ویزولا سے دریا[2] جس میں کوئی اور دریا ابھی شامل نہیں ہوا ہے، بہنا شروع کر دے۔ ویزولا وہ پہاڑ ہے جو جبلِ اپی نائن کے سلسلہ کے بائیں پہلو پر سمت مشرق میں ہے۔ کوہ ویزولا والے دریا کو اُوپر پہاڑوں میں ایکواچیتا کہتے ہیں لیکن جب مقام فورلی[3] میں وہ وادی میں اُترتا ہے تو پھر اس دریا کا نام یہ نہیں رہتا اور اس کا نام دوسرا ہو جاتا ہے۔ جس نام سے وہ سنت بینی وکت کی خانقاہ تک پہونچکر کوہِ الپ کی چوٹی کے ایک اُونچے چٹان سے نیچے گرتا ہے۔ یہاں اتنی جگہ[4] ہے کہ ایک ہزار آدمی آباد ہو سکتے ہیں۔ دُنیا میں جو اس دریا کا حال تھا وہی دوزخ کی ندی (فلی گیتھون) کی کیفیت ہم نے دیکھی کہ وہ ایک سیاہ بلند چٹان سے گر کر اس غضب کا شور پیدا کرتی ہے کہ تھوڑی دیر میں اُس کو سُنتے سُنتے ہمارے کان بہرے ہو گئے۔ میرے پاس ایک رسّی تھی[5] جو میری کمر میں لپٹی تھی۔ پہلے کسی زمانے میں میں نے چاہا تھا اس رسّی سے رنگین چیتے (یعنی خواہشاتِ نفس) کو باندھ کر اپنے قابو میں کر لوں۔ آقا ورجل کے حکم سے میں نے یہ رسّی کمر سے کھولی اور ہاتھ بڑھا کر ورجل کو دی۔ ورجل رسّی لیکر اپنے داہنی ہاتھ کو مُڑا اور غار کے کنارے سے چند قدم دُور رہکر وہ رسّی اُس نے غار میں پھینکی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس حرکت سے کوئی عجیب چیز نکلنے والی ہے! اب ورجل نے اپنی نظرِ دُوربین کام میں لاکر کہا "انسان ان لوگوں کے ساتھ کس قدر احتیاط سے کام لیتا ہے جو صرف کام ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ اُن اسباب اور خیالات کو بھی نظرِ تعمق سے دیکھتے ہیں، جو اس کام کا موجب ہوئے تھے۔ پھر ورجل نے کہا کہ جس چیز کا تجھے

---

[1] یہ اشارہ اس طرف ہے کہ ڈانٹے کو آزادیِ نطق آئندہ کس طرح نقصان پہونچانے والی ہے۔ [2] اس دریا سے مُراد دریائے مونٹون ہے جو جبلِ اپی نائن سے نکل کر خانقاہ بینی وکت کے اُوپر سے گذرتا ہے۔ یہ دریا پو اور مونٹون کے درمیان بہتے ہیں۔ وہ کوہِ اپی نائن کے بائیں پہلو سے نکل کر دریائے پو میں شامل ہو جاتے ہیں اور پھر یہ پو کے ساتھ سمندر میں گرتے ہیں۔ ڈانٹے دوزخ کی ندی فلی گیتھون کو دریائے مونٹون سے نسبت دیتا ہے۔ [3] فورلی پر دریا کا نام ایکوچیتا نہیں رہتا بلکہ مون ٹون ہو جاتا ہے۔ [4] اس سے مراد یہ ہے کہ اس خانقاہ میں جس قدر لوگ رہتے تھے اس سے زیادہ کی گنجائش تھی یا یہ کہ اس زمین کے مالکوں نے آبشار کے قریب ایک شہر بنانا چاہا تھا اور اس میں قرب وجوار کے قصبات اور قریوں کے لوگوں کو لاکر آباد کرنا چاہا تھا۔ [5] اس امر کا یقین کیا جاتا ہے کہ ڈانٹے جوانی میں طبقۂ سینٹ فرانسس میں شامل ہو گیا تھا۔ اس طبقہ کے قواعد میں خواہشاتِ نفس کو مارنا ضروری تھا۔ رنگین چیتے کو رسی سے باندھنے سے مُراد یہی ہے کہ خواہشاتِ نفس کو قابو میں رکھا جائے۔

انتظار تھا وہ جلد ظاہر ہونے والی ہے اور تیری آنکھیں اُس چیز کو جلد دیکھ لیں گی جس کے خواب تو دیکھا کرتا تھا۔ کوئی حقیقت جس میں ذرا سا لگاؤ بھی باطل کا ہو، اس کی نسبت انسان کو چاہیئے کہ اپنے لب بند رکھے۔ کیونکہ گو کہنے والا بے قصور ہوتا ہے لیکن لوگ اسی کو بُرا کہتے ہیں۔ مگر یہاں خاموشی بیکار ہے۔ اے پڑھنے والے سُن یہ اشعار جو میں اسوقت کہہ رہا ہوں، مَیں یہ قسم کہتا ہوں کہ تو ان کی قدر ہمیشہ کرے گا۔ ڈانٹے کہتا ہے کہ اب میں نے بند اور غبار آلودہ ہوا میں ایک شکل ایسی ہیبتناک دیکھی کہ مضبوط سے مضبوط دل رکھنے والا بھی اس کو دیکھکر لرز اُٹھتا یہ مُہیب شکل غار کے مُنہ سے اس طرح اُبھرتی نظر آئی جیسے کوئی جہاز کے بھاری لنگر کو نیچے سے اٹھاکر اُوپر لانے میں کسی چٹان یا سمندر کی کسی اور چیز کو زور سے پکڑے ہو اور پھر وہ ایک جست میں سامنے آ پہنچے جو شُر کھڑی ہو جائے۔

ستر ھواں بند

خلاصۂ کلام

بند کے شروع میں اس ہیبت ناک اور عجیب الخلقت جانور کی شکل بیان کی ہے جس کا ذکر اخیر بند میں آیا ہے۔ ورجل جب اس جانور سے گفتگو کرتا ہے کہ وہ ڈانٹے اور ورجل دونوں کو آگے کے طبقہ دوزخ میں لے جائے تو ڈانٹے ورجل سے اجازت لے کر غار کے کنارے کنارے کچھ آگے بڑھ جاتا ہے تاکہ تیسری قسم کے گنہگاروں کو جو اس درجے میں مبتلائے عذاب ہیں دیکھے۔ یہ گنہگار وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں فنون کے متعلق گناہ کئے تھے۔ ان گنہگاروں کو دیکھنے کے بعد ڈانٹے، ورجل کے پاس آتا ہے اور یہ دونوں اس مُہیب حیوان گریون کی پشت پر سوار ہو کر غار میں اُترتے ہیں۔

ورجل نے مجھ سے کہا: "دیکھو تو۔ ذرا اس موذی اور غارت گر حیوان کو جس کا نیش مہلک ہے۔ یہ جانور وہ ہے جو پہاڑوں پر گذرتا ہے۔ قلعوں اور حصاروں کی مضبوط دیواروں اور تیز برچھوں کی مستحکم باڑوں کو جو دُشمن سے حفاظت کے لئے کھڑی کی جاتی ہیں، توڑتا ہوا نکل جاتا ہے" اتنا کہکر ورجل نے اس ڈراؤنے جانور کو اشارے سے کہا کہ وہ غار سے باہر سنگین روش کے بالکل کنارے آ گئے۔ پس یہ جانور جو دغا اور فریب کی ہو بہو تصویر تھا فوراً نمودار ہوا۔ اس طرح کہ سر اور اوپر کا دھڑ تو زمین پر تھا اور باقی جسم جو اژدہے کی دُم کی مثل تھا غار کے اندر ہی رہا۔ چہرہ اس حیوان کا ایک حلیم الطبع اور عادل انسان کا تھا۔ باقی وہ سانپ تھا۔ دونوں ہاتھ جن پر سخت بالوں کے گچھے تھے، مع پہنچوں کے بغلوں سے پھوٹے تھے۔ پشت، سینے اور دونوں پہلوؤں کی جلد پر ایسے گل بوٹے تھے کہ کیا کوئی ترک یا تاتار شاہی طراز پر گلکاری یا زردوزی کرے گا یا ایرکنی، لڈیا کی وہ لڑکی جو پارچہ بافی میں شہرہ آفاق تھی اپنے کارگاہ پر ایسے نفیس نقش و نگار کا کپڑا بُنے گی۔ پانی کے کنارے جیسے ہلکی کشتیاں اکثر آدھی پانی میں اور آدھی پانی سے باہر خشکی میں ٹکی رہتی ہیں یا جیسے جرمنی کا وہ بدتمیز جانور جس کو جند بادستر کہتے ہیں شکار کی تاک میں بیٹھا ہو۔ اسی طرح اُن چٹانوں میں سے ایک چٹان پر جو ریگستان کے گرد احاطہ کئے تھے یہ خوفناک حیوان عفریت بدہیئت بیٹھا تھا۔ غار کی طرف دیکھکر اُس نے اپنی زہریلی دُم جس کے سرے پر کژدم کا سا نیش لگا تھا اُٹھائی۔ ورجل کہنے لگا کہ ہم کو اس جانور سے چند قدم ہٹ کر چلنا چاہیئے۔ بس ہم دائیں طرف مُڑکر راستہ چلنے لگے۔ اور اس خیال سے کہ آگ کی لپٹ اور جلتے چونے اور مٹی سے بچے رہیں روش کے کنارے کنارے ہم کوئی دس قدم گئے ہونگے کہ اس جانور کے قریب پہونچے اور یہاں سے ہم نے دیکھا کہ رُوحوں کا ایک غول غار کے پاس ریت پر بیٹھا ہے۔ اب میرے آقا ورجل نے کہا "اگر تو چاہتا ہے کہ جہنم کے اس طبقے کا پورا پورا علم حاصل کرے کہ اس میں کس قسم کی رُوحیں عذاب پاتی ہیں۔ تو آگے جا اور ان روحوں کا حال دیکھ۔ لیکن زیادہ دیر تک

وہاں نہ ٹھہرنا۔ جب تک تم پلٹو گے میں اس جانور سے بات چیت کر کے طے کر لونگا کہ وہ اپنے پروں اور بازوؤں سے ہماری مدد کرے۔ پس میں ورجل کے کہنے سے آگے بڑھکر ساتویں طبقے کی سرحد پر آیا۔ جہاں یہ طبقہ ختم ہوتا تھا۔ یہاں روحوں کا ایک غول بیٹھا تھا جس کی آنکھوں سے نالہ و گریہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا جیسے کسی چشمہ سے پانی دفعتاً پھوٹ کر بہے اور پھر وہ کثیف بخارات اور حدت زمین کے مقابل ایک غبار سا بن جائے۔ یہ روحیں کبھی ایک ہاتھ کبھی دوسرا ہاتھ اس طرح اٹھاتی تھیں جیسے گرمی کے موسم میں کتے مچھروں اور مکھیوں کو جو اُن کو ستاتی ہیں کبھی پنجوں سے اور کبھی سر کو ہلا کر ہٹاتے ہیں۔ انگاروں کے برسنے سے ان روحوں میں بعض کی شکلیں بالکل مسخ ہوگئی تھیں۔



پھر بھی میں نے ان میں سے ایک روح کو پہچانا۔ باقی کی نسبت میں لاعلم رہا۔ میں نے دیکھا کہ اِن رُوحوں میں سے ہر رُوح کے گلے میں ایک خریطہ لٹکا ہے اور جس رُوح کی گردن میں وہ لٹکا ہے اسکے خاندان کا طغرا یا نشان بنا ہے۔ اور یہ رُوحیں اپنی گردن کے اُن خریطوں کو بار بار دیکھتی ہیں۔ جب میں اُن کو دیکھتا ہوا چلا۔ تو میں نے ایک رُوح کے گلے میں زرد رنگ[1] کا خریطہ جس میں نیلی گوٹ تھی دیکھا کہ اس پر ایک بیٹھے ہوئے شیر کی تصویر بنی ہے۔ ایک دوسرا خریطہ دیکھا اس میں سُرخ زمین پر جس کی سُرخی خون کے رنگ کو بھی مات کرتی تھی ایک بط کی تصویر ہے جس کے پر دودھ سے زیادہ اُجلے ہیں۔ پھر ایک خریطہ نظر پڑا جس پر ایک بڑی موٹی مادہ خنزیر[3] کی تصویر نیلے رنگ میں سپید زمین پر تھی۔ اب اس روح نے جس کے خریطہ پر یہ تصویر تھی مجھ سے پوچھا کہ اس غار میں تمہارا آنا کیسے ہوا۔ دیکھو تم ابھی دُنیا میں زندہ ہو۔ تم کو معلوم رہے کہ یہ جو میرے پاس بیٹھا ہے وہ وِٹیالیانو[4] ہے۔ یہ میرے بائیں ہاتھ کو بیٹھے گا۔ ان تمام فلورنسیوں میں میں ہی صرف شہر پیدوا کا رہنے والا ہوں۔ اور یہ فلورنسی میرے کانوں میں اکثر کڑکتی آوازیں کہتے ہیں کہ اے شریف و نجیب نائٹ[5] عجلت کر تو وہ بے جوڑ تین منقار والا خریطہ لائے گا۔ اتنا کہکر یہ رُوح مُنہ سے زبان نکالکر اس طرح پھرانے لگی جیسے بیل اپنے نتھنے چاٹنے کو نکال کر پھراتا ہے۔ اس خیال سے کہ مجھے دیر ہوتی جاتی ہے میں اِن روحوں کو اُن کے حال پر چھوڑ کر چلا۔ اور ورجل کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اس ہیبت ناک جانور کے پٹھے پر بیٹھا ہے اور اُس نے یہ کہکر میری ہمت بڑھائی "دل کو مضبوط رکھ۔ ڈر نہیں۔ اب ہم اس غار میں اترنے والے ہیں۔ تو میرے آگے بیٹھ تاکہ اس جانور کی دُم سے تجھے کوئی گزند نہ پہونچے۔ میں اُس کی پشت پر بیچ میں بیٹھوں گا۔" ورجل کے مُنہ سے یہ الفاظ سُن کر میری خوف سے یہ حالت ہوئی جیسے کسی کو جاڑے سے بخار چڑھنے کو ہو، ناخن تک اسکے نیلے پڑ گئے ہوں اور چھاؤں تک دیکھکر اس کو جاڑہ اور لرزہ چڑھے۔

---

[1] اس سے مراد فلورنس کے خاندان گیان فگلی آچی سے ہے۔ [2] مراد اُبریاچی خاندان سے ہے جو فلورنس میں بڑا با رسوخ تھا۔ [3] یہ شہر پیدوا معزز خاندان اسکرووگنی کا نشان تھا۔ [4] پورا نام ویٹالیانو ڈل دینٹی، ہے۔
[5] گیووپانی بویاموتی، فلورنس کا ایک مشہور سود خوار اپنے وقت کا تھا۔

لیکن پھر طبیعت شرمندہ ہونے لگی۔ اور جیسے آقا کے سامنے نوکر دلیر اور چست ہوجاتا ہے میں نے بھی ہمت کی اور میں اُس جانور کے کندھے پر جو بیٹھا۔ ورجل سے میں کہنے کو ہوا کہ آپ مجھے پکڑے رہیں۔ مگر بات منہ سے نہیں نکلی۔ ورجل نے جس کی مدد اور اعانت کا یہ پہلا ہی موقع نہ تھا جونہی میں سوار ہوا بانہیں ڈال مجھ کو مضبوط پکڑ لیا۔ اب اُس نے اُس مُہیب جانور گریون سے کہا "اچھا اب چلو۔ راستے میں جہاں مڑو زیادہ چکر دے کر مُڑنا اور اپنی رفتار تیز نہ کرنا۔ خیال رکھو کہ جو لوگ تم پر سوار ہیں وہ کوئی معمولی بوجھ نہیں ہیں۔ اب جیسے ایک چھوٹا جہاز بندرگاہ سے چلنے میں پہلے کچھ پیچھے ہٹتا ہے پھر آگے بڑھتا ہے ہوا میں ایک تیراک کی طرح ہاتھ مارتا ہوا یہ مہیب جانور گریون اُڑنے لگا۔ اب مجھ پر وہ خوف طاری ہوا جو فیٹن پر تھا کہ سورج کے رتھ کو چلانے میں وہ ایسا گھبرایا کہ ہاتھ سے گھوڑوں کی راسیں چھوڑ دیں۔ رتھ جب زمین پر گرنے کو ہوا تو اُس میں آگ لگ گئی جس کے نشانات ابتک آسمان پر موجود ہیں۔ یا میرا خوف ایکاروس کے خوف کی مثل تھا کہ جب اُس نے دیکھا کہ پر جن پر اُس کو بڑا ناز تھا اور جو موم سے شانوں پر چپکے تھے موم کے پگھل کر پانی ہوجاتے اُس کے شانوں سے جُدا ہونے والے ہیں۔ اور اس کا باپ یہ حال دیکھکر چلاتا ہے۔ "ہوشیار ہو تو اپنی راہ کھوٹی کر رہا ہے" غرض یہی حال میرا اُس وقت تھا جبکہ میں اپنے چاروں طرف سوائے ہوا کے اور اس مُہیب جانور گریون کے جس پر ہم سوار تھے اور کسی چیز کو نہ دیکھتا تھا۔ اب گریون چکر کاٹتا نیچے کی طرف اُڑا میں اُس کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن نیچے سے ہوا آکر میرے چہرے کو لگتی تھی۔ میں نے اسی حال میں اپنے دائیں طرف نظر پھیری تو وہاں آبشار سے پانی نیچے گر گر کر پتھروں سے ٹکرا کر اُچھلتا شور مچاتا سُنائی دیا۔ جب زیادہ نیچے اُترے تو مجھے ایک نیا خوف اُس وقت پیدا ہوا جبکہ میں نے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ اور تکلیف اور اذیت کی چیخیں میرے کانوں میں آئیں۔ میرے جسم پر لرزہ تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ پاؤں خوب سمیٹ لئے تھے جس طرف نظر جاتی تھی سوائے درد و عذاب کے اور کچھ منظر نہ آتا تھا۔ ہم گریون پر سوار نیچے اس طرح جاتے تھے جیسے کوئی شکرہ بڑی دیر سے شکار کے لئے اُڑتا ہوا اور کوئی پرندہ اُس کو نہ ملا ہو۔ اور شکرہ کا مالک نا اُمید ہو کر شکرے سے کہتا ہو "کیوں زمین کی طرف جاتا ہے" اور شکرہ اتنا سُنکر خفا ہو کر مالک سے کچھ دُور جا بیٹھتا ہے۔ گریون چاروں طرف کے کٹے ہوئے چٹانوں کے بیچ میں اُڑتا رہا اور آخرکار اُس نے اپنا بوجھ اُتار دیا۔ اور بوجھ اُتارتے ہی یکلخت اُونچا اُچھلا اور اس طرح اُڑا جیسے کمان سے تیر اُڑتا ہو۔

اٹھارھواں بند

خلاصۂ کلام

ڈانٹے آٹھویں طبقہ دوزخ کا موقع اور اس کی شکل بیان کرتا ہے۔ اس طبقے کی تقسیم دس غاروں میں ہوئی ہے۔ اور ان غاروں میں مختلف اقسام کی رُوحیں جنہوں نے دُنیا میں رہ کر طرح طرح کے دغا اور فریب کئے تھے اُنکی سزا پا رہے ہیں۔ لیکن شاعر نے اس بند میں صرف دو قسم کے گنہگاروں کا ذکر کیا ہے پہلی قسم وہ ہے جنہوں نے محض اپنی لذت کے لئے یا دوسروں کے ہوائے نفسانی کو سیر کرنے کے لئے عورتوں کو اغوا کر کے ان کو انکے فرائض و منصب سے غافل کیا تھا۔ ایسے گنہگاروں کو بھوت اور دیو پہلے غار میں کوڑے مارتے ہیں۔ دوسری قسم کے گنہگار وہ ہیں جنہوں نے زندگی میں ہمیشہ تملق اور چاپلوسی سے اپنا کام نکالا۔ انکی رُوحیں دوسرے غار میں مبتلائے عذاب ہیں۔ وہاں نجاست بول و براز میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہیں۔

دوزخ کی گہری تہوں میں ایک مقام ہے جسے مال اِبج کہتے ہیں۔ یہ مقام سرتاسر چٹان ہے۔ رنگ یہاں کے چٹانوں کا ایسے کے

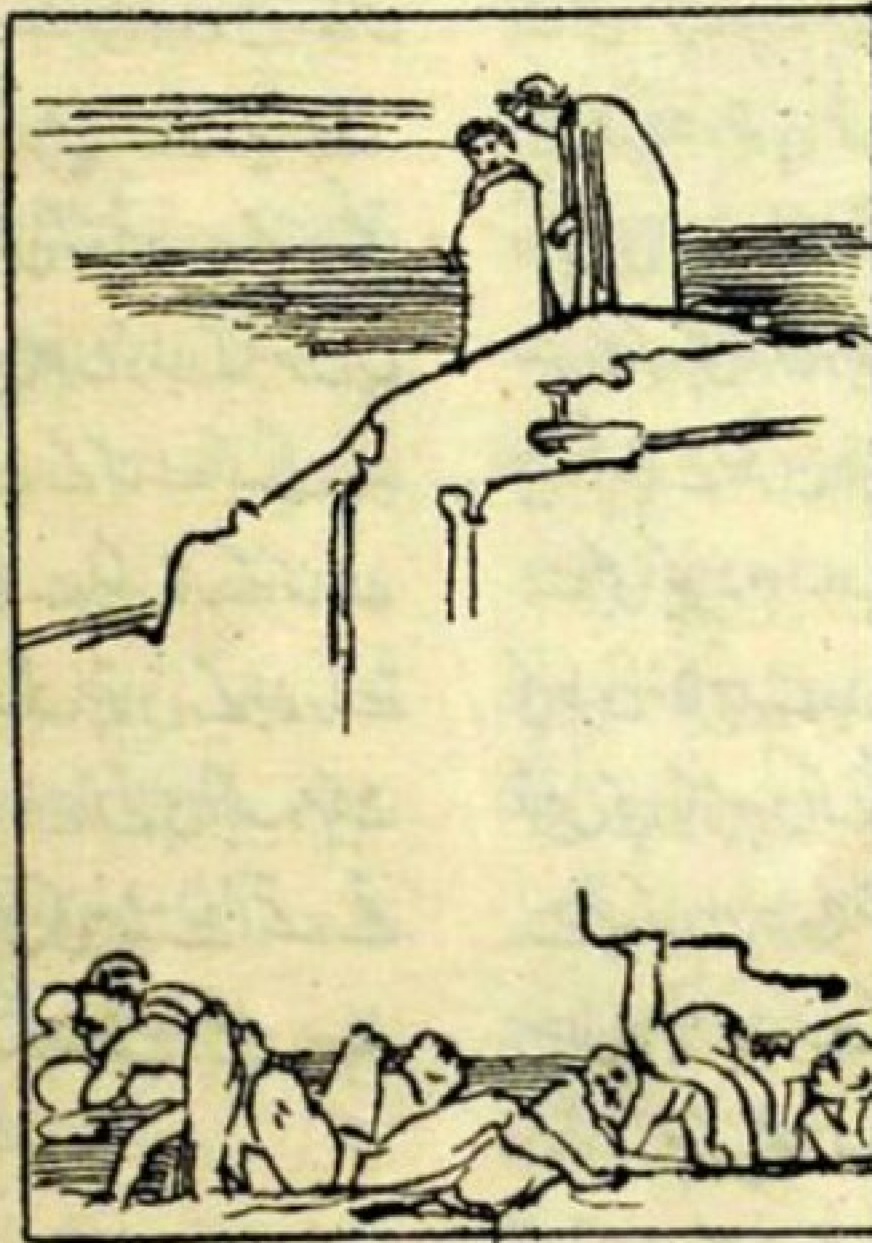
رنگ کا سا سیاہی مائل ہے اور وہ اُوپر سے نیچے تک گولائی کیساتھ پیچ و خم کھاتے چلے گئے ہیں۔ اس ہیبت ناک منظر کے ٹھیک بیچ میں ایک بہت بڑا غار مُنہ کھولے ہے۔ جس کی وضع و ساخت وقت مناسب پر بیان ہوگی۔ چٹانوں کی جڑ اور غار کے اُونچے ناہموار کناروں کے درمیان جو حلقہ سا بنتا تھا اس پر دس دمدمے یکے بعد دیگرے اس طرح بنے تھے جیسے دُنیا کے کسی شاہی محل یا قصر میں اس کی دیواروں کی حفاظت کے لئے خندقیں بنائی جاتی ہیں جو اُن کو دُشمن سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اسی طرح یہاں یہ دمدمے بنے تھے اور جس طرح دُنیا کے قلعوں میں ہر قلعے کے دروازے سے لیکر خندق کے سامنے کے کنارے تک پُل بنے ہوتے ہیں اسی طرح یہاں چٹانوں کے سلسلے سے لیکر غار کے کنارے تک بند اور پُشتوں پر سے گذرتے ہوئے سنگ چقماق کے بلند راستے غار کے دہن تک گئے ہیں اور یہاں یہ کُل راستے آتے ہی ایک دم کٹ جاتے ہیں۔ غرض ایسا مقام تھا جہاں ہم گریون کی پیٹھ سے اُترے تھے۔ اور انہی چقماق کے بلند راستوں میں سے ایک راستے پر ورجل اپنے بائیں ہاتھ کو چلا۔ میں اسکے پیچھے تھا۔

دائیں ہاتھ کو میں نے نئی نئی مصیبتیں، درد و عذاب اور نئے نئے کارکنانِ قہرِ الٰہی کو دیکھا کہ وہ پہلے غار میں مصروفِ کار ہیں۔ ان سے نیچے برہنہ گنہگار تھے۔ وسط راہ میں ان کے چہرے ہماری طرف تھے۔ لیکن ہم سے آگے جو تھے وہ لمبے لمبے قدم مارتے چلتے تھے۔ جس طرح رومانیوں نے سال جوبلی میں[1] اس پُل کے جس پر سے سینٹ پیٹر کے کلیسہ کو جاتے تھے طول میں دو حصے کر دیے تھے کہ ایک حصے سے لوگ آئیں اور دوسرے سے واپس ہوں۔ اسی طرح اس خوفناک چقماق کے راستے کے بھی دو حصے کر دیے گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ دیو اور بھوت جن کے سروں پر سینگ نکلے تھے ہاتھوں میں بڑے بڑے کوڑے لئے ان گنہگاروں کی پیٹھ پر مارتے تھے۔ افسوس پہلے ہی کوڑے میں وہ اُچھل کر بھاگتے تھے۔ دوسرے یا تیسرے کوڑے کی نوبت نہ آتی تھی۔ چلتے چلتے مری نظر ایک گنہگار پر پڑی۔ چونکہ میں اسکی صورت اچھی طرح نہ دیکھ پایا تھا اس لئے میں چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ میرا مہربان اُستاد ورجل بھی میری طرح ٹھہر گیا۔ اور کہنے لگا کہ دو چار قدم پیچھے ہٹ کر اس صورت کو اچھی طرح دیکھ لو۔ اس عذاب گرفتہ رُوح نے چاہا کہ اپنا چہرہ چُھپالے مگر بن نہ پڑا پھر اُس نے اپنا چہرہ نیچے کو جُھکا لیا مگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ اب میں نے بلند آواز سے کہا کہ اے رُوح گو تو زمین کی طرف نظر جمائے جا رہی ہے اگر تیری صورت بہت نہیں بدلی ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تو وینی دیکو ہے[2]۔ مجھے بتا کہ وہ کیا بات تھی جس نے تجھ کو اس طرح مُبتلائے عذاب کر رکھا ہے؟" وہ بولا کہ "تیرے سوال کا جواب دینے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن تیرا کلام ایسا صاف اور روشن ہے کہ مجھے اس وقت وہ حسین دُنیا یاد آگئی جس میں میں کبھی آباد تھا۔ اور یہی تیرا حُسنِ کلام وہ چیز ہے جو مجھے تیرے سوال کا جواب دینے پر مجبور کرتا ہے۔ پس سُن کہ میں وہی ہوں جس نے خوبصورت گیسولا[3] کو پُھسلایا تھا کہ وہ مارکواس[4] کے ہوائے نفس کو سیری دے۔ بہر کیف قصّہ اسی بدنما صورت میں مشہور ہو گیا۔ اور بلونا کے گنہگاروں میں میں ہی گرفتار عذاب نہیں ہوں بلکہ مجھ جیسے گنہگار وہاں اس کثرت سے موجود ہیں کہ دریائے رینو اور دریائے سیوانا میں جس قدر مختلف زبانیں لوگ بولتے ہیں اگر اُن سے پوچھو گے کہ تم کہاں کے ہو،

---

[1] سنہ ۱۳۰۰ء میں پوپ بونی فیس ہشتم نے ایک فرمان اس مضمون کا جاری کیا تھا کہ جوبلی کے زمانے میں سنٹ انجیلو کے پُل سے بھیڑ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو گزرنے میں تکلیف ہوتی ہے اس لئے اس پُل میں طولاً ایک دیوار بنا دی جائے کہ جو لوگ سنٹ پیٹر کے گرجا میں آئیں وہ دیوار کے ایک طرف سے آئیں اور واپسی میں دوسری طرف سے جائیں۔ ایسا ہی حال اس راستے کا تھا جو غار کے دہن تک گیا تھا۔ اور جس پر ورجل اور ڈانٹے اس وقت جا رہے تھے۔ [2] یہ شخص بلونا کا رہنے والا تھا اُس نے اپنی بہن گیسولا کو بہکایا تھا کہ وہ مارکوئس آف فریرا سے مباشرت کرے۔ مارکوئس فریرا کا ذکر بارھویں بند میں ظالم بادشاہوں میں ہو چکا ہے۔ [3] دیکھو نمبر ۲۔ [4] مارکوئس سے مُراد فریرا [illegible]

تو وہ اپنی اصطلاح میں جواب دیں گے "سیپا"[1] (یعنی ہم بلونا کے ہیں)، اور اگر ہمارے گنہگار ہونے کا زیادہ ثبوت درکار ہو تو اتنا یاد کرنا کافی ہوگا کہ ہم طامع زر بھی شدت سے تھے۔" وینی ڈیکو یہ گفتگو کرتا تھا کہ ایک دیو آیا اور اس نے وینی ڈیکو کو زور سے کوڑا مار کر کہا: "دور ہو فاسد، مخرب اخلاق، یہاں کوئی عورت فروخت کرنے کو نہیں آیا ہے۔"



اس کے بعد ڈانٹے کہتا ہے کہ میں ورجل کے پاس چلا آیا۔ کچھ دور آگے چل کر ہم ایک چٹان پر آئے جو رلستے سے کچھ باہر کو نکلا ہوا تھا۔ اس کے دائیں طرف ایک پگڈنڈی تھی جس سے آسانی کے ساتھ اس پر چڑھا جا سکتا تھا۔ غرض اب ہم ان ازلی سرحدوں سے باہر نکلے۔ اب ہم ایک خوفناک محراب کے نیچے سے گذرے۔ اس محراب سے ان گنہگاروں کو بھی گزرنا پڑتا تھا جو کوڑے کھا چکے تھے۔ ورجل نے کہا کہ یہاں ہم کو کچھ دیر ٹھہرنا چاہیے تاکہ جو مصیبت کے مارے ہمارے سامنے ہیں ان کو بھی دیکھ لیں۔ ہم نے اب تک ان کے چہروں کو نہیں دیکھا ہے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ پرانے پل سے ہم نے اس غول کو دیکھا جو ایک دوسری سمت سے ہمارے قریب آ رہا تھا۔ اس غول کی روحیں بھی اور روحوں کی طرح کوڑوں سے زخمی ہو رہی تھیں۔ اب میرے رہنما نے اپنی تقریر کا سلسلہ پھر جاری کیا اور کہا کہ ذرا اس بلند قامت روح کو دیکھو جو ہماری طرف آ رہی ہے۔ اس پر عذاب ایسا سخت ہے کہ اس کی آنکھیں خشک ہو گئی ہیں۔ ایک قطرہ بھی آنسو کا ان سے نہیں ٹپکتا۔ لیکن اس کے چہرے پر شاہانہ دبدبہ موجود ہے۔ یہ جے سن[2] ہے جس نے اپنی عقل اور طاقت سے کولخس[3] کے مینڈھے کو (اس کی زریں اون کے لئے) پکڑا تھا۔ اور ڈیموس[4] کے جزیرے میں جب اس کا گزر اس زمانے میں ہوا تھا کہ وہاں کی عورتوں نے بڑی بے باکی اور بے رحمی سے اپنے تمام مردوں کو مار ڈالا تھا۔ تو اسی جزیرے میں جے سن نے ہاپسی پلی[5] کو پھسلایا جو ایک حسین باکرہ تھی۔ ہاپسی پلی وہ تھی جس نے خود ان عورتوں کو دھوکے میں رکھا تھا۔ جے سن نے اس حسینہ کو حاملہ کیا اور اسی حالت کس مپرسی میں چھوڑ دیا۔ اور اسی گناہ کی سزا اب اس کو مل رہی ہے یہیں جے سن سے ان بدسلوکیوں کا انتقام بھی لیا جا رہا ہے جو میڈیا[6] کے ساتھ اس نے کی تھیں۔ جے سن کے ہمراہ وہ گنہگار ہیں جو اسی کی مانند گنہگار ہوئے تھے۔ بس پہلے غار کے لئے یہی

---

[1] یعنی ہم بولونا کے رہنے والے ہیں۔ دریائے سیونا بلونا کے مشرق میں ہے اور دریائے رینو اس کے مغرب میں ہے۔ اس میں ایک دریا کے نام کا نصف حصہ اس لفظ میں آتا ہے۔ [2] جے سن، ای کولخس واقع تھسلی کا بادشاہ تھا۔ سوتیلے بھائی نے تخت سے معزول کر کے اس پر قبضہ کیا۔ جے سن اس زمانے میں شیر خوار تھا۔ چچا نے اس کے مارنے کی فکر کی۔ لیکن چند دوستوں نے اس کی جان بچائی۔ اور اس کو ایک ستار کے سپرد کر دیا۔ جے سن جب جوان ہوا تو ای کولخس میں آیا اور باپ کا تخت چچا سے مانگا۔ چچا نے اس شرط سے ریاست واپس کرنے کا وعدہ کیا کہ وہ کولخس سے زریں اون لائے۔ جے سن نے شرط منظور کی اور ارگو نامی جہاز پر بیٹھکر چلا۔ اسکے ساتھ بہت سے یونان کے سورما تھے۔ جب وہ جزیرہ ڈیموس میں آیا تو وہاں کی عورتوں نے مشورہ کیا کہ اپنے مردوں کو مار ڈالیں۔ لیکن بادشاہ ڈیموس کی بیٹی ہاپسی پلی نے اپنے باپ کو بچا لیا اس میں اس نے عورتوں کو دھوکا دیا۔ ہاپسی پلی کے ہاں جے سن سے دو جڑواں بیٹے ہوئے۔ مگر جے سن اسکو چھوڑ کر چلا آیا۔ یہ اس کا بڑا گناہ تھا جس کا ذکر یہاں ہوا ہے۔ [3] و [4] و [5] دیکھو نوٹ نمبر ۲۔ [6] میڈیا کولخس بادشاہ کی بیٹی تھی۔ یہ جے سن پر عاشق ہو گئی اور اسی کی

(بقیہ صفحۂ آئندہ)

حالات تیرے سننے کو کافی ہیں۔ اور ان روحوں کے حالات بھی جو وہاں مُبتلائے عذاب ہیں اتنے ہی بیان کرنے کفایت کریں گے۔ اب ہم وہاں پہونچے ہیں جہاں سیدھا راستہ ایک دوسری محراب پر آتا ہے۔ گویا اب ہم دوسرے غار میں پہونچکر وہاں رُوحوں کی مغموم اور افسُردہ آوازیں سُنتے ہیں جو آپس میں نتھنے پھلا پھُلا کر باتیں کرتی ہیں اور ہاتھوں سے اپنے کو پیٹتی ہیں۔ غار کے کنارے نجس بخارات نے کھال کی بھوسی کا ایک دبیز بادل چھا رکھا ہے۔ جو بصارت اور شامہ دونوں کے حق میں سخت مضر اور آزاردہ ہے۔ یہ غار اتنا کم گہرا ہے کہ سوائے پہاڑ کی چوٹی کے اور کہیں سے اُس کی کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ یہانتک کہ ہم آئے اور یہاں سے نیچے خندق میں میں نے دیکھا کہ رُوحوں کا ایک غول نجاست اور غلاظت میں غرق ہے اور یہ نجاست انسان کا بول و براز ہے۔ جب میں نے اپنی نظرِ متجسس نیچے کی طرف دوڑائی تو میں نے ایک رُوح کو دیکھا کہ اس کا سر اسی نجاست میں بھیگ رہا ہے۔ اسکے سر کو بتانا مشکل تھا کہ وہ کوئی دُنیا دار کا ہے یا پادری کا۔ مجھ کو دیکھکر وہ چیخا کہ "تو مجھے کیوں اتنا غور سے دیکھتا ہے" میں نے جواب دیا کہ "تُو وہ ہے جس کے کاکل میں نے خشک دیکھے تھے۔ تُو لوکا کا باشندہ الیسیو[۱] ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے بہ نسبت اور کے تجھے زیادہ غور سے دیکھا۔ میری زبان سے اتنا سُن کر اس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اور کہا کہ مجھکو تملق اور چاپلوسی نے اس ذلیل حالت کو پہونچایا ہے خوشامد اور چاپلوسی میری زبان پر خوب رواں تھیں۔ اب میرے رہنما ورجل نے مجھ سے کہا کہ ذرا آگے نظر اُٹھا کر دیکھو۔ تم کو وہ کم عقل اور ناپاک کسبی نظر آئے گی جو اپنے گندے ناخنوں سے اپنے کو نوچ کھسوٹ رہی ہے۔

یہ تائسی دیسی[۲] ہے جس نے اپنے گندے اور باطل لبوں سے جبکہ اُس کے عاشق نے پوچھا کہ تو میرے تحفے سے خوش ہوئی تو اُسنے جواب دیا کہ "میں بہت ہی شکر گذار ہوں"۔ اتنا دیکھکر یہ منظر ہمارے لئے خاتمہ کو پہونچا۔

اُنیسواں بند

خلاصۂ کلام

ڈانٹے اور ورجل اب تیسرے غار پر آتے ہیں۔ اس غار میں اُن روحوں پر عذاب ہو رہا ہے جو کلیسہ کے معبدوں کی خرید و فروخت کے مرتکب ہوئے تھے۔ ان کی سزا کا طریقہ یہ تھا کہ وہ چند سوراخوں سے اس طرح لٹک رہی ہیں کہ سر نیچے پاؤں اونچے ہیں مگر سوائے ٹانگوں کے سوراخ سے باہر جسم کا کوئی اور حصّہ نظر نہیں آتا۔ انکے تلووں پر شُعلے روشن ہیں۔ ورجل ڈانٹے کو دوزخ کی سب سے نچی تہ میں لے جاتا ہے۔ یہاں وہ دیکھتے ہیں کہ پوپ نکولس پنجم دوسرے پوپوں کی مانند اپنی بدکاریوں کی سخت سزا پا رہا ہے۔ ورجل اب ڈانٹے کو نیچے کی محراب سے اُوپر لاتا ہے اور یہاں سے اس کو آگے کے غار میں جانے کا راستہ ملتا ہے۔

سائمون میگوس، سائمون میگوس آفت آئے تجھ پر اور اُن پر جو تیرے پیرو ہیں۔ جنہوں نے خدا کی اچھی چیزوں کو بجائے اچھے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مدد سے جے سن کو زریں اُون ملی جس کی نگرانی پر ایک دیو مقرر تھا۔ جے سن میڈیا کو لیکر وطن آیا۔ لیکن کچھ زمانے بعد جے سن نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی۔ میڈیا نے اس کا انتقام جے سن سے بُری طرح لیا۔ میڈیا کے ساتھ جے سن نے یہ بدسلوکی کی تھی کہ اس کی زندگی میں دوسری عورت سے شادی کرنی چاہی تھی۔ [۱] الیسیو ایہ لوکا کے ایک معزز اور نامی خاندان کا رکن تھا۔ [۲] تائسی یا تائسی دیسی ایتھنز کی ایک مشہور کسبی تھی۔ اور سکندر مقدونی کے ہمراہ فوج کشی میں ایشیا گئی تھی۔ اسکندر کی موت پر اس نے بطلیموس لاگی سے تعلق کیا اور اس سے اسکے دو بیٹے ہوئے۔

کاموں میں برتنے کے طمع میں آکر سونے اور چاندی کی بدولت حرامکاری کی۔ اب تیرا مقدر کہہ رہا ہے کہ اسرافیل اپنا صور پھونکے۔ اب ہم آگے والی محراب پر آتے ہیں یہاں چٹان غار کے اوپر اس طرح آیا ہوا ہے کہ بالکل اس کے مرکز پر چھا گیا ہے۔ اے حکمت خداوندی! کیا دنیا میں کیا آسمان پر اور کیا اس منزلِ عذاب میں تو نے کیسی کیسی صنعتیں دکھائی ہیں اور اپنے عدل و انصاف سے ہر ایک کو کیسا کیسا معقول حصہ دیا ہے۔ اب میں نے ایک گرم جلتے ہوئے پتھر کو دیکھا کہ اس کے تمام پہلوؤں اور پیندے میں بہت سے سوراخ ہیں۔ یہ سب سوراخ گول ہیں اور گولائی میں سب برابر ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے۔ اور یہ گولائی اسی وضع کی تھی جو سینٹ یوحنا[1] کے خوبصورت گنبد کے نیچے جو مجھ کو ہمیشہ بھلا معلوم ہوا اُن حوضوں کے دہن کے تھے، جن میں اصطباغ دینے کا پانی موجود رہتا تھا۔ اور چند سال ہوتے ہیں کہ ایک ڈوبتے بچے کی جان بچانے کے لئے ان حوضوں میں سے ایک حوض کو میں نے توڑ دیا تھا۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ جو لوگ میرے اس فعل کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کی زبانِ طعن بند ہو جائے۔ پتھر میں ہر سوراخ سے ایک ایک گنہگار کی ٹانگیں پنڈلیوں تک باہر تھیں۔ باقی جسم چھپا تھا۔ ہر پاؤں کے تلوے پر شعلے روشن تھے، ٹخنوں اور گھٹنوں کے جوڑ کھل کر اُن کی رگیں اور نسیں الگ الگ ٹکی چکّر کھاتی نظر آتی تھیں۔ چربی بہہ کر شعلہ بن چکی تھی۔ اور شعلے اس طرح حرکت میں تھے کہ جس چیز کو جلاتے تھے اُس کی سطح کو چھوتے تک نہ تھے۔ غرض ایڑی سے گھٹنوں تک سب کے آگ لگی تھی۔ میں نے ورجل سے پوچھا کہ "بتائیے وہ کون ہے جس پر سب سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے؟ اور جو شعلے اُس کو جلا رہے ہیں وہ سُرخی اور شعلوں سے زیادہ تیز ہیں؟" ورجل بولا کہ "اگر تیری مرضی ہو تو میں تجھے اس راستے سے جہاں کنارے کی طرف جانے میں ڈھلان کم ہے اس رُوح کے قریب لے چلوں، وہاں تم خود جو کچھ اس سے پوچھنا ہے پوچھ لینا۔ اور وہی اپنا اور اپنے گناہوں کا حال خود تم سے کہے گا۔" میں نے عرض کیا جیسی مرضی اور خوشی آپ کی ہو۔ آپ کی خوشی میرے حق میں بہترین امر ہے۔ آپ میرے آقا ہیں۔ اور آپ کو علم ہے کہ آپ کی مرضی اور خوشی کے خلاف میں کبھی نہیں چلا۔ اگر میں خاموش بھی رہا ہوں تو آپ کو میرے دل کی بات معلوم ہو گئی ہے۔" اس کے بعد ہم چوتھی محراب پر آ گئے۔ یہاں سے ہم نے اپنا رُخ بدلا اور گہرائی میں نیچے اُترے۔ راستہ یہاں تنگ تھا اور چٹانوں میں دو طرفہ روزن تھے۔ ورجل نے مجھ کو اس وقت اپنے سے لپٹا رکھا تھا اور اس وقت تک مجھ کو اپنے سے علیحدہ نہیں کیا جب تک کہ ہم اُس سوراخ کے بالکل قریب نہ آ گئے جس سے اس گنہگار کی ٹانگیں جس کا حال میں دریافت کرنا چاہتا تھا باہر نکلی نظر آئیں۔ ٹانگوں کے کانپنے اور لرزنے سے اس درد و تکلیف کا اندازہ ہوتا تھا جو اس رُوح کو پہونچ رہی تھی۔ اب میں نے اس سے کہنا شروع کیا کہ "اے رُوح چاہے تو کسی کی بھی ہو، اگر ممکن ہو تو تو اپنی آواز مجھ کو سُنا۔ تو زمین میں سر نیچے پاؤں اوپر اس طرح گڑی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی خونی مُجرم کو سزائے موت دینے کیلئے سلاخ نصب کرتے ہیں۔ اسوقت میں خود وہاں اس طرح کھڑا تھا جیسے مقتل میں کسی قاتل کے گناہوں کو سُنکر اُنکے بخشوانے کی تدبیر بتا چکا ہوں اور قاتل اس تھوڑے سے وقفہ میں کہ جان نکلے پادری کو پھر پکارتا ہے۔ آخر کار رُوح چلا کر بولی: "او بونی فیس[2]

---

[1] چٹان میں سوراخ اتنی ہی گولائی کے تھے جیسے فلورنس میں سینٹ جون کے گرجا میں اصطباغ کے حوضوں کی گولائی تھی۔ انہی حوضوں میں سے ایک حوض ایک ڈوبتے بچے کی جان بچانے کے لئے ڈانٹے کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا تھا۔ بدگمان لوگوں نے اس حوض کے توڑنے کی وجہ کچھ اور ہی بیان کی۔ یہاں اسی طرف اشارہ ہے۔

[2] روح ڈانٹے کو بونی فیس ہشتم سمجھی ہے جو اس زمانے میں زندہ تھا۔ اور رُوح کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ اسقدر جلد مر کر دوزخ میں آ جائیگا۔ کیونکہ ایک پیشگوئی میں اُسکے مرنے کی خبر کسی دور کی تاریخ میں بیان ہوئی تھی۔ بونی فیس ہشتم سنہ ۱۳۰۳ء میں فوت ہوا تھا۔

بونی فیس تو اپنے آنے کی پیشینگوئی سے پہلے یہاں آگیا اور مجھکو تونے کئی برس کا دھوکا دیا۔ تونے شروع ہی سے اپنی دولت دوسروں کو کثرت سے کھلائی اور مطلق نہ ڈرا کہ دولت کے بل پر کلیسہ کی افسری خریدے اور پھر کلیسہ کا موجب تخریب ہو۔" میں اس جواب کو سُن کر اس آدمی کی طرح گم سم ہو کر رہ گیا جو جواب کا مطلب نہ سمجھے اور دل میں خفیف ہو اور یہ سمجھ میں نہ آئے کہ آگے کیا کہے۔ ورجل نے مجھ سے کہا کہ فوراً جواب دو کہ اے رُوح میں وہ نہیں ہوں جس کو تو سمجھ رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اُستاد کے کہنے کے مطابق اس رُوح کو جواب دیا۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ رُوح اور زور زور سے اپنے پاؤں اِدھر اُدھر مارنے لگی۔ اور ایک آہِ سرد بھر کر بڑے رنج والم کے ساتھ بولی کہ "پھر بتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ کیا میرا حال دریافت کرنا تیرے لئے ایسا ضروری ہوا کہ تو نیچے اُتر کر اس غار کے کنارے تک آیا۔ تو سُن میں وہ ہوں جس نے خلعتِ پاپائی زیبِ تن کیا تھا اور میں معزز خاندان اور سینی[1] کا رکن ہوں۔ پوپ ہونے کے بعد میں اپنے لواحق اور آدردوں کی ترقی کا اس درجہ خواہاں ہوا کہ اس بے جو دولت پیدا کی وہ دُنیا میں چھوڑی اور خود یہاں آگیا۔ میری نیچے میں اور ایسے ہیں جو اسی گناہ میں گھسیٹے گئے ہیں۔ یعنی میرے سابقین جو کلیسہ کے عہدوں کی خرید و فروخت کے گناہ کے مرتکب ہوئے تھے اب وہ اس چٹان پر شکنجوں میں کھچے لمبے پڑے ہیں۔ اور جب وہ[2] جسے میں تمہیں بھی تھا آئے گا تو مجھ پر نزول عذاب اور زیادہ ہوگا۔ میرے تلووں میں آگ اور اُلٹے لٹکنے کا زمانہ اس کے تلووں کے جلنے اور اور سر کے بل لٹکنے کے زمانے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اسکے بعد ایک اور گلہ بان جو کسی قانون کا پابند نہ ہوگا اور جسکے اعمال اُس سے بھی بدتر ہونگے سمتِ مغرب[3] سے آئے گا۔ یہ وہ[4] جے سن[5] ہوگا جس کا ذکر یہودیوں کے شاہی خاندان میکابیوں کے حالات میں پڑھتے ہیں کہ اُس نے بادشاہ اینٹی اوکس کو اس غرض سے رشوت دی تھی کہ وہ یہودیوں کے احبار کا سردار مقرر کر دیا جائے۔ جس طرح اس بادشاہ نے جے سن پر نوازشات کیں اسی طرح فرانس[6] کا بادشاہ اس مغرب کی سمت سے



۱؎ یہاں مراد پوپ نکولس ثالث ہے جو خاندان اور سینی کا رکن تھا۔ اور سا ریچھ کو کہتے ہیں۔ اسی رعایت سے ڈانٹے نے اس کے لئے ریچھنی کا بچہ لکھا ہے۔ پوپ نکولس ثالث ۱۲۸۰ء میں فوت ہوا۔ ۲؎ یعنی بونی فیس۔ ۳؎ سمت مغرب سے مراد بورڈو واقع فرانس ہے۔ گلہ بان سے مراد بورڈو کے اسقفِ اعظم برٹرانڈ ڈی گوٹ سے ہے جو ۱۳۰۲ء میں پوپ ہوگیا۔ اور پوپ ہو کر اس نے کلیمنٹ خامس کا لقب اختیار کیا۔ اسی پوپ کلیمنٹ نے پوپ کا اجلاس روما سے اٹھا کر اوینیوں واقع فرانس میں منتقل کیا۔ ۱۳۰۸ سے ۱۳۷۷ء تک پوپ کا محکمہ پورا اوینیون میں رہا۔ یہ امر ڈانٹے کو ناگوار گذرا۔ ۴؎ شاہان یہود میکابیوں کے حالات میں بیان ہوا ہے کہ جب بادشاہ سلوقس مرگیا اور اسکی جگہ اینٹی اوکس بادشاہ ہوا تو جے سن برادر اونیاس نے خفیہ طور پر کوشش کی کہ وہ یہودیوں کے احبار کا سردار بن جائے اور بادشاہ کی اس مداخلت کے معاوضے میں اُس نے ۳۶۰ ٹیلنٹ چاندی دینے کا بادشاہ سے وعدہ کیا اور صومعوں کی دیگر آمدنی سے ۸۰ ٹیلنٹ چاندی دینے کا اقرار کیا۔ ۵؎ فرانس کے بادشاہ سے مراد فلپ چہارم ہے۔

بونی فیس تو اپنے آنے کی پیشینگوئی سے پہلے یہاں آ گیا اور مجھکو تو نے کئی برس کا دھوکا دیا۔ تو نے شروع ہی سے اپنی دولت دوسروں کو کثرت سے کھلائی اور مطلق نہ ڈرا کہ دولت کے بل پر کلیسہ کی افسری خریدے اور پھر کلیسہ کا موجب تخریب ہو"۔ میں اس جواب کو سُن کر اس آدمی کی طرح گُم سم ہو کر رہ گیا جو جواب کا مطلب نہ سمجھے اور دل میں خفیف ہو اور یہ سمجھ میں نہ آئے کہ آگے کیا کہے۔ ورجل نے مجھ سے کہا کہ فوراً جواب دو کہ اے رُوح میں وہ نہیں ہوں جس کو تو سمجھ رہی ہے۔ چُنانچہ میں نے اُستاد کے کہنے کے مطابق اس رُوح کو جواب دیا۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ رُوح اور زور زور سے اپنے پاؤں اِدھر اُدھر مارنے لگی۔ اور ایک آہِ سرد بھر کر بڑے رنج و الم کے ساتھ بولی کہ "پھر بتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ کیا میرا حال دریافت کرنا تیرے لئے ایسا ضروری ہوا کہ تو نیچے اُتر کر اس غار کے کنارے تک آیا۔ تو سُن میں وہ ہوں جس نے خلعتِ پاپائی زیبِ تن کیا تھا اور میں معزز خاندان اورسیئنی[۱] کا رکن ہوں۔ پوپ ہونے کے بعد میں اپنے لواحق اور آوردوں کی ترقی کا اس درجہ خواہاں ہوا کہ اس بے جو دولت پیدا کی وہ دُنیا میں چھوڑی اور خود یہاں آگیا۔ میری تھیلی میں اور ایسے ہیں جو اسی گناہ میں گھسیٹے گئے ہیں۔ یعنی میرے سابقین جو کلیسہ کے عہدوں کی خرید و فروخت کے گناہ کے مرتکب ہوئے تھے اب وہ اس چٹان پر شکنجوں میں کھچے لیٹے پڑے ہیں۔ اور جب وہ[۲] جسے میں تمہیں سمجھی تھی آئے گا تو مجھ پر نزولِ عذاب اور زیادہ ہوگا۔ میرے تلووں میں آگ اور اُلٹے لٹکنے کا زمانہ اس کے تلووں کے جلنے اور اور سر کے بل لٹکنے کے زمانے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اسکے بعد ایک اور گلہ بان جو کسی قانون کا پابند نہ ہوگا اور جسکے اعمال اُس سے بھی بدتر ہونگے سمتِ مغرب[۳] سے آئے گا۔ یہ وہ جےسن[۶] ہوگا جس کا ذکر یہودیوں کے شاہی خاندان میکابیوں کے حالات میں پڑھتے ہیں کہ اُس نے بادشاہ اینٹی اوکس کو اس غرض سے رشوت دی تھی کہ وہ یہودیوں کے احبار کا سردار مقرر کر دیا جائے۔ جس طرح اِس بادشاہ نے جےسن پر نوازشات کیں اسی طرح فرانس کا بادشاہ[۸] اس مغرب کی سمت سے



۱؎ یہاں مراد پوپ نکولس ثالث ہے جو خاندان اورسیئنی کا رکن تھا۔ اورسا ریچھ کو کہتے ہیں اسی رعایت سے ڈانٹے نے اس کے لئے ریچھنی کا بچہ لکھا ہے۔ پوپ نکولس ثالث ۱۲۸۰ء میں فوت ہوا۔ ۲؎ یعنی بونی فیس۔ ۳؎ سمت مغرب سے مراد بورڈو واقع فرانس ہے۔ گلہ بان سے مراد بورڈو کے اسقفِ اعظم برٹرانڈ ڈی گوٹ سے ہے جو ۱۳۰۵ء میں پوپ ہوگیا۔ اور پوپ ہو کر اس نے کلیمنٹ خامس کا لقب اختیار کیا۔ اسی پوپ کلیمنٹ نے پوپ کا اجلاس روما سے اُٹھا کر اوینیون واقع فرانس میں منتقل کیا۔ ۱۳۰۸ سے ۱۳۷۶ء تک پوپ کا محکمہ اوینیون میں رہا۔ یہ امر ڈانٹے کو ناگوار گذرا۔ ۶؎ شاہان یہود میکابیوں کے حالات میں بیان ہوا ہے کہ جب بادشاہ سلوقس مرگیا اور اسکی جگہ اینٹی اوکس بادشاہ ہوا تو جےسن برادر اونیاس نے خفیہ طور پر کوشش کی کہ وہ یہودیوں کے احبار کا سردار بن جائے اور بادشاہ کی اس مداخلت کے معاوضے میں اُس نے ۳۶۰ ٹیلنٹ چاندی دینے کا بادشاہ سے وعدہ کیا اور صومعوں کی دیگر آمدنی سے ۸۰ ٹیلنٹ چاندی دینے کا اقرار کیا۔ ۸؎ فرانس کے بادشاہ سے مراد فلپ چہارم ہے۔

آنے والے پر کرے گا۔ ممکن ہے کہ میں نے ضرورت سے زیادہ کوئی بات فرض کرلی ہو مگر میں نے اس روح سے پوچھا کہ بتاؤ جب کلیسہ کی کنجیاں ہمارے مالک مسیح نے بطرس[1] کے سپرد کی تھیں تو کیا اس نے بطرس سے رشوت مانگی تھی۔ یقیناً اس نے سوائے اس کے کچھ نہیں مانگا کہ "میری پیروی کرو" اور نہ جب اس معتوب و مغضوب (یہودا) سے اس کی جگہ چھن گئی اور متھیاہ کے لئے قرعہ[2] ڈالا گیا تو کیا اس وقت بطرس اور اس کے ساتھیوں نے متھیاہ سے روپیہ لیا تھا؟

پس جو سزا تم بھگت رہے ہو وہ درست ہے اور تو اس بری طرح کمائے ہوئے روپے کو اچھی طرح دیکھتا رہ جو چارلس[3] کے مقابلے میں تیری سختیوں نے پیدا کرایا تھا۔ جو منصب تجھ کو اپنے اچھے وقت میں حاصل تھا اگر اس کے احترام کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس سے بھی زیادہ سخت تقریر تجھ سے کرتا۔ تیری طمع زر نے دنیا پر ایک رنج والم کی گھٹا چھا رکھی ہے تو وہ ہے جس نے اچھوں کو پامال کیا اور بروں کو ترقی دی۔ مبشر اناجیل (یوحنا[4]) کو تیری مثل گلہ بانوں کا حال اس وقت معلوم ہو گیا تھا جب کہ اس نے اس کو جو سمندر کی موجوں پر اس وقت بیٹھی[5] ہوئی بادشاہوں کے ساتھ حرامکاری میں مبتلا ہے۔ یہی وہ ہے کہ جو سات سروں[6] (پہاڑوں) پر سربلند تھی اور اپنی شان و شوکت کے ثبوت میں دس[7] سینگ رکھتی تھی اور مدت تک نیکی اور حسنات کے ساتھ اس کی ہمدرد و جلیس رہی۔

تو وہ ہے جس نے روپے کو اپنا خدا اور صنم بنایا۔ صنم پرست اور تجھ میں اتنا فرق ہے کہ وہ ایک کی پرستش کرتا ہے اور تو سینکڑوں کی۔ افسوس قسطنطین تو نے دنیا میں بڑی بڑی بلائیں اور آفتیں پیدا کر دیں۔ اپنے تبدیل مذہب سے نہیں بلکہ اس وافر جاگیر کی وجہ سے جو روما کے پوپ (سلواستر) نے پہلی مرتبہ تجھ سے حاصل کی۔" جب میں یہ گفتگو کر رہا تھا تو معلوم نہیں کس طرح اس مبتلا عذاب روح کی غیرت ایمان کو حرکت ہوئی کہ وہ کبھی ایک ایڑی پر اور کبھی دوسری ایڑی پر ناچتی ہوئی ایک ہی جست میں غائب ہو گئی۔ مجھ کو یقین ہے کہ میرا استاد ورجل میری اس تقریر کو سنکر خوش ہوا۔ کیونکہ وہ لب بند کئے میری سچی باتوں کو سنتا رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھے سینے سے لگا لیا اور اسی طرح اٹھائے ہوئے جس طرف سے یہاں نشیب میں آیا تھا اسی طرف اٹھا چلا۔ حتیٰ کہ ہم چٹان کی چوٹی پر پہونچ گئے اور اس میں ہم نے وہ راہ طے کی تھی جو چوتھے غار سے پانچویں غار میں لے جاتی تھی اور یہاں ورجل نے اپنے عزیز وزن (یعنی مجھ کو) آہستہ سے اس کھردرے اور ناہموار چٹان پر بٹھا دیا جس پر بز کوہی کو بھی گذرنا دشوار تھا۔ اب ہماری نگاہ کے سامنے ایک اور غار نمودار ہوا۔

بیسواں بند

خلاصۂ کلام

اس بند میں ڈانٹے ایسی روحوں کی سزا کا طریقہ بیان کرتا ہے جو زندگی میں آئندہ کی خبریں سنایا کرتے تھے۔ سزا کا طریقہ یہ تھا کہ ان گنہگاروں کے چہرے

---

[1] دیکھو انجیل عہد جدید کتاب اعمال باب ۱۔ درس ۲۶۔ [2] کتاب اعمال باب ۱۔ درس ۲۶۔ [3] بادشاہ صقلیہ چارلس پر پوپ نکولس اس وجہ سے غضبناک ہوا تھا کہ بادشاہ موصوف نے پوپ کی اس درخواست پر کہ اس کے خاندان اور چارلس خاندان میں شادیاں ہوں بڑی حقارت کے ساتھ نامنظور کیا تھا۔ [4] انجیل عہد جدید میں دیکھو کتاب مکاشفہ باب ۱۷۔ درس ۱-۲-۳۔ [5] یعنی محکمہ پوپ جو اس وقت فرانس کے شہر اوینون میں تھا۔ [6] سات سروں کے معنی بھی مکاشفہ میں بیان ہوئے ہیں۔ غالباً یہاں مطلب روما سے ہے جہاں مدت سے پوپ اجلاس کرتا تھا۔ [7] دس سینگوں کا مطلب بھی انجیل کی اس کتاب مکاشفہ سے دریافت ہوگا۔

ان کے جسم پیالٹ کر لگا دئے جاتے تھے۔ تاکہ آگے دیکھنے کی قابلیت ان سے زائل ہو جائے۔ اب ان کے لئے آگے چلنا پیچھے ہٹنے کے برابر تھا۔ انہی روحوں میں امفیاروس تاثی ریسیاس، اروئس اور مانتو اور ان کے علاوہ اور لوگوں کی روحیں تھیں جو اپنی زندگی میں آئندہ کا حال اور علم نجوم سے مستقبل کی خبریں سنانے کا دعویٰ رکھتی تھیں۔ ورجل نے ان سب روحوں میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ کرکے ڈانٹے کو بتایا۔ مانتو کا نام آنے پر ورجل کو موقع ملا کہ اپنے وطن شہر منشوا کی اصل اور ابتدا بیان کرے۔

ڈانٹے کہتا ہے کہ اب میری اس نظم میں وہ وہ نئے نئے درد و عذاب بیان ہوں گے کہ جو نغمۂ اوّل کے اس بیسویں راگ کے لئے موزوں ہیں اور یہ مضمون وہ ہے جس میں ارواح کو غایت درجہ درد و عقوبت میں مبتلا دکھایا گیا ہے۔ اب میرے سامنے جو غار تھا اس کو میں نے بہ نظر غور دیکھا۔ دوسروں کی تکلیف پر دردمندی سے میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ میں نے روحوں کے ایک غول کو دیکھا کہ وہ اس سنسان اور ہیبت ناک وادی میں سے بالکل خاموش گزر رہا ہے اور روحیں روتی بھی جاتی ہیں۔ انداز رفتار اُن کا ایسا تھا جیسے کسی کنیسہ کے صدر پر مطربوں کا طائفہ خدا کی حمد گاتا چلتا ہو۔ جب میری نگاہ ان روحوں پر اچھی طرح پڑی تو میں حیرت سے دنگ رہ گیا۔ میں نے دیکھا کہ گردن کی ہڈی کے پاس سے ان سب کے چہرے جسم پر اُلٹے لگے ہیں اس طرح کہ چہرہ بجائے سامنے ہونے کے پُشت کی طرف ہے۔ اس سزا میں کہ وہ آگے نہ دیکھ سکیں وہ مجبور ہیں کہ اگر آگے چلنا چاہیں تو انداز رفتار اُن کا پیچھے کے رُخ چلنے کا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ لقوے یا فالج میں حال ایسی ہی ہو جایا کرتی ہے مگر میں نے نہ کبھی کسی ایسے مریض کو دیکھا اور نہ مجھے اس کا یقین ہے۔

اے پڑھنے والے ذرا دل میں سوچ اور خُدا تجھکو پڑھنے کا پھل دے کہ ایسے لوگوں کو قریب دیکھکر جن کے چہرے اُن کے جسموں پر اس طرح اُلٹے لگے ہوں کہ رونے میں اُن کے آنسو سامنے نہیں بلکہ پشت و کمر پر ڈھلکتے ہوئے نیچے آتے ہوں تو اس حال کو دیکھکر میں کب تک اپنی آنکھیں خشک رکھ سکتا تھا۔ ایک چٹان کا سہارا لئے میں کھڑا روتا رہا۔ ورجل نے جو مجھے روتے دیکھا تو وہ چلایا اور کہا۔ "کیا تو بھی ان کم عقلوں کی مانند ہو گیا۔ یہ وہ مقام نہیں ہے جہاں رحمدلی ایک بار مر کر پھر زندہ ہو۔ اس سے بڑھکر کیا گناہ ہو سکتا ہے کہ خُدا کے فیصلے کو سُنکر اپنے جذبۂ علم و دانش سے اس کی تردید کر دی جائے۔" ڈانٹے اپنا سر اُٹھا، سر اونچا کر اور اس شخص کو دیکھ جس کے آنکھوں کے سامنے تھیبس ۱؎ میں زمین شق ہو گئی تھی۔ سب چلاتے تھے کہ امفیاروس تو کہاں بھاگا جاتا ہے۔ لڑائی سے کیوں منہ پھیرتا ہے۔ مگر امفیاروس کس کی سُنتا تھا۔ بھاگتے بھاگتے وہ دوزخ کے قاضی مینوس کے پاس پہونچ ہی گیا۔ اور مینوس وہ ہے جس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ مینوس نے امفیاروس کے سینے کو اُس کی پشت بنا دیا۔ اور اب وہ جو بہت دُور آگے کی بات دیکھنی چاہتا تھا اب وہ صرف پیچھے کی طرف دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح تاثی ریسیاس ۲؎ کو دیکھو کہ اُس کی صورت بھی بدلی ہوئی ہے اور وہ مرد سے عورت ہو گیا ہے اور تمام قویٰ اور اعضا جو پہلے مرد کے رکھتا تھا اب وہ سب عورت کے قویٰ اور اعضا ہو گئے ہیں۔ اور وہ سمجھا کہ مرد کے اعضا دوبارہ پیدا ہونے سے قبل بہتر ہو کہ وہ اپنے سونے کے عصا سے دو سانپوں کو مارے جو لڑتے لڑتے گتھ گئے تھے۔ اور یہی حال اروئس ۳؎ کا ہوا جس کا شکم اُس کی پشت پر اُبھرا ہوا ہے اور یہی کیفیت اروئس کی ہوئی جو لونی کے پہاڑوں میں کہ لارا والے سنگ مرمر کے سپید کوہسار میں ایک غار میں گھر بنائے رہا کرتا تھا اور وہیں سے ستاروں اور آسمانوں کو اُن کی لامتناہی کیفیت میں مطالعہ کیا کرتا تھا۔

۱؎ امفیاروس ان سات بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جنہوں نے ملکر تھیبس کا محاصرہ کیا تھا۔ اس نے ان بادشاہوں کی شکست کی پیشینگوئی کی تھی۔ امفیاروس لڑائی سے بھاگا۔ زمین شق ہوئی اور اس کو نگل گئی۔ ۲؎ تاثی ریسیاس۔ تھیبس کا رہنے والا تھا۔ فال نکالنے اور آئندہ کی خبریں دینے میں وہ بہت مشہور تھا۔ سات برس کی عمر میں اندھا ہو گیا تھا۔ مگر بڑی عمر پائی۔ یونان کے پرانے قصص اصنام میں بہت کم ایسے قصے ہیں جن میں اس کا ذکر نہ آیا ہو۔ ۳؎ اروئس کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ لونی کے پہاڑوں میں رہا کرتا تھا۔

(بقیہ صفحہ آئندہ)

اس کے بعد وہ رُوح نظر آئی جس کی زُلفیں بجائے پُشت و شانوں کے چھاتیوں پر بکھری تھیں اور جس طرح سر میں بال پاس پاس نکلتے ہیں اسی طرح چھاتیوں پر بال اس کثرت سے نکلے تھے کہ وہ نظرنہ آتی تھیں۔ یہ مانتو ہے جو ملکوں ملکوں گشت لگاتی رہی تھی۔ اور میرے وطن کو اُس نے اپنا وطن بنایا تھا۔ اب کچھ دیر کے لئے قطع کلام کرکے اس نظم کے پڑھنے والے کو میں دوسری طرف متوجہ کرتا ہوں۔ قصہ یہ ہے کہ جب مانتو کا باپ مرگیا تو شہر پر بے کس کا قبضہ ہوا۔ شہر والوں نے اس انقلاب کا رنج کیا۔ اب مانتو مدت دراز تک دُنیا میں آوارہ گرد رہی۔ حتیٰ کہ پھرتے پھراتے وہ اٹلی کے پُرفضا ملک میں کوہستان الپ کے پائیں جو علاقہ تیرول میں جرمانیہ کی سرحد قائم کرتا ہے وارد ہوئی۔ یہاں مانتو کو ایک جھیل ملی جسکو بریسکا کہتے تھے۔ اس جھیل کی وسیع سطح سے ایک ہزار بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ چشمے کریمونہ اور گاردا کے درمیان بہتے ہوئے نکلے ہیں۔ اور یہ تمام چشمے کوہستان اپی نائن کے علاقے کو سیراب کرتے ہیں۔ اس جھیل کو جانے میں نصف راہ پر ایک مقام[۵] آتا ہے جہاں ٹرنٹو کے گلوں (عیسائیوں) کا راعی (قسیس) اور اسی طرح بریسکا اور ویرونہ کے عیسائی آبادیوں کے قسیس جب وہاں سے گذرتے ہیں تو اپنے عصائے رعویہ سے وہاں کی زمین کو برکت بخشتے ہیں۔ وہیں پسکیرا[۶] کا مستحکم اور خوشنما قلعہ ہے تاکہ برگاٰئی اور برسگی اقوام کو جو سامنے رہتی ہیں مرعوب رکھے جھیل کے کنارے ہر طرف ڈھلواں ہوتے گئے ہیں اور جب بناکس کی جھیل میں پانی اتنا بڑھتا ہے کہ اس میں سما نہیں سکتا تو پانی وہاں سے نکل کر زور شور سے بہتا ہوا ایک پیچ و خم کھاتا لہراتا دریا بنکر طغیانی میں آتا ہے اور سرسبز مرغزاروں میں سے بہتا ہوا نکل جاتا ہے۔ جب یہ دریا بہتا ہوا تھوڑی دور آیا ہے تو اس کا نام منکیوں ہوگیا ہے۔ اور جب منکیوں شہر گورنو کے قریب پہونچتا ہے تو دریائے پو میں شامل ہوجاتا ہے۔ یہ دریا اپنے بہاؤ میں زیادہ دُور نہیں جانے پاتا کہ اس کو ایک وسیع اور ہموار قطعہ زمین کا ملتا ہے۔ یہ قطعہ دلدل اور کیچڑ کی زمین کی طرح پھیلا چلا گیا ہے۔ گرمی کے موسم میں یہاں کی آب و ہوا اکثر خراب ہوجاتی ہے۔ اب صحرائی لڑکی مانتو نے دیکھا کہ اس دلدل اور کیچڑ کی زمین کے وسط میں ایک ٹکڑا زمین کا ویران اور غیر آباد پڑا ہے۔ انسان سے بے تعلق رہنے کے خیال نے مانتو کو مع اس کے غلاموں کے یہاں بسا دیا۔ اپنے علم و ہنر سے مانتو اس آبادی کو ترقی دیتی رہی۔ یہانتک کہ مانتو کی رُوح اپنے جسدِ خاکی کو غیر آباد کرگئی۔ اب جو قومیں گرد و پیش رہتی تھیں وہ سب یہاں جمع ہوگئیں کیونکہ یہ مقام اپنے گرد دلدل اور کیچڑ کی زمین رکھنے کی وجہ سے محفوظ تھا۔ غرض ان قوموں نے مانتو کی مردہ ہڈیوں پر شہر کی بنا ڈالی۔ اور اس شہر کا نام اس صحرائی لڑکی کے نام پر جس نے یہ جگہ منتخب کی تھی منٹوا رکھا۔ نام رکھنے کے لئے کوئی اور وجہ اُنھوں نے تلاش نہ کی۔ شہر نے ترقی پکڑی اور لوگ کثرت سے آکر آباد ہونیلگے۔



(بقیہ صفحہ گذشتہ) وہ بھی مشہور منجم اور فالگیر تھا۔ یہ کوہ کرارا کی کانوں سے شمال میں جہاں سے سنگ مرمر نکلتا تھا ایک غار میں رہا کرتا تھا اور وہیں سے اجرام فلکی اور ان کی گردشیں معائنہ کیا کرتا تھا۔ [۴] منتو، یہ تھیبس والے تائی رلیساس کی بیٹی تھی۔ تھیبس کا شہر بے کس سے منسوب تھا۔ اسی مانتو کے نام پر منتوا شہر کا نام پڑا۔ منتوا ورجل کا وطن تھا۔ [۵] اس مقام کا نام اطالوی قوم یہاں ٹرنٹو۔ ویرونہ اور بریسکا کے عیسائی علاقے ملتے ہیں۔

[۶] پسکیرا ایک قلعہ ہے جو جھیل کے جنوب میں واقع ہے۔ جھیل کا زائد پانی ایک دریا میں جاتا ہے جس کا نام منکیوس ہے۔

حتیٰ کہ جس زمانے میں کسالودی[1] کا قبضہ شہر پر ہوا تو وہ اپنی حماقت و دیوانگی سے پی ناموتی[2] کے دھوکے میں آگیا۔ (اور منتوا سے اس کی حکومت جاتی رہی۔) منتوا میرا وطن ہے۔ اس کی اصل کی بابت اگر کوئی تم سے کچھ کہے تو تم اس کی بات نہ سننا۔ میں تم کو پہلے سے خبردار کئے دیتا ہوں کہ کسی جھوٹ کو اس طرح تسلیم نہ کرنا کہ سچی بات سے وہ تم کو ہٹا دے۔"

ورجل کی یہ تقریر سُن کر میں نے کہا کہ "آپ کی گفتگو سے جو نتیجہ میں نکالتا ہوں وہ ایسا یقینی ہے کہ اس کے متعلق دوسرے کی بات کو میں ایسی خاکستر سمجھونگا جس میں آگ کی کوئی چنگاری نہ ہو۔ لیکن اُستاد اُن رُوحوں کی نسبت کچھ فرمائیں جو سامنے جارہی ہیں کیا ان میں کوئی رُوح ہماری خاص توجہ کی محتاج ہے؟ میرا میلانِ خاطر اس وقت اسی امر کا معلوم کرنا ہے۔"

ورجل بولا کہ "وہ رُوح جس کی لمبی چوڑی ڈاڑھی بجائے سینے کے اسکی پُشت پر بکھری ہے جس زمانے میں فریقیہ کا ملک خالی ہوگیا تھا اور ہر بندرگاہ اوس سے اس کے مرد یہانتک کہ پنگوڑوں سے نیچے تک (ترو جہ کی) لڑائی میں چلے گئے تھے تو یہی شخص اور کالکاس تھا جس نے جہاز کا لنگر اُٹھانے کا حکم دیا تھا۔ اس کا نام یوری پی لوس رکھا گیا تھا۔ اس طرح میں نے اپنی نظم میں جس کی حسین اور شیریں بحر سے تم واقف ہو اور جس کی خوبی و لطافت کا تم کو بخوبی علم ہے اس شخص کا ذکر کیا ہے اور وہ رُوح جس کا نیچے کا دھڑ لاغر و حقیر ہے مائیکیل اسکاٹ[3] کی ہے۔ یہ جادو اور سحر کی تمام ترکیبوں کا ماہر تھا۔ اسکے بعد گیدو بوناٹی[4] اور اسڈنٹی[5] کی روحوں کو بھی ملاحظہ کرو۔ یہ وہ ہیں جو پچھتا کر کہتی ہیں کہ بہتر تھا کہ ہم اپنا تاگا اور چمڑا نہ چھوڑتے۔ مگر پچھتاوا دیر میں ہوا۔ ان کے بعد اُن آفت کے ماروں کو دیکھو جنہوں نے سوئی تکلا اور ورک چھوڑکر سیانوں اور فال نکالنے کا پیشہ اختیار کیا۔ اور کبھی پُتلے بنا کر اور کبھی جڑی بوٹیوں سے طرح طرح کے جادو اور سحر کے ٹوٹکے دکھا کر مخلوق کے موجب آزار ہوئے لیکن اب آگے چلنا چاہیے، کیونکہ قائن[6] اپنے کانٹوں کا تین خار والا بیلچہ لئے (یعنی قرصِ مہتاب) اس خط پر آکر جس سے کرۂ ارض کے دونوں نصفوں کی سرحد قائم ہوتی ہے۔ قصرِ اشبیلیہ کے نیچے موجوں کو مس کرنے لگا ہے۔ کل شب کو چاند پورا گول تھا اور تم کو یاد ہوگا کہ جنگل کی تاریکی میں اُس نے ہماری بڑی خدمت کی تھی۔" اتنا کہکر دونوں آگے بڑھے۔

اکیسواں بند

خلاصۂ کلام

ورجل اور دانتے ابھی دوزخ کے آٹھویں طبقے ہی میں ہیں۔ اس طبقے کا نام مال بولج ہے۔ یہاں ایک اونچے پل سے

---

[1] البرٹودی کسالودی کا قبضہ شہر منتوا پر ہوگیا تھا لیکن پی ناموتی نے اس کو مشورہ دیا کہ عوام کا دل مسخر کرے اور یہ اس طرح کہ شرفا قوم کو ان کے محلوں اور قصروں سے نکالدے۔ ان شرفا کو عوام اپنے حق میں موجب آزار سمجھتے ہیں۔ کسالودی نے ایسا ہی کیا لیکن شرفا کے نکلتے ہی پی ناموتی عوام سے مل گیا۔ اور کسالودی کو معزول کر کے خود منتوا کا بادشاہ ہوگیا۔
[2] دیکھو نوٹ [1]۔ [3] تیرھویں صدی عیسوی میں مشہور عالم و فاضل گزرا ہے لیکن جسقدر علم و فضل حاصل کیا تھا وہ سب غیر ملکوں میں تحصیل کیا تھا۔ اسلئے ارسطو کے فلسفہ پر شرح لکھی اور فلسفہ فطرت اور دیگر عجیب و غریب علوم پر تصانیف کی تھیں۔ اپنے معاصرین میں وہ بڑا ہوشیار ساحر مشہور ہوگیا تھا۔ جادو پر جو کتابیں اُس نے لکھی تھیں اُنکو ڈر کے مارے کوئی کھولتا تک نہ تھا کہ کہیں کوئی بھوت نہ لپٹ جائے۔ مشہور ہے کہ جب وہ مرا تو اسکی سحر اور جادو کی کتابیں بھی قبر میں اسکے ساتھ دفن کردی گئیں۔ [4] گیدو بوناٹی۔ یہ فورلی کا مشہور نجومی تھا۔ فورلی کا بادشاہ اس کو اتنا مانتا تھا کہ بغیر اسکی اجازت کے اور اچھی ساعت بتائے وہ گھر سے باہر قدم نہ نکالتا تھا۔ [5] اسڈنٹی شہر پارما میں جوتے بنایا کرتا تھا۔ اس پیشے کو چھوڑ کر فال نکالنے کا کام اختیار کیا۔ دانتے اپنی ایک تصنیف میں جہاں شریف کے معنی لکھتا ہے وہاں کہتا ہے کہ محض شہرت زیادہ ہونے سے انسان شریف نہیں بنتا اگر ایسا ہوتا تو اسڈنٹی پرانا جفت ساز سب سے زیادہ شریف ہونے کا مستحق ہو سکتا تھا۔ [6] ان الفاظ سے مراد چاند ہے۔ عوام کا خیال ہے کہ چاند میں آدمی بیٹھا ہے۔ اسی طرح شاعر قائن ابن آدم کو چاند میں بیلچہ لئے کھڑا معلوم ہوتا ہے۔ مطلب اس پورے فقرے سے صرف اتنا ہے کہ شب گذشتہ کو چاند پورا تھا۔ آج کچھ دیر میں سمت مغرب سے طلوع ہوا ہے۔

وہ پانچویں غار کو دیکھنے اُترتے ہیں۔ اس غار میں وہ لوگ عذاب پاتے ہیں جنہوں نے زندگی میں امانت میں خیانت کی تھی اور پبلک کے خادم اور کارگزار ہو کر بددیانتی کی تھی۔ یہ رُوحیں ایک جھیل میں جس میں پانی کی جگہ قیر جوش کھا رہا تھا گرا دی جاتی تھیں۔ جھیل کے ہر طرف بھوت وعفریت پہرا دیتے تھے۔ ڈانٹے سے کچھ دیر کو ورجل جدا ہو جاتا ہے اور ان بھوتوں سے ملاقات کر کے وہ آگے جانے کی اجازت حاصل کرتا ہے اور پھر دونوں آگے بڑھتے ہیں۔

اسی طرح ہم دونوں ایک پُل سے دوسرے پُل پر ایسی باتیں کرتے ہوئے جن کو اس مضمون سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اس وجہ سے اُن کا اعادہ غیر ضروری ہے چلے جاتے تھے حتی کہ ایک چٹان کی چوٹی پر ہم پہونچے، یہاں کچھ اور ہی کیفیت نظر آئی۔ مگر یہ منظر طبقہ مول بوبج کی حدود کے اندر تھا۔ یہاں اور زیادہ درد و عذاب اور غضب کی تاریکی ہم نے دیکھی۔ جیسے کہ وینس کے جہازی کارخانوں پر جہاز تیار کرنے کے لیے جاڑے کے موسم میں قیر گرم کرتے ہیں تاکہ غیر سالم و صحیح جہازوں کی اس گرم قیر سے داغ دوزی کر دیں اور جیسے کہ بادِ مخالف چلنے کے زمانے میں ملاح کہیں مجبور ہو کر ٹھہر جاتے ہیں اور اس زمانے میں کوئی اپنی کشتی تیار کرتا ہے۔ کوئی جہاز کے پہلوؤں میں جو درزیں بار بار کے سفر سے پڑ گئی ہیں اُنہیں قیر بھرتا ہے کوئی جہاز کے اگلے اور کوئی اس کے پچھلے حصے میں حسب ضرورت ہتھوڑوں سے ٹھونک پیٹ کرتا ہے۔ کوئی چپو بنانے میں کوئی رسیاں بٹنے میں کوئی پالیں دُرست کرنے میں کوئی بڑے بادبان میں جو سوراخ پڑ گئے ہیں اُن کی مرمت میں مصروف ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھوت اور عفریت گنہگاروں کو طرح طرح کے عذاب اور درد پہونچانے میں مصروف ہیں۔ یہاں یہ گاڑھا اور سیال مادہ جس نے جھیل کے کناروں کو جہاں جہاں جگہ چھوٹی تھی بھر کر ایک جان کر دیا ہے آگ سے نہیں بلکہ خدا کی قدرت سے جوش کھاتا ہے۔ گو میں یہاں موجود تھا مگر سوائے بلبلوں کے جو اس جلتے قیر کی سطح پر اُٹھتے تھے۔ یا کبھی کبھی جھیل کی پوری سطح کو آہستہ آہستہ اُٹھتے اور پھر بیٹھتے دیکھتا اور کچھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ میں جھیل کی طرف دیکھنے میں بالکل منہمک تھا کہ میرے رہبر ورجل نے دفعتہً چلا کر کہا "دیکھو دیکھو ہوشیار رہو" اور اتنا کہہ کر اس نے جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے مجھے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ میں ورجل کی طرف اس طرح مڑا جیسے کوئی ایسی چیز کو دیکھ کر مڑے جس سے وہ بھاگنا چاہتا ہو۔ یا جب دفعتاً کوئی خوف کی چیز جس سے حواس باختہ ہو جائیں ظاہر ہو اور انسان اس سے بچنے کے لئے بھاگنے میں دیر نہ کرے۔ جونہی پیچھے مُڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیاہ فام اندھیری رات کے رنگ کا بھوت چٹان سے بلا بلا میری طرف بھاگا چلا آتا ہے۔ آہ ظلم و ستم اس کی نظر میں اور سفاکی و خونخواری اس کے عمل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ شانوں پر دونوں پر جیسے حالتِ پرواز میں ہوں پھیلے تھے۔ اور رفتار میں غضب کی پھرتی اور تیزی تھی۔ دونوں کندھے صاف نظر آتے تھے۔ ایک گنہگار کی لاش کو وہ اس طرح اُٹھائے تھا کہ لاش کے سرین تو بھوت کی کمر پر تھے اور لاش کی دونوں ٹانگیں اپنے کندھوں پر سنبھالے اپنے دونوں ہاتھوں سے لاش کے ٹخنے مضبوط پکڑ رکھے تھے۔ غرض اس حال میں پُل کی بلیات کو جو وہاں پہرا دے رہی تھیں اُس نے آواز دی کہ بھوتو جن کے ناخن اور چنگل تیز ہیں دیکھو یہ گنہگار جو میری پیٹھ پر لدا ہے وہ سانٹا زیٹا[1] کے مجسٹریٹوں میں سے ایک مجسٹریٹ ہے، ادھر آؤ اور اس کو جلتے قیر کی جھیل میں ڈال کر عذاب دو۔ اور مجھے واپس جانے دو کیونکہ وہاں سوائے بونٹیو[2] کے اور بڑے بڑے خائن اور بددیانت رشوتیں کھانے والے موجود ہیں جن کو یہاں لانا ہے۔ یہ وہ ہیں جو ظاہر میں "نہیں نہیں" اور روپیہ دیکھتے ہی "ہاں ہاں" کرنے کو تیار رہتے ہیں"۔ اتنا کہہ کر اس کالے بھوت نے اس گنہگار کو جو اس کی پیٹھ پر لدا تھا ایک گڑھے میں نکلے کھردرے چٹان پر زور سے پٹک دیا اور خود جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی چلا گیا۔ اور اس طرح چلا جیسے تازی کتا چور کو پکڑنے کے شوق میں زنجیر سے نکلتے ہی دوڑتا ہو۔ اب بھوتوں نے اس گنہگار کو جلتے قیر کی جھیل میں ڈالا۔ پہلے تو وہ ڈوب گیا پھر تڑپتا لوٹتا سطح پر اُبھرا۔ پُل والے بھوت اور

---

[1] سانٹا زیٹا ایک مسیحی ولیہ تھی جس کی تنظیم شہر لوکا میں بہت کی جاتی تھی۔ یہاں مراد شہر لوکا سے ہے۔ اس مجسٹریٹ کا نام مارٹینو بوٹاٹیو بیان ہوا ہے۔

[2] یہ جملہ ڈانٹے نے طنزاً لکھا ہے۔

عفریت جو پُل کی آڑ میں چھپے بیٹھے تھے اس کو سطح سے اُبھرا دیکھکر چلائے کہ اب تو وہ مبارک اور مقدس چہرہ[۵۱] بھی (جو سانٹازیٹا میں رکھا تھا) کسی کو نہیں بچا سکتا۔ اس جھیل کی تیراکی دریائے سرچیو[۵۲] کی پُر لطف تیراکی سے مختلف ہے۔ بس اگر تو چاہے گا تو ہم تجھے نوچ پھاڑ کر تیرے ٹکڑے نہیں کرینگے۔ مگر انی احتیاط تجھے کرنی ہوگی کہ تو اس جلتی قیر کی سطح پر نہ آئیو۔" اتنا کہکر ان بھوتوں نے اس گنہگار کو اپنے خاردار بیلچوں اور برچھوں سے گھیر لیا۔ اور کہنے لگے کہ اب ان بیلچوں اور برچھوں کی آڑ میں سب کی نظر سے اوجھل ہم تیرے خوش کرنے کو تجھ سے کھیلیں گے اور اگر تو ہم سے نہ کھیلا تو تنہائی پاکر تو پھر چوری کرے گا۔ اور اب جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ جیسے باورچی مع اپنے مددگاروں کے گوشت کے پارچے کفچوں سے بھر بھر کر دیگ میں ڈالتا ہے اور کفگیر سے گوشت کو کچھ کے دیتا ہے کہ وہ مسالے سے اوپر نہ آجائے یہی کیفیت ان بھوتوں نے اس گنہگار کی کی۔ یہ کیفیت دیکھکر ورجل نے مجھ سے کہا کہ تو اس سخت چٹان کے پیچھے چھپ جا تاکہ یہ بھوت تجھے دیکھ نہ سکیں۔ اور اگر تو دیکھے کہ یہ بھوت میرے مقابلے میں کسی قسم کا زور استعمال کرتے ہیں یا میری توہین کرتے ہیں تو تو ڈریو نہیں۔ کیونکہ میں بخوبی ہوشیار اور خبردار ہوں اور ایسے ہنگاموں میں پہلے بھی رہ چکا ہوں۔" اتنا کہکر ورجل پُل سے گذر کر اُس کے دوسرے سرے پر پہونچا۔ اور اس طرح وہ چھٹی محراب کے اُوپر آگیا۔ ورجل کی پیشانی سے بالکل خوف ظاہر نہ تھا۔ اب جیسے



کتے غیظ و غضب سے بے تاب کسی غریب پر دوڑیں کہ اس کو گرا کر اس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھیں اور وہ غریب پڑے ہی پڑے فریاد کرے۔ اس طرح بہت سے بھوت محراب کے نیچے سے نکل ورجل کی طرف آگئے۔ اور اپنے بیلچے اور برچھے اس کی طرف تان کر کھڑے ہو گئے۔ ورجل نے باواز بلند اُن سے کہا کہ خبردار جو تم نے کسی قسم کا حملہ مجھ پر کیا۔ یا اپنے برچھوں کی نوک میرے چبوئی۔ اگر تم کو بات کرنی ہے تو تم میں سے صرف ایک متنفس میرے پاس آئے اور پھر وہ دیکھے کہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ مجھے نوچ پھاڑ کر ٹکڑے کر سکتا ہے۔ اب یہ بھوت سب مل کر چلائے۔ "مالاکودا تو بات کرنے جا۔" اب غول سے ایک بھوت نکل کر ورجل کی طرف آیا۔ اور باقی بھوت جہاں تھے وہیں جم کر کھڑے ہو گئے۔

جب مالاکودا، ورجل کے قریب آیا تو ورجل سے کہنے لگا "تمہاری اس ترکیب سے کچھ نہ ہوگا۔" ورجل بولا "مالاکودا کیا تمہیں اس بات کا یقین ہو سکتا ہے کہ میں بھوتوں کی زد سے بچ کر یہاں تک صحیح سلامت آسکتا تھا؟ اور کیا میرا یہاں تک صحیح سلامت آنا خدا کی مرضی اور میرے مقدر کے خلاف ہوا ہے۔ بس مالاکودا تو مجھ کو یہاں سے گذرنے دے کیونکہ خدا کی مشیت یہی ہے کہ میں ایک دوسرے آدمی کو اس وحشتناک ویرانے سے نکال کر لے جاؤں۔" اتنا سنتے ہی اس بھوت کا سارا غرور ٹھنڈا ہو گیا۔ اور جو آلہ عذاب کا اس کے ہاتھ میں تھا وہ چھوٹ کر اس کے قدموں کے سامنے گرا۔ اور اب مالاکودا نے جو بھوت سامنے کھڑے تھے ان سے کہا کہ تم میں اس انسان کو مارنے کی

---

۵۱ شہر لوکا میں جناب مسیح کا ایک چہرہ بنا رکھا تھا اور وہاں کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ سانٹازیٹا سے مُراد شہر لوکا ہے۔

۵۲ یہ دریا شہر لوکا کے نیچے بہتا ہے۔

طاقت نہیں ہے۔ پھر ورجل میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ "اے شخص جو چٹان کے پیچھے چھپا بیٹھا ہے نکل اور صحیح سلامت میرے پاس آ" ڈانٹے لکھتا ہے کہ ورجل کے یہ الفاظ سنکر میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور جلد اسکے پاس چلا آیا۔ اس اثنا میں جس قدر بھوت وہاں تھے وہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں ڈرا کہ کہیں یہ بھوت اپنے وعدے سے پھر نہ جائیں کیونکہ ایک ایسا ہی واقعہ میں کپرونہ[1] کے معرکے میں دیکھ چکا تھا کہ قلعہ کی پیدل فوج کو جسے امان دینے کے بعد دشمن نے اس قدر قریب آکر اس کو گھیر لیا کہ اُسکو دشمن کی طرف سے عہد شکنی کا خوف پیدا ہو گیا۔ میں بھی ڈر کر اپنے رہنما ورجل کے اور قریب چلا آیا۔ اور میں نے اپنی نگاہ اُن بھوتوں کی نامہربان صورتوں کی طرف سے مطلق نہ ہٹائی جبکہ وہ اپنے خاردار بلیچوں کی نوکیں میری طرف جھکائے تھے۔ ان میں سے



ایک بھوت نے دوسرے سے کہا: "کیا تمہاری اجازت ہے کہ میں اس انسان کے کولے میں کانٹا چبھوؤں" جواب ملا کہ "ضرور، مگر نشانہ خطا نہ جائے" لیکن جب اس بھوت نے جو میرے رہنما سے بات کر چکا تھا یہ سُنا تو وہ فوراً مڑا۔ اور اس نے کہا: "اسکار مگلیون صبر کر" اس کے بعد اس نے ہم سے کہا: "اب تم اس چٹان پر آگے نہیں جا سکتے، کیونکہ یہاں سے چھٹی محراب تک پُل ٹوٹ کر[2] نیچے گر پڑا ہے۔ لیکن اگر تم آگے جانا چاہتے ہو تو بغل کے غار میں اُتر کر جا سکتے ہو۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد دوسری محراب پر جانے کا راستہ بے خوف و خطر تم کو مل جائے گا۔ کل کا دن[3] جو گذر چکا ہے اس وقت سے پانچ گھنٹے قبل جبکہ بارہ سو چھیاسٹھ سال اپنا دورہ پورا کر چکے تھے کہ یہ پُل ٹوٹا تھا۔ پس میں اپنے ماتحتوں میں سے چند کو یہاں چھوڑتا ہوں کہ وہ تم کو راہ بتائیں اور یہ بھی دیکھتے جائیں کہ کوئی گنہگار جھیل سے اُبھر کر اسکے کنارے بیٹھا آرام تو نہیں کرتا۔ میرے ان ماتحتوں کے ساتھ تم جا سکتے ہو کسی قسم کی عداوت یا خشونت وہ تمہارے ساتھ نہ کریں گے۔" اتنا کہکر وہ پکارا "الیچینو فوراً حاضر ہو۔" اسی طرح اُس نے کالکا برینہ اور کوگنازو کو آواز دی کہ "تم سب دس بھوت جمع ہو کر باربریچیا کو اپنا سردار بناؤ۔" پھر الاکو وانے لیبی کوکو اور دراگنگ نازو کو پکارا کہ "جلد آؤ۔" اور ساتھ ہی کیریاتو کو جس کے دانتوں میں زہر کے چھالے تھے اور ظالم گرافیاکین اور فارفریلو اور اس دیوانے روبی کنت کو بلایا۔ اور اُن سے کہا کہ "اس جلتے اور بلبلے اُٹھتے قیر والی جھیل کے کنارے تلاش کرو کہ کوئی گنہگار جھیل کی سطح پر یا اس کے باہر تو نہیں آگیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کو اس چٹان تک پہونچا دو جو غار کے اُوپر اوپر چلا گیا ہے۔" میں نے

---

[1] فلورنس اور لوکا کی متحدہ فوجوں کے سامنے قلعہ کپرونا کا بنیاد ڈالنا اس شرط سے عمل میں آیا تھا کہ قلعہ کے اندر جسقدر فوج ہے وہ صحیح سلامت باہر نکل جائے۔ یہ واقعہ ۱۲۹۰ء میں پیش آیا تھا اور ڈانٹے کا چشمدید تھا۔ [2] انجیلوں میں بیان ہے کہ جناب مسیح مصلوب ہونے کے بعد جب قبر سے اٹھے ہیں تو بھونچال آیا اور پہاڑ منشق ہو گئے۔ ڈانٹے کا خیال ہے کہ اس بھونچال کا اثر دوزخ کے سب سے نیچے طبقوں تک ہوا تھا۔

[3] اس سے ڈانٹے کے دوزخ میں جانے کے زمانے کا ایک طور پر تعین ہوتا ہے۔ ۱۲۶۶ سال جناب مسیح کو قبر سے اُٹھے ہوئے گذر چکے تھے۔ اب چونتیس سال ڈانٹے کی عمر اس میں اضافہ کئے جائیں تو ۱۳۰۰ عیسوی حاصل ہوتے ہیں۔ گویا ۱۳۰۰ء میں ——— ڈانٹے نے دوزخ کی سیر شروع کی تھی۔ جناب مسیح کے قبر سے اُٹھنے کا وقت انجیلوں میں نویں گھنٹے میں لکھا ہے جسکو اٹلی میں چھٹا گھنٹہ سمجھنا چاہیے۔ (مسٹر کیری کے نوٹ کا خلاصہ)

ورجل سے کہا کہ "یہ بھوتوں کا غول تو بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ کو راستہ معلوم ہوتا تو بہتر یہی ہوتا کہ ہم بغیر اس جلوس کے اپنا سفر ختم کرتے۔ اگر آپکو احتیاط کا مطلق خیال نہیں ہے تو ذرا ان بھوتوں کو دیکھئے تو کہ وہ ہم پر کیسے غرّاتے ہیں اور کس طرح تیوری پر بل ڈال ڈال کر غصہ سے ہماری طرف دیکھتے ہیں۔ گویا ہم کو آزار پہونچانے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔" ورجل نے مجھ سے کہا کہ "بس میں حکم دیتا ہوں کہ تم بالکل نہ ڈرو جس طرح وہ غرّانا چاہیں انکو غرّانے دو۔ یہ دانت پیسنا اور غرّانا ان کا اس عداوت اور غصے کی وجہ سے ہے جو اُن کو ان روحوں پر ہے جو قیر میں پڑی درد و عذاب میں مبتلا اپنے نصیبوں کو روتی ہیں۔" اب چلتے چلتے وہ بائیں ہاتھ کو مُڑے مگر جتنے بھوت تھے سب اپنی زبان کو دانتوں میں دباتے تھے۔ اور سردار سے حکم سُننے کے انتظار میں سب اس کی طرف دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اس سردار نے اپنی کریہہ اور ناپاک آواز میں ان کو خوش ہو کر حکم دیا۔

بائیسواں بند

خلاصۂ کلام

ورجل اور ڈانٹے دس بھتنوں کے ساتھ سیر کرتے پھرتے ہیں۔ اور وہ ان گنہگاروں کو دیکھتے ہیں جن کے گناہ اس غار والوں کے مثل خیانت اور بددیانتی کے ہیں۔ ان میں سے ایک گنہگار کیا پہلو کی تدبیر کہ وہ ان بھتنوں کی قید سے جو اسکو حراست میں لئے تھے کس طرح نکل بھاگے بیان ہوئی ہے۔

اے اریزو مجھے ایسا اتفاق ہوا ہے کہ تیرے میدانوں میں میں نے سواروں کے دستے جنگی ترتیب میں ایک پڑاؤ سے دوسرا پڑاؤ بدلتے، یا دشمن پر دھاوا کرتے، یا کسی ایک مقام پر باقاعدہ جمع ہوتے، یا کبھی میدان سے ہٹ کر بھاگنے کا قصد کرتے، کبھی سو سو کی جمعیت میں ہلکے ہتیار لگائے اور کبھی برق رفتار قزاقوں کو جو چارے کی تلاش میں آگے جاتے ہیں دیکھا ہے۔

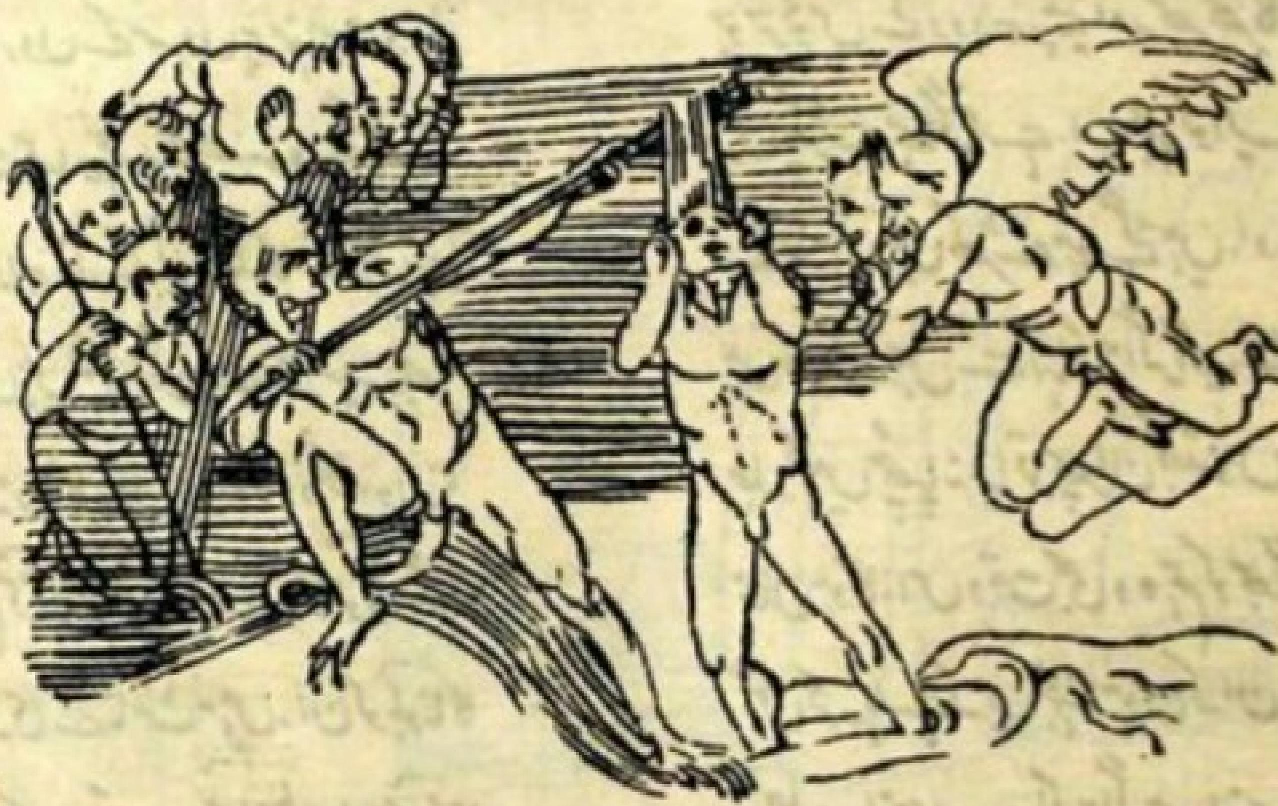
ان کے علاوہ ایسے معرکے بھی میری نظر سے گذرے ہیں جن میں ہتیاروں کی جھنکار سُنائی دی ہے۔ یا نیزہ بازی کے جلسے بھی دیکھے ہیں جہاں کبھی بوق و نفیر کی صدائیں کبھی گھنٹوں کی آواز اور کبھی طبل و طنبور کی گرج ایسے اشاروں کے ساتھ جو قلعوں کی بلند دیواروں سے مختلف حربی ایجادوں کے ذریعے جن میں بعض اپنی اور بعض دولِ غیر کی تھیں دیکھی اور سُنی ہیں۔ لیکن کبھی ایسی وارداتِ عجیب سوار یا پیدل فوج کی زمین پر کسی مقام سے اشارہ پاکر یا جہاز کی کسی ستارے کی رہنمائی میں حرکت کرتے نظر سے نہیں گذری جو یہاں دیکھنے میں آئی۔ دس بھتنوں کے ساتھ ساتھ ہم چلے جاتے تھے۔ آہ یہ ساتھ کیسا خوفناک اور پُرخطر تھا۔ ہم پر اس وقت وہ مثل صادق آتی تھی۔ کہ کنیسہ میں زاہدوں کا اور شراب خانے میں رندوں کا ساتھ رہا ہیں ہرا۔ قیر کی جھیل پر نظر جمائے رہا۔ تاکہ جو کچھ اس غار میں ہو اور جو گنہگار وہاں جلتا ہو اسے دیکھ لوں۔ جس طرح سمندر کی پریاں ملاحوں کو خطرے سے ہوشیار کرنے کے لئے کبھی کبھی اپنی خمدار پُشت پانی سے باہر نکالتی ہیں تاکہ اہل جہاز اپنے سفینے کو بچالے جائیں اسی طرح کبھی کبھی کوئی گنہگار قیر کی سطح سے اپنی پیٹھ اتنی دیر کو جیسے بجلی کی چمک نظر آئے باہر کرتا تھا۔ یا جیسے مینڈک تالاب کے کنارے آکر فقط اپنے جبڑے باہر رکھتے ہیں اور باقی جسم کو پانی میں چھپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس قیر کی جھیل کے کنارے اپنا مُنہ نکالے کچھ دیر کو دم لیتے تھے۔ لیکن جونہی وہ بھتنوں کے سردار باربریکا کو آتے دیکھتے جھٹ ڈبکی مار جاتے تھے۔ اس حال میں میں نے ایک واقعہ ایسا مُہیب اور دردناک دیکھا جس کے خیال سے ابتک دل کانپ جاتا ہے۔ ایک گنہگار اسی طرح جھیل کے کنارے پر اوروں کے ساتھ دم لے رہا تھا۔ اب جس طرح تالاب کے کنارے ہوا کرتا ہے کہ خطرہ دیکھتے ہی بہت سے مینڈک تو ڈبکی مار کر غائب ہو جاتے ہیں لیکن ایک آدھ ایسا بھی ہوتا ہے جو کنارے پر بیٹھا رہ جاتا ہے۔ یہی حال جھیل کے کنارے ایک گنہگار کا ہوا کہ وہ بیٹھا رہ گیا۔ اب گرافکنیان جو بہ نسبت اور بھتنوں کے زیادہ قریب تھا اُس نے اپنا پنجہ بڑھایا اور اس گنہگار کے چپکتے بالوں کو پکڑ کر اس کو باہر کھینچ لیا۔ جب وہ باہر نکلا تو مجھ کو وہ اودبلاؤ معلوم ہوتا تھا۔ اب دسوں بھتنے

جن کے ہمراہ ہم جا رہے تھے اُس پر پل پڑے۔ ان بھتنوں کے نام اور ان کی شکلیں میں اُس وقت سے جاننے پہچاننے لگا تھا جب سے کہ وہ ہمارے ساتھ کیلئے منتخب ہوئے تھے۔ اور مجھ کو یہ بھی یاد تھا کہ کوئی بھتنا جو دوسرے بھتنے کا نام لیکر پکارتا ہے تو وہ کون ہے۔ اب اس ملعون غول میں جس قدر بھتنے تھے سب مل کر چلائے۔ روبی کنت ہوشیار ہو اور اس گنہگار کی کھال اپنے پنجوں سے کھینچ لے۔ میں نے اس حال سے اپنے اُستاد ورجل کو مطلع کر کے اس سے کہا کہ ذرا آپ دریافت تو کریں کہ یہ مصیبت کی ماری رُوح جس پر ان دُشمنوں نے اس سختی سے دست درازی کی ہے وہ کون ہے؟ جب ورجل نے اس سے دریافت کیا تو وہ رُوح بولی کہ میں ریاست نبرہ کا رہنے والا کیامپیلو تھا جو نبرہ میں پیدا ہوا تھا میری ماں نے مجھ کو وہاں کے ایک رئیس کے متوسلین میں داخل کرا دیا۔ میری ماں نے مجھ کو بہت بُرا اُٹھایا تھا۔ میں مُسرف تھا اور صرف بیجا میں نہ اپنے مال کی پروا تھی اور نہ جان کی۔ اس کے بعد میں نیک نہاد بادشاہ تھیبالٹ کی ملازمت میں شامل ہوا۔ یہاں مجھے روپیہ خورد برد کرنے کی عادت ہو گئی۔ اور یہی بددیانتی اور خیانت تھی جس کا حساب آج میں اس دوزخ کی آگ میں دے رہا ہوں۔"

اتنا سُنتے ہی کچیریاتو بھتنے نے جس کے مُنہ سے جنگلی سور کی طرح ایک ایک کچلی دونوں طرف باہر کو نکلی تھی۔ ایک کچلی سے اس گنہگار کیامپیلو کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اب یہ گنہگار اس بھتنے کے مُنہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بلی کے مُنہ میں چوہا گرفتار ہو۔ لیکن اب بھتنوں کا افسر باربریکا دوڑ پڑا اور اس نے کچیریاتو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور اس سے کہا کہ تو الگ رہ اور میں اس کو اپنے برچھے پر اس کی انی چبھو کر اُٹھا کے لیتا ہوں۔" اتنا کہکر بھتنوں کا یہ سردار اپنا مُنہ پھیر کر میرے رہنما ورجل سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا "اگر کوئی اور بات اس سے پوچھنی ہو تو پوچھ لو۔ تب ورجل نے اس گنہگار کیامپیلو سے پوچھا کہ "تیرے گناہ میں اور کون شریک تھا۔ کیا کوئی ایسا آدمی بھی تھا جس کی اصل لاطینی ملکوں سے ہو اور وہ اس وقت قیر کی جھیل میں پڑا ہو؟" بت کیامپیلو نے کہا کہ "میں ابھی ایک گنہگار سے رخصت ہوا ہوں جو یہاں سے زیادہ دور نہیں رہتا۔ اور ابھی ابھی میں اُس کی پناہ میں تھا۔ اس وقت نہ کسی کا بھالا یا برچھا، چنگل یا پنجہ مجھ کو گزند نہ پہونچا سکتا تھا۔" اتنا سُنکر لبیبی کوکو بھتنا اپنا برچھا تان کر کہنے لگا۔ (اس کی باتوں پر) "ہم کب تک صبر کر سکتے ہیں۔" اور اتنا کہکر اس نے کیامپیلو کے بازو پر اپنا برچھا زور سے مارا۔ اور جتنی کھال مع نسوں کے بھالے کے پھل پر آئی اُسے نوچ کر چلتا ہوا۔ اس کے بعد ڈراگنِ نازو بھتنا اس کو اپنی ٹانگوں میں دبا لیتا، مگر اتنے میں بھتنوں کے سردار نے غصے سے چاروں طرف نظر کر کے اور پیشانی پر بل ڈال کر اور سب کو دھمکا کر بھوتوں کو ان کی حرکتوں سے روکا۔ غرض جب بھتنوں میں شور اور فساد کچھ کم ہوا تو پھر کیامپیلو سے جو اب تک اپنے بازو کے زخم کو دیکھ رہا تھا، میرے رہنما ورجل نے کہا۔ "بتاؤ کہ وہ کس کی تھی جس سے بدنصیبی نے تمکو جُدا کیا تھا اور تم کو جھیل کے کنارے آنا پڑا تھا۔ کیامپیلو گنہگار نے جواب دیا کہ "وہ رُوح پادری گومیٹا کی تھی اور وہ گلیورا کا باشندہ ہے اور ہر قسم کے فتنہ و فساد مکر و فریب کی جڑ ہے۔ غرض اس پادری نے اپنے آقا کے دُشمنوں کو اپنے قابو میں کر لیا تھا اور ان سے اس طرح معاملہ کرتا تھا کہ وہ سب اس کے بڑے مدّاح ہو گئے تھے۔ ان سے روپیہ لیتا تھا اور ان کو دھوکا اور فریب بھی دیتا تھا اور یہ کُل اُس کا اپنا بیان ہے۔ اسکے علاوہ اور جو کام اس کے سپرد کیا جاتا تھا اس میں بھی بالعموم وہ خیانت اور بددیانتی کیا کرتا تھا۔ اسی پادری گومیٹا کے ساتھ لوگوڈور کا سردار میکائیل زانکے بھی گرفتار عذاب تھا۔ سرڈانیہ کا تذکرہ وہ مضمون تھا جس سے ان کی زبان نہ تھکتی تھی۔ کیامپیلو اتنے میں ایک بھتنے کو دیکھکر (جس کا نام فارفرلو تھا) چلایا۔ "دور ہو یہاں سے! ذرا اس بھتنے کو تو دیکھ کہ کس طرح دانت نکوسے کھڑا ہے۔ میں اور حال بھی سناتا مگر ڈرتا ہوں کہ یہ بھتنا اپنے پنجوں سے مجھے گھائل نہ کر دے۔" اس کے بعد بھتنوں کا سردار باربریکا اس بھتنے فارفرلو کی طرف متوجہ ہوا جو اپنی آنکھوں کی سپیدی کو پھرا کر حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور اسکو اس طرح ملامت کی۔ "دور ہو ملعون پرندے دُور ہو۔" اب کیامپیلو نے پھر خوف سے کانپ کر اپنے سلسلۂ کلام کو جاری کیا "اگر تمہیں لاطینی ملکوں میں ٹسکنی اور لمبارڈی

کی رُوحوں کو دیکھنے یا ان کا حال سُننے کا شوق ہے تو میں ان کو حاضر کرسکتا ہوں لیکن سردست ان خبیث بھتنوں کے غصے کو کم ہوجانے دو۔ تاکہ ان رُوحوں کو جن کو میں طلب کروں ان شیاطین کے انتقام کا خطرہ نہ رہے۔ پھر میں یہیں کھڑے کھڑے باوجود تنہا ہونے کے سات روحوں کو حاضر کروں گا۔ اور جب وہ میری سیٹی کی تیز آواز سُنیں گی فوراً ظاہر ہوجائیں گی۔ کیونکہ سیٹی دے کر بلانے کا قاعدہ ہمارا یہاں ہے"۔ گیامپیلو کے یہ الفاظ سنکر کاگ نازو بھتنے نے حقارت سے دانت نکالے اور کتے کی دم کی طرح سر ہلاکر بولا "سُنا تم نے اس گیامپیلو کے کیا منصوبے ہیں۔ یہ شریر اس فکر میں ہے کہ نیچے جھیل پر غوطہ لگا جائے"۔ اتنا سُنکر گیامپیلو نے جو مکاری اور عیاری کے منصوبے باندھنے میں کبھی عاجز نہ تھا کہا "شرارت کی بھی خوب کہی۔ اور شرارت بھی کیسی انتہا درجے کی لیکن اس کا انجام اپنے لئے اور مصیبتیں پیدا کرنا ہوگا۔ اب آلیچینو بھتنے سے ضبط نہ ہوسکا۔ وہ اوروں کے خلاف مرضی کہنے لگا۔ گیامپیلو اگر تو نے نیچے کا رُخ کیا تو میں پاؤں سے چل کر تیرا تعاقب نہیں کروں گا بلکہ اس جھیل کے اوپر اُوپر اُڑ کر تیرا تعاقب کرونگا۔ اب اُٹھ، اور یہیں سے جست کر۔ یہ کنارہ ہماری سپر ہوگا تاکہ معلوم ہوجائے کہ تو اکیلا ہم سب کے مقابلے میں جیت سکتا ہے یا نہیں"۔

اے پڑھنے والے اب ایک اور تماشہ سننے کا منتظر ہوجا۔ اب آلیچینو اور نبرہ کے گیامپیلو نے اپنی نگاہیں جھیل کے دوسرے کنارے کی طرف پھیریں۔ اور سب سے پہلے گیامپیلو نے جس کو کسی بات کا سمجھانا مشکل کام تھا وقت اور موقع دیکھکر زقند بھری۔ زمین پر اچھی طرح پاؤں جما کر ایک ہی جست میں نکل بھاگا اور بھتنوں نے جو ارادہ تعاقب کا کیا تھا



وہ سب خاک میں مل گیا۔ ان بھتنوں کو بڑی ناامیدی ہوئی۔ خصوصاً آلیچینو کو جو اُن کی شکست کا باعث ہوا تھا۔ اب آلیچینو، گیامپیلو کے پیچھے تیزی سے پر مارتا ہوا اُڑا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ "تو بچ کر کہاں جائے گا"۔ گیامپیلو چونکہ خوفزدہ تھا اس لئے وہ آلیچینو کی پرواز تعاقب سے کہیں آگے نکل گیا۔ اور اب وہ نیچے جا پہونچا۔ اب آلیچینو نے پرواز میں اپنے بازوؤں کے زور سے اپنا سینہ اونچا کیا۔ مگر گیامپیلو مرغابی کی طرح کہ جب وہ باز کو قریب پہونچا دیکھتی ہے تو فوراً غوطہ لگا جاتی ہے اور باز غصہ کھاکر اور تھک کر بیٹھ رہتا ہے۔ یہی کیفیت گیامپیلو اور آلیچینو کی ہوئی۔ اس خفت اور بے عزتی کا تماشہ دیکھکر آلیچینو کو غصہ آیا اور گیامپیلو کی طرف وہ لڑنے کی غرض سے جھپٹا لیکن یہ خائن اور بد دیانت رُوح بچکر بھاگ چکی تھی۔ اب کالکابرینہ کو مثل اور بھتنوں کے اس خفت پر غصہ آیا۔ کچھ بس تو چلا نہیں اُلٹا آلیچینو پر پنجے چلانے لگا۔ جھیل کی سطح کے اُوپر دونوں گتھ گئے۔ لیکن آلیچینو ایسا شاہ باز تھا جو اپنے مد مقابل کو چیر کر پھینک دیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں گتھے ہوئے اُبلتے قیر کی جھیل میں گرے۔ اور آگ نے جلد دونوں کا فیصلہ کر دیا۔ دونوں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اُن کے پر قیر میں آلودہ ہوکر چپکنے لگے تھے۔ بھوتوں کے سردار بار بریکانے جو اوروں کی طرح خود بھی اس واقعہ کو دیکھکر سخت متاسف تھا چار بھوتوں کو دوسرے کنارے سے اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ یہ بھوت سب ہتھیار لگائے تھے اور وہ جھیل کے دونوں کناروں پر جلد اُڑکر آگئے۔ انھوں نے اپنے کانٹے لڑنے والوں کی طرف جو قیر کی جھیل میں لڑ رہے تھے اور اندرونی زخموں سے جل رہے تھے ڈالے۔ ہم اُن کو اسی کشمکش میں چھوڑ کر آگے بڑھے۔

تیئیسواں بند

خُلاصۂ کلام

بھوت اور بھتنے غضبناک ہو کر ڈانٹے کا تعاقب کرتے ہیں۔ لیکن ورجل اُس کو بچا لیتا ہے۔ چھٹے غار میں پہونچ کر وہ عذاب دیکھتا ہے جو ریاکاروں پر ہو رہا ہے۔ عذاب کا طریقہ یہ ہے کہ ریاکاروں کے سروں پر نہایت وزنی ٹوپیاں رکھی ہیں اور ان میں نیچے نیچے قلنسوہ لگے ہیں۔ اور وہ حلقہ باندھے برابر غار کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ ٹوپیاں ان کی سُنہرے رنگ کی ہیں لیکن اُن کے اندر سیسہ بھرا ہے۔ ان عذاب گرفتہ ریاکاروں میں وہ دو شخصوں سے ملتا ہے، ایک کا نام کٹالالو اور دوسرے کا لوڈرنگو۔ یہ دونوں "سنٹ ماری کے نائٹ" ہیں۔ ان کو بلونا کا "اوباش پادری" بھی کہا جاتا ہے۔ ڈانٹے یہاں کائفا کو دیکھتا ہے کہ وہ راستے میں زمین پر ایک صلیب پر اس طرح ٹھکا پڑا ہے کہ جو وہاں سے گذرتا ہے اس کو پاؤں میں روندتا چلتا ہے۔

خاموشی اور تنہائی میں ایک آگے اور دوسرا اس کے پیچھے جیسے ادنیٰ درجے کے رہبان راستہ چلتے ہیں ہم چلتے رہے۔ حال میں جو فساد اور ہنگامہ ہوا تھا اُس نے مجھ کو پُرانے زمانے کے ایسپ کی وہ[1] حکایت یاد دلائی جس میں اُس نے چوہے اور مینڈک کی تقدیر کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ بیان میں بعض الفاظ اپنے مفہوم میں ایسی مشابہت نہیں رکھتے جیسے کہ بعض واقعات اگر اُن کے آغاز و انجام کا احتیاط سے مقابلہ کیا جائے باہم مشابہ نظر آتے ہیں۔ اور جبکہ ایک خیال سے دوسرا خیال پھوٹتا نکلتا چلا آتا تھا اور اس کے بعد اور خیال پیدا ہوتا تھا تو اِس نے میرے پہلے خوف کو دوچند کر دیا اور میں اس طرح دل میں سوچنے لگا کہ یہ بھوت اور بھتنے ہماری وجہ سے ناکام رہے اور اُن کا نقصان اور اُن کی خفت بھی ایسی قطعی ہوئی ہے کہ یہ چیزیں نیش بنکر ان کے دل کو مجروح کریں گی۔ اب اگر ان کے بُرے ارادے اور قصد میں غصہ بھی شامل ہو گیا تو پھر اور بھی غضب اور عداوت کے ساتھ وہ ہمارے پیچھے اُس کتے سے بھی زیادہ تیز دوڑینگے جو خرگوش کے دودھ پیتے اور تھر تھر کانپتے بچے کو جھپٹ کر اپنے جبڑے میں پکڑے بھاگتا ہے۔ اب مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ خوف سے میرے بدن کے تمام روئیں کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور میں نے نہایت اضطراب کی حالت میں مُڑ کر ورجل سے کہا کہ "اگر آپ نے اس وقت مجھ کو اور اپنے تئیں جلد کہیں چھپا نہ لیا تو پھر ان بھتنوں کے تیز پنجوں اور ناخنوں سے بچنا محال ہوگا۔ اس وقت بھی وہ ہم کو بھگا رہے ہیں اور تصور ایسی قوت سے عمل کر رہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے چنگل مجھ تک پہونچ گئے ہیں۔" ورجل نے جواب دیا کہ "اگر میں از سرتاپا آئینہ ہوتا تو تیری ظاہری شکل اس میں اتنی جلد نہ اُتر آتی جس طرح کہ میرے دل میں تیری اندرونی کیفیت کی تصویر اُتر آتی ہے۔ اس وقت میرے اور تیرے خیالات آمنے سامنے ہیں۔ اور دونوں کی صورتیں اور ان کے عمل یکساں ہیں۔ اور تیرے اور اپنے خیالات کا مقابلہ کر کے صرف ایک تدبیر میری سمجھ میں آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر یہاں کا دایاں ساحل ایسی ڈھلان رکھتا ہے کہ ہم وہاں سے آگے کے غار میں اُتر سکتے ہیں تو پھر اس فرضی اور خیالی تعاقب سے ہم محفوظ رہیں گے۔" ورجل پوری بات کہنے نہ پایا تھا کہ میں نے مُڑ کر دیکھا کہ دُور سے پروں کو پھیلائے وہ بھوت مجھ کو پکڑنے اُڑے چلے آتے ہیں۔ اب یکایک ورجل نے مجھ کو پکڑ لیا۔ اور جیسے بچے کی ماں شور

[1] حکایت یہ ہے کہ مینڈک نے چوہے کو ایک خندق کے پار لیجانے کا وعدہ کیا لیکن نیت یہ تھی کہ چوہے کو ڈبو دے۔ اپنے اور چوہے کے پاؤں میں ڈوری باندھ کر پانی میں گیا۔ چوہا تیر کر پانی کے اُوپر آگیا۔ چیل نے اُوپر سے جھپٹا مارا۔ مینڈک بھی چوہے کے ساتھ چیل کا لقمہ بن گئے۔

سُنتے ہی سوتے سوتے چونک پڑتی ہے اور دیکھتی ہے کہ شعلے اُس کی طرف بڑھتے چلے آنے میں تو وہ جلدی سے اپنے بچے کو اُٹھا کر بھاگنے میں کہیں دم نہیں لیتی اور اس کو بہ نسبت اپنے، چاہے تن کے کپڑے بچ کر فقط ایک چیتھڑا رہ جائے۔ اپنے بچے کی حفاظت کہیں زیادہ مدنظر ہوتی ہے۔ غرض اسی حال میں ورجل وہاں پہونچا جہاں کنارے پر ایک چٹان باہر کو نکلا ہوا تھا۔ اس چٹان پر اس نے مجھے ٹکا دیا۔ ورجل مجھے ایک ساتھی کی طرح نہیں بلکہ مثل ایک بچے کے گود میں اُٹھائے اس تیزی سے دوڑتا تھا کہ کسی پن چکی کے پہیوں کے ارروں پر نالی سے پانی گر گر کر ان کو اس تیزی سے نہ چلاتا ہوگا جس تیزی سے میرا اُستاد ورجل اس چٹان کے کنارے کنارے مجھے گود میں اُٹھائے دوڑا جاتا تھا۔ مشکل سے وہ نیچے غار کی تہ پر پہونچا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ چٹان کی اُونچی منڈیر پہ سب بھوت اور بھتنے پہونچ گئے ہیں۔ ورجل کے دل میں خوف مطلق نہ تھا کیونکہ خدائے کارساز نے جس نے پانچویں غار میں یہ کارکُن مقرر کئے تھے اُسی نے اس غار سے باہر نکلنے کی قوت اُن کی سلب کرلی تھی۔ اب ہم نے اس چھٹے غار میں ایک غول کو دیکھا جس کا لباس رنگین تھا۔ اور اس میں جتنی رُوحیں تھیں وہ حلقہ باندھے برابر چکر لگا رہی تھیں، اور روتی جاتی تھیں۔ صورت سے کمزور اور محنت سے تھکی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان کے سروں پر ٹوپیاں تھیں اور ان میں بُرنس اس طرح لگے تھے کہ اُن کی آنکھیں ڈھک گئی تھیں۔ برنس[1] اس سے بھی نیچے تک لٹکے تھے۔ وضع قطع میں یہ برنس ایسے تھے جیسے کہ کولون کے راہب پہنا کرتے ہیں۔ ٹوپیوں پر باہر کے رُخ سونے کا ملمع معلوم ہوتا تھا جو خوب چمکتا تھا۔ لیکن ان کے اندر سیسہ بھرا تھا۔



اور وہ اتنی بھاری تھیں کہ بادشاہ فریڈرک[2] کی سیسے کی چادریں بھی (جن میں باغیوں کو لپیٹ کر وہ آگ کی بھٹی میں ڈلواتا تھا) وزن میں تنکا معلوم ہوتی تھیں۔ افسوس، سروں سے یہ ٹوپیاں کبھی نہ اُتریں گی اور اُن کا بوجھ ان رُوحوں کو تھکائے مارتا تھا۔ اب ہم بھی اُن کے ساتھ بائیں طرف کو مُڑے اور اُن کے گریہ وزاری کی طرف متوجہ رہے۔ ان کے سروں پر بوجھ اتنا تھا کہ اُن کی نوبت بیہوشی کی ہوئی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے وہ بہت آہستہ چلتے تھے۔ ہماری رفتار تیز تھی اس لئے اُن کا ساتھ ہر قدم پر بدل جاتا تھا۔ اب میں نے ورجل سے کہا کہ "ذرا دیکھئے ان میں کوئی رُوح ایسی بھی ہے جس کا نام اسکے کاموں سے دریافت ہو جائے۔ اور اسی غرض سے آپ چلنے میں اس بات کو دیکھتے رہیں۔" بس اس گروہ میں سے ایک رُوح جو ٹسکنی زبان سمجھتی تھی چلا کر ہم سے کہنے لگی: "آپ جو اس تیزی سے اس تیز ہوا میں چل رہے ہیں ذرا اپنے قدم روک کر چلئے ممکن ہے کہ جو بات آپ چاہتے ہیں مجھ سے پوری ہو جائے۔" اس پر میرے رہنما ورجل نے مُڑ کر مجھ سے کہا "ٹھہر جاؤ اور ان روحوں کی رفتار کے مطابق آگے چلو۔" میں ٹھہر گیا اور میں نے ان میں سے دو رُوحوں کو دیکھا کہ ان میں اضطراب و بیقراری شدت سے ہے اور چاہتی ہیں کہ وہ بڑھ کر میرے برابر چلنے لگیں۔ لیکن اُن کے سروں پر بوجھ اتنا تھا اور راستہ بھی ایسا تنگ تھا کہ وہ میرے برابر مشکل سے آسکیں۔ لیکن جب وہ میرے برابر آگئیں تو انھوں نے ترچھی نظر سے مجھے بغور دیکھا۔ لیکن زبان سے کچھ نہ کہا۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور باہم کچھ صلاح کر کے کہنے لگے کہ "اس شخص کے حلق کی حرکت سے معلوم ہوتا

[1] کولون کے راہب سرخ پوشش برنس یا قلنسوہ بہت نیچے پہنا کرتے تھے۔ [2] شہنشاہ فریڈرک ثانی سے مُراد ہے۔

ہے کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن اگر یہ دونوں (یعنی ڈانٹے اور ورجل) دنیا میں مرچکے ہیں تو پھر وہ کون سی رعایت ہے جس کی بنا پر کہ وہ بغیر اس بوجھ کے جو ہمارے سروں پر رکھا ہے یہاں ٹہل رہے ہیں؟" اسکے بعد ان میں سے ایک رُوح نے مجھ سے کہا کہ "اے ٹسکنی کے رہنے والے جو ہم غمزدہ ریاکاروں کے مجمع میں آیا ہے پس مغرور بن کر بتانے سے پرہیز نہ کر کہ تو کون ہے؟" میں نے جواب دیا کہ "پُرفضا دریائے آرنو کے کنارے جو بڑا شہر ہے وہاں میں پیدا ہوا اور وہیں بڑھا۔ اور جو جسم پہلے رکھتا تھا وہی اب بھی رکھتا ہوں۔ لیکن تم بتاؤ کہ تم کون ہو۔ جس کے رخساروں سے وہ شدید رنج والم جسے میں اس وقت دیکھتا ہوں آنسو بن کر ٹپک رہا ہے۔ اور اس حالت رنج والم میں تم پر کیا عذاب نازل ہے؟" ان میں سے ایک رُوح نے جواب دیا کہ "ہمارے سر کی پوششیں نارنجی رنگ کی ہیں جو اس وقت چمک رہا ہے۔ لیکن وہ اس قدر بوجھل ہیں کہ اگر یہ بوجھ کسی ترازو میں رکھا ہوتا تو وہ ترازو ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ ہم زندگی میں پادری تھے جنکو اوباش[1] یا خوش باش پادری کہا جاتا تھا۔ بلونا ہمارا وطن تھا۔ میں کٹالا لنو ہوں اور یہ دوسرا لوڈرنگو ہے۔ اور جیسا کہ آدمیوں کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے نزاعات کے تصفیہ کے لئے ایک ایسے شخص کو حکم مقرر کرتے ہیں جو کسی فریق کا طرفدار نہ ہو۔ تیرے شہر (فلورنس) نے ہم دونوں کو اپنا حکم مقرر کیا۔ وہاں ہم نے کیا کام کئے ان کو گارڈنگو[2] کے محلے والے بہترین طور سے بتا سکتے ہیں۔" اسپر میں نے کہا کہ "اے پادریو۔ تمہاری مصیبتیں۔" اتنا کہنے پایا تھا کہ میں نے دفعتاً ایک شخص کو صلیب میں ٹھکا زمین پر پڑے دیکھا اور صلیب تین جگہ کیلوں سے زمین میں جڑی ہے۔ جب اُس نے جو صلیب میں ٹھکا زمین پر پڑا تھا مجھے دیکھا تو وہ تڑپنے لگا اور بگڑی ہوئی صورت سے آہیں بھر کر اس نے اپنی ڈاڑھی پر شکن ڈالے۔ کٹالا لنو جو اس سے واقف تھا بولا: "یہ کیلوں سے چھدی ہوئی روح[3] اُس کی ہے جس نے فریسیوں کو صلاح دی تھی کہ کل قوم کی تکلیف ایک آدمی کو برداشت کرنی اچھی ہے۔ اب وہ زمین پر چت پڑا ہے کوئی یہاں سے ایسا نہیں گذرتا جس کے وزن کا اندازہ اس کو نہ کرنا پڑتا ہو (مطلب یہ ہے کہ ہر ایک اس پر سے گذرتا ہے) اور اسی حال میں اس کی بیوی کا باپ[4] اور وہ جو کائفا کے صلاح اور مشورے میں شریک تھے جھیل کے کنارے ٹھیرے ہیں۔ یہودیوں کے حق میں یہ لوگ بُرائی اور رنج کا تخم بنے ہیں۔" میں نے خیال کیا کہ ورجل کس قدر غور اور تعجب سے کائفا کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کیسی ذلت وخواری کے ساتھ صلیب میں ٹھکا ہوا زمین پر اپنوں سے بچھڑا ہوا ہمیشہ کے لئے پڑا ہے۔ اس کے بعد کٹالا لنو پادری سے ورجل نے کہا کہ "ہماری التجا ہے کہ اگر کوئی امر خلاف نہ ہو تو ہم کو بتاؤ کہ ہمارے داہنے ہاتھ کو کوئی راستہ ایسا ہے کہ ہم وہاں سے باہر نکل سکیں۔ اور ان ظلمت کے فرشتوں پر جو مجبور ہو کر ہمارے ساتھ راہ بتانے

---

[1] قصہ یہ ہے کہ فرقہ گبلین کی طرف سے جو لوگ فلورنس میں حکومت کرتے تھے جب اُنہوں نے دیکھا کہ رعایا میں انکی طرف سے شکایتیں بڑھتی جاتی ہیں اور بغاوت کا خوف ہے تو اُنہوں نے رعایا کی دلجوئی کے لئے بلونا کے دو نائٹوں کو منتخب کیا اور فلورنس میں کل اختیارات اُنکے سپرد کئے۔ ان میں ایک کا نام کٹالا لنو اور دوسرے کا لوڈرنگو تھا۔ ان میں ایک گیولف کے وطن سے تھا اور دوسرا گبلین سے۔ یہ خوش باش پادری سنٹ ماری کے نائٹ کہلائے جاتے تھے۔ فلورنس میں ان کا کام بیواؤں اور یتیموں کی حفاظت تھا۔ اور فصلِ نزاعات میں حکم ہیں۔ لیکن ان کے کام ایسے تھے کہ تھوڑی مدت کے بعد خوش باش پادریوں کا لقب انکو زیب دینے لگا۔ اور لوگ سمجھ گئے کہ ان کو اپنا عیش وآرام جس قدر مدنظر ہے وہ دوسروں کی آسائش نہیں ہے۔ ان کا ایک کام یہ بھی تھا کہ شہر کو غیرضروری مصارف سے بچائیں۔ اور ناطرفدار رہیں۔ مگر وہ اپنے اپنے وطن کے طرفدار رہے اور خفیہ طور پر ریاکاری سے اپنا ہی فائدہ مرتب کیا۔ رعایا کو کوئی نفع نہیں پہونچایا۔ [2] یہ شہر فلورنس میں اس محلے کا نام تھا جس میں بورنی کا مشہور با اختیار خاندان جس کا تعلق فرقہ گبلین سے تھا رہا کرتا تھا۔ ان دونوں پادریوں یعنی کٹالا لنو اور لوڈرنگو کے سامنے انتظام میں یہ محلہ بالکل ویران ہو گیا۔ [3] یعنی کائفا جو فریسیوں کا سردار کاہن تھا اور جس کے سامنے سب سے پہلے حضرت مسیح گرفتار ہو کر پیش ہوئے تھے۔ دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۱۱ ورس ۵۰۔ [4] یعنی اناس۔

کے لیے گئے تھے کوئی الزام نہ آئے۔" کٹالانو نے جواب دیا کہ "یہاں سے اسقدر قریب جس کا تم کو گمان تک نہیں ہو سکتا ایک چٹان ہے جو اس بڑے دائرے کے گرداگرد باہر کو نکلا ہوا چلا گیا ہے اور وہی ہر وادیٔ محن میں اترنے کی سیڑھی ہے۔ البتہ اس مصیبت اور رنج کی وادی میں اترنے کے لئے وہ ٹوٹ گئی ہے۔ مگر اس ٹوٹے ہوئے مقام سے تم وہاں تک جا سکتے ہو جہاں سے راستہ نیچے اترا ہے اور نیچے آنے پر پہاڑی کی بلندی شروع ہوتی ہے۔" ورجل سر نیچا کئے کچھ دیر کھڑا رہا اور پھر کہا کہ "اُس بُھتنے نے جو سامنے ہے اور اپنے کانٹے میں گنہگاروں کو ٹانکتا ہے اُس نے ہم سے غلط بیانی کی تھی[1]۔" اس پر پادری (کٹالانو) بولا کہ "بلونا میں ابلیس کی جو بُرائیاں میں نے سُنی تھیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ "وہ جھوٹا ہے[2] اور باپ ہے جھوٹ کا۔" جب کٹالانو کی بات ختم ہوئی تو ورجل بڑے بڑے قدم اُٹھاتا آگے بڑھا۔ اُس کی نظروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ غصے سے پریشان ہے۔ بس اب میں اُن رُوحوں سے جن کے سروں پر بوجھ تھا رخصت ہوا اور اپنے اُستاد کے نقشِ قدم کو دیکھتا آگے بڑھا۔

چوبیسواں بند

خلاصۂ کلام

اپنے مہربان اور شفیق اُستاد ورجل کی ہمراہی میں ڈانٹے بمشکل تمام چھٹے غار سے باہر آ کر ساتویں غار کی سیر کرتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ اس غار میں قزاقوں اور سارقوں کو اس طرح عذاب دیا جاتا ہے کہ سانپ لپٹ لپٹ کر ان کو کاٹتے ہیں۔ وانی فیوکی کی رُوح جس نے زندگی میں پسٹویا کے شہر میں کینسہ سنٹ جیمز میں اُس کے توشہ خانے میں چوری کی تھی سامنے آتی ہے اور وہ فلورنس اور فلورنس کے رہنے والوں کے حق میں بُری پیشینگوئی کرتی ہے۔

آغاز سال کی ابتدا[3] میں جبکہ آفتاب بُرجِ دلو کے ظرف میں اپنی زلفیں رنگتا ہے، اور جب کہ راتیں کم ہوتے ہوتے دن کے برابر ہونا چاہتی ہیں اور جبکہ زمین پر کہر اپنی بہن برف کی سی سفیدی اور چمک کھاتا ہے۔ لیکن جلد اس کی یہ عارضی شان جاتی رہتی ہے اور اس وقت گاؤں کا وہ غریب گلہ بان جس کا سرمائی ذخیرہ تھوڑنے کو ہوتا ہے گھبرا کر گھر سے باہر نکلتا ہے اور دیکھتا ہے کہ گرد و پیش تمام میدان سفید ہو رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اپنے دل میں ہنستا ہے اور پھر اپنی جھونپڑی میں جا کر ٹہل کر قسمت کو اس طرح روتا ہے جیسے کوئی بے یار و مددگار انسان اپنی کوششوں میں ناکام رہ کر اپنی تقدیر کو رو دے۔ لیکن پھر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہی غریب چرواہا گھر سے باہر آتا ہے۔ اس کے دل میں نئی نئی اُمیدیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ دیکھ کر کہ کس قدر جلد دُنیا نے اپنا چہرہ بدل دیا ہے وہ اپنی لکڑی اُٹھا کر اپنے چھوٹے سے گلے کو میدان میں چرانے لے جاتا ہے، یہی حال میرے رہنما ورجل کا ہوا۔ جس وقت پہلے میں نے اس کی پیشانی کو دیکھا تھا تو وہ نا اُمید اور مغموم معلوم ہوتا تھا لیکن مایوسی کی علامتیں جلد اس کی جبیں سے دُور ہو گئیں۔ ٹوٹے ہوئے پُل پر پہونچ کر وہ میری طرف مُڑا اور مجھ کو انہی میٹھی نظروں سے دیکھا جو میں نے اُس بلند پہاڑ کے پاس کبھی دیکھی تھیں۔ ٹوٹے ہوئے پُل کو دیکھ کر کچھ دل ہی دل میں مشورہ کیا اور اپنے ہاتھ پھیلائے کہ مجھ کو اوپر اُٹھا لے۔

---

[1] دیکھو اکیسواں بند، سطر ۱۳۰ انگریزی۔ [2] دیکھو یوحنا کی انجیل باب ۸ درس ۴۴۔ ممکن ہے کہ ڈانٹے نے بلونا کے گرجاؤں میں انجیل کے یہ الفاظ پادریوں کے وعظ میں سُنے ہوں۔ [3] یعنی ماہ جنوری کے آخر میں جبکہ آفتاب برج دلو میں داخل ہوتا ہے اور اعتدال لیل و نہار قریب آتا جاتا ہے۔ اور صبح کے وقت کہر کی شکل برف کی سی ہو جاتی ہے مگر آفتاب کے نکلتے ہی کہر غائب ہو جاتا ہے۔

اس وقت ورجل کی حالت اس شخص کی سی تھی جبکہ وہ کام کرتے کرتے اپنی محنت و مشقت کا اندازہ کرتا ہے اور اس کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی تک وہ انجام کو سوچ رہا ہے۔ بغرض اسی حال میں وہ مجھے اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر لایا اور دوسری چوٹی کو دیکھنے لگا۔ اور مجھ سے کہا کہ جس چوٹی پر ہے اس کو مضبوط پکڑے رہ اور اتنا اطمینان کر لے کہ وہ تیرا بوجھ سہار سکتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس شخص کے لئے جس کے سر پر سیسے کی بھاری ٹوپی رکھی ہو یہ راہ چلنے کی نہیں ہے۔ گو میں اور وہ دونوں ہلکے تھے مگر مشکل ہی سے چٹان کے ایک کنگورے سے دوسرے کنگورے پر آ کر آگے بڑھے۔ اگر اس ساحل کی وسعت پہلے ساحل سے کم نہ ہوتی تو ورجل کی نسبت تو میں کہہ سکتا لیکن میری طاقت تو ضرور جواب دے جاتی۔ لیکن مال بولج اپنی سب سے نیچی تہ سے دہن کی طرف اس طرح رفتہ رفتہ اونچا ہوتا گیا ہے کہ جس وادی اس میں کھلتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ایک ضلع ان کا ہلکا ڈھال رکھتا ہو اور دوسرا ضلع نیچے کی طرف سیدھا چلا گیا ہو۔ آخر کار ہم اس مقام پر جہاں سب سے آگے کا چٹان باہر کو نکلا ہوا ہے پہونچ گئے۔ لیکن یہاں تک پہونچنے میں میرا سانس ایسا پھول گیا کہ میں آگے نہ چڑھ سکا اور جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ ورجل میرا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ وقت پوری مردانگی دکھانے کا ہے۔ یاد رکھو کہ نہ تو سر کی وہ کلغیاں جن میں وہ پر لگے ہوتے ہیں اور نہ وہ جو چتر کے سائے میں آرام کرتے ہیں (بلا جانفشانی) شہرت اور ناموری حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص بغیر شہرت یا ناموری حاصل کئے زندگی بسر کرتا ہے وہ دنیا میں اپنی نشانی ایسی ہی چھوڑتا ہے جیسے ہوا میں دھواں یا موج پر اس کا کف ہو۔ بس اب تو اٹھ اور ہمت اور کوشش



سے اب اس تھکن کو دور کر۔ اگر انسان کی طبیعت کو جسم کی آلائشوں نے بالکل ہی غارت نہ کر دیا ہو تو کوشش اور سعی ایسی چیزیں ہیں جس سے اس کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ ابھی مجھ کو ایک اور لمبا زینہ چڑھنا ہے۔ ان چٹانوں اور پہاڑوں سے گزر لینا کافی نہیں ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اگر تو اس کو غور سے سنے گا تو وہ تیرے حق میں سود مند ہوگا۔ ورجل کے یہ جملے سنتے ہی میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور میں جس قدر واقعی تھکا ہوا تھا اس سے کم خستہ اپنے کو ظاہر کرنے لگا۔ اب میں نے ورجل سے کہا کہ آگے چلیئے کیونکہ مجھ میں قوت آ گئی ہے، اور خوف میرے دل میں قطعی نہیں ہے۔ اب ہم نے چٹانوں پر چڑھنا شروع کیا۔ ان کی ناہمواری اور سختی پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی گئی۔ اس سفر میں میں ورجل سے برابر باتیں کرتا رہا تاکہ اس دشوار اور ناہموار راستے کو طے کرنے میں یہ نہ معلوم ہو کہ میں تھک گیا ہوں۔ اب خندق کی دوسری جانب سے ایک آواز جس سے دل کو تکلیف پہونچی سنی۔ میں اس وقت محراب پر اس مقام پر کھڑا تھا جہاں سے راستہ دوسری محراب کو جاتا تھا۔ آواز میں نے سنی لیکن اس کے الفاظ نہ سمجھا۔ مگر اتنا ضرور محسوس کیا کہ اس آواز میں غصہ بھرا تھا۔ میں نے نیچے جھک کر دیکھا لیکن غار کی تہ تک نگاہ نے کام نہ دیا۔ کیونکہ نیچے تاریکی نے سب کچھ چھپا رکھا تھا۔ اب میں نے ورجل سے کہا کہ دوسرے طبقے کی طرف قدم بڑھائیے۔ اب ہم پہاڑ کی بلندی سے نیچے اترے۔ کیونکہ اب میں نہ تو کچھ سن سکتا تھا اور نہ کچھ سمجھ سکتا تھا۔ نگاہ نیچے دوڑاتا تھا مگر کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ورجل بولا کہ میں سوال کا جواب (باتوں سے نہیں بلکہ) کام سے دیتا ہوں۔ کیونکہ کسی معقول سوال کا بہترین جواب یہی ہے کہ جو کام اس سوال میں چاہا گیا ہو وہ کر دیا جائے۔ اب ہم

بُل پر سے جہاں وہ آٹھویں اونچے پہاڑ سے ملتا ہے نیچے اُترے۔ یہاں سے ہم کو غار نظر آنے لگا۔ اس غار میں ہم نے سانپوں کا ایک ہجوم دیکھا۔ یہ سانپ ایسے ہیبت ناک کریہہ اور مکروہ صورتوں کے تھے کہ اس وقت اُن کو یاد کر کے میرے رگوں میں خون بہنا بند ہوجاتا ہے۔ اس غار میں ریگ اس کثرت سے ہے کہ دشتِ لیبیہ کو اب اپنے ریگزاروں پر زیادہ فخر کرنا زیبا نہیں۔ اگر لیبیہ کے ریگستانوں میں خاص خاص قسم کے سانپ اور اژدہے ہیں تو اس غار میں بھی زہریلے حشرات الارض کی وہ کثرت تھی کہ تمام ملک ایتھوپیا اور اس سے اُوپر ایرتھریا کے سمندر میں بھی اتنے زہریلے جاندار پیدا نہ ہوتے ہونگے۔ بغرض اس ہولناک کثرتِ آلام میں برہنہ روحیں خوف کے پر لگائے اُڑتی پھرتی تھیں۔ ان کو یہ اُمید نہ تھی کہ کہیں کوئی جھری یا شگاف ایسا ملے گا جس میں وہ چھپ بیٹھیں یا کوئی جادو کا پتھر ایسا ہاتھ آئے گا کہ وہ دوسروں کی نظروں سے غائب ہوجائیں۔ ان روحوں کے ہاتھ اُن کی پُشت پر رسیوں کی جگہ، سانپوں سے اس طرح بندھے تھے کہ سامنے جسم پر سانپوں نے لپٹ کر پشت پر اپنی دُم اور سر کو مضبوط گرہ میں باندھ رکھا تھا۔ اور اب دیکھو کہ ایک رُوح جو ہم سے قریب تھی اس کی گردن پر جہاں سر اور شانے کا جوڑ ہوتا ہے ایک سانپ اُچھل کر آیا اور وہیں اُس نے اپنے دانت گڑو دئے۔ اور اتنی دیر میں کہ کوئی الف یا بے لکھے پہلے وہ رُوح سُلگی اور پھر جل اُٹھی اور جل کر اس کی راکھ زمین پر گری۔ اب اس راکھ کے ڈھیر میں جو زمین پر تھا حرکت پیدا ہوئی اور وہ اس طرح لپٹی کہ وہ رُوح اپنی پہلی ہی شکل میں پھر نمودار ہوگئی۔ دانشورانِ سلف نے عربستان کے ایک حسین پرندے ققنس[۱] کا حال لکھا ہے کہ جب اس کو پانچ سو برس زندہ رہتے ہوجاتے ہیں تو وہ مر کر اسی طرح پھر جی اُٹھتا ہے۔ تمام عمر وہ نہ کوئی بُوٹی کھاتا ہے نہ جڑی۔ کندر اور لوبان کے آنسو پی کر اور خوشبودار اَموم کھا کر وہ جیتا ہے اور مرنے کو جب ہوتا ہے تو ناردو اور مُر کی لکڑیوں کی چتا چُن کر جل مرتا ہے۔ یہی حال اس رُوح کا ہوا کہ راکھ ہو کر پھر اپنی پہلی شکل میں آگئی۔ اب اس رُوح کی کیفیت یہ ہوئی کہ جیسے کوئی زمین پر گرے اور اس کی سمجھ میں نہ آئے کہ کس شیطانی قوت نے اس کو گرایا ہے۔ یا وہ اس مُزاحمت کو نہ سمجھے جس نے ناپدید زنجیروں سے اس کی قوتوں کو سلب یا مقید کر دیا ہے اور وہ اس خواب کی سی حالت سے بیدار ہو کر اپنی تکلیف میں جو اس کو برداشت کرنی پڑی تھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا اور آہیں بھرتا ہے۔ یہی کیفیت اس رُوح کی تھی۔ جبکہ وہ زمین سے اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ افسوس خدا کا فیصلہ کیسا سخت ہے جو انتقام کے طوفان میں ایسی شدید مار انسان پر ڈالتا ہے۔ اُستاد ورجل نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ رُوح نے مختصر جملوں میں اپنا حال اس طرح سُنایا۔ "وانی فیوچی میرا نام ہے۔ ٹسکنی سے مجھے اس آگ کی بھٹی میں آئے ہوئے زیادہ مدت نہیں ہوئی ہے۔ مجھے انسانی ہمدردی کے ساتھ زندہ رہنے کے بجائے درندوں کی سی زندگی زیادہ مرغوب تھی۔ یہ میرا گدھا پن تھا کہ میں ایسی زندگی کو پسند کرتا تھا۔ پسٹویا کے شہر میں مجھکو بدکرداری کا موقع ملا۔" میں نے ورجل سے عرض کیا کہ آپ اس رُوح کو حکم دیں کہ وہ یہاں سے ہلے نہیں اور اس سے دریافت کریں کہ کس جُرم میں وہ یہاں بھیجی گئی ہے۔ میں اس سے اُس زمانے سے واقف ہوں جبکہ وہ دُنیا میں انسان کی شکل زندہ تھی۔ اس زمانے میں وہ شدت سے دُرشت و سخت مزاج اور خونی طبیعت کا انسان تھا۔ وہ گنہگار[۲] نے میری یہ بات سُن لی اور اپنی جگہ سے وہ نہ ٹلا۔ اور میری طرف روئے سخن کر کے کہنے لگا کہ "اس کا رنج اور صدمہ

---

۱ فی نکس یا ققنس۔ یہ ایک مادیں پرند بڑا حسین ہوتا تھا۔ عمر اس کی ۵۰۰ یا ۶۰۰ برس کی ہوتی تھی۔ جب یہ عمر ختم ہونے کو ہوتی تھی تو وہ خوشبودار لکڑیوں کی چتا چُنتا تھا اور اس پر بیٹھ کر اپنے پروں کی جنبش سے آگ پیدا کر کے چتا کو روشن کرتا تھا اور اس طرح آگ میں جل کر راکھ ہوجاتا تھا۔ اب اسی راکھ سے یہ پرندہ جوان ہو کر پھر پیدا ہوجاتا تھا۔ ۲ بیان ہوا ہے کہ شہر پسٹویا میں خاندان لزاری کا یہ ایک غیر صحیح النسب شخص تھا۔ اس نے سنٹ جیمس کے گرجا کے توشے خانے سے گرجا کا قیمتی اسباب چرالیا اور چوری کا جھوٹا الزام ایک دوسرے شخص وانی ڈیلا نونا پر رکھا جسکو سزائے موت دی گئی۔

کہ تونے مجھ کو اس افسوسناک حالت میں دیکھا اس موت کے درد سے بھی زیادہ ہے جو دُنیا میں مجھے پیش آئی تھی: جو کچھ تو پوچھتا ہے اُس کو نہ بتانے کی مجھے اجازت نہیں جس جُرم میں مجھے دوزخ کی اس تہ میں رہنے کی سزا دی گئی ہے وہ یہ تھا کہ میں نے گرجا کے توشہ خانے سے اس کا قیمتی سامان سرقہ کیا تھا لیکن اب اس خیال سے کہ جب تو اس ظلمت اور تاریکی سے نکل کر دُنیا میں جائے تو میرے اس حالِ زار کو یاد کر کے خوش نہ ہو پس کان کھول کر وہ پیشینگوئی سُن جو میں فلورنس کی نسبت کرتا ہوں۔ پسٹویا[1] سے خاندان نیری کی حکومت اُٹھ جائے گی اور شہر مصائب میں مبتلا ہو گا تب شہر کے لوگ[2] اور وہاں کے قوانین دوسرے ہو جائیں گے۔ خدائے مارس کے غضب سے ولادی ماگرا[3] کے شہر پر ایک غبار چھا جائے گا اس غبار میں تاریک کہر ہو گا اور طوفان تیز و بلا انگیز اُٹھیں گے اور یہ طوفان غارتگری پر آمادہ لوگوں کو تیروں کی طرح گھائل کریں گے۔ بوکولو کے میدان پر یہ طوفان برپا ہوں گے۔ بلاؤں کا بادل وہاں دفعتاً پہونچے گا اور بیانکو کے عائد کو باہر نکال کر زمین پر گرائے گا۔ پس میں نے تجھے یہ خبر سنا دی ہے کہ رنج سے تیرا سینہ شق ہوتا ہے۔"

پچیسواں بند

خلاصۂ کلام

لامذہب وانی فیوگی خدا کی شان میں بد کلامی کر کے اپنا غصہ اُتارتا ہے۔ سانپ اس کو لپٹ جاتے ہیں اور جب وہ بھاگتا ہے تو کاکس، سنتار اس کا تعاقب کرتا ہے اس سنتار کی حالت یہ ہے کہ اُسکے پُٹھوں پر سانپ بکثرت لپٹے ہیں اور اس کے کندھوں پر ایک اژدہا بیٹھا ہے جس کے نتھنوں سے آگ نکلتی ہے۔ اس کے بعد ڈانٹے کو اپنے ہی ہموطنوں میں سے تین آدمیوں کی رُوحیں ملتی ہیں۔ ان میں سے دو رُوحیں عجیب طرح سے ڈانٹے کے سامنے اپنے قالب بدلتی ہیں۔

جب گنہگار وانی فیوگی اپنی پیشینگوئی کہہ چکا تو اس نے مٹھی باندھ کر خُدا کی تحقیر کے لئے گھونسا بنایا اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ "لے خدا میرا یہ گھونسا تیرے لئے ہے" اس دن سے سانپ میرے دوست ہو گئے۔ چنانچہ فوراً ایک سانپ اس گنہگار کی گردن کو لپیٹ کر اپنا پھن اس کے مُنہ کے سامنے لایا اور کہا کہ "اے زبان بند ہو" اسکے ساتھ ہی ایک دوسرا سانپ اسکے ہاتھوں پر چڑھ کر زور سے لپٹ گیا اور گنہگار کی پُشت پر اپنی دُم اور سر کی گرہ ایسی مضبوط باندھی کہ اسکے ہاتھوں کی حرکت سلب ہو گئی۔ او پسٹویا، پسٹویا۔ کیوں نہ شُبہ کیا جائے کہ تو اس کو جلا کر خاک نہ کر دے گا۔ اور پھر زمین اس کے بوجھ سے ہلکی ہو جائے گی۔ کیونکہ بُرے کاموں میں وہ اپنے پرکھوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس غار کے تمام تاریک مقامات میں خدا کے مقابلے میں کسی رُوح کو نخوت و غرور میں اتنا پھولا ہوا سرکش میری نظر سے نہ گذرا تھا۔ بلکہ جو غرور اس میں تھا وہ کاپانیوس میں بھی نہ تھا جس نے جوپیٹر دیوتا کی گستاخی کی تھی اور اس کی سزا میں وہ تھیبس کی فصیل سے نیچے گرایا گیا تھا جب سانپ لپٹ لئے تو اب وانی فیوگی کی رُوح بھاگی۔

---

[1] پسٹویا۔ مئی ۱۳۰۱ء میں پسٹویا کا ایک فریق بیانکی جو فلورنس میں حکومت کرتا تھا اس نے نیری کے فریق کو اسکی پہلی عزت و شان سے گرا کر ان کے مکانات محل اور کھلیان سب غارت کر دیئے۔ [2] کچھ مدت کے بعد بیانکی فلورنس سے خارج کئے جائیں گے اور نیری کے اختیارات پھر قائم ہونگے اور ریاست کے بڑے لوگ اور وہاں کے قوانین بدل جائیں گے۔ [3] ڈانٹے کی شرح لکھنے والوں نے اس پیشینگوئی کی نسبت تحریر کیا ہے کہ ولادی ماگرا کا مارکوئس نیری کا سردار بن گیا اور نیری کے مخالفوں یعنی بیانکی کو اس نے شکست دی۔ یہ شکست اس شکست کے بعد ہوئی تھی جس کا ذکر پانچویں بند کے ۴۴ ویں سطر میں آیا ہے۔

مگر مُنہ سے کچھ نہ بولی۔ اس کے بعد ایک سنتار (جس کا اوپر کا جسم انسان کا سا اور باقی کسی چوپائے کا سا۔) غیظ وغضب میں بھرا چیختا چلاتا آیا۔ اور پوچھا کہ "کہاں ہے وہ کمینہ؟" ماریمان[1] کے دلدل میں بھی سانپوں کی نسل اس کثرت سے نہ ہوگی جس کثرت سے سنتار کے پُٹھوں پر سانپ لپٹے تھے۔ اور جہاں سنتار کا چہرہ انسان کا شروع ہوتا تھا وہاں اور سر کے پیچھے اور دونوں شانوں پر ایک اژدہا پر کھولے چمٹا تھا۔ اور جس کسی کو وہ دیکھتا تھا اس پر پُھنکارے مارتا تھا۔ اور اس کے نتھنوں سے آگ نکلتی تھی۔ اسے دیکھکر ورجل نے مجھ سے کہا کہ "یہ سنتار کاکس ہے جس نے کوہ اونٹان کے نیچے ایک جھیل خون سے بھر رکھی ہے۔ یہ سنتار اپنے بھائی بندوں سے جدا ہوکر اس وقت دوسری ہی قسم کے سیر وسفر میں مصروف ہے۔ اس نے ہرکیولیز کے مویشی چرائے تھے جو اسکے قریب ہی بندھے تھے۔ مگر اس سزا میں اس کی چوریاں بھی ختم ہوگئیں۔ ہرکیولیز نے اپنے گرز سے سو ضربیں اس کے لگائیں۔ دسویں ضرب نہ لگنے پائی تھی کہ کام تمام ہوگیا؟" ورجل کی بات پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ سنتار بھاگا۔ اب نیچے سے تین روحیں نمودار ہوئیں۔ ان کو نہ میں پہچانتا تھا اور نہ ورجل۔ اُنہوں نے مجھ سے بہ آواز بلند پوچھا کہ "بتاؤ تم کون ہو؟" اتنا سُنکر ہم نے باتیں کرنی بند کیں اور ہمہ تن اُن روحوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ میں اُن سے واقف نہ تھا۔ لیکن جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ بات کرنے میں ایک کو دوسرے کا نام لینا پڑتا ہے ورجل نے کہا: "کیانفا[3] تو کہاں چھپا بیٹھا تھا؟" اس خیال سے کہ ورجل اسی طرف متوجہ رہے میں انگلی اُٹھا کر اپنے لبوں کے قریب لایا۔ اب اے پڑھنے والے اگر مجھ کو میری بات کا یقین نہ آئے تو میں حیرت نہ کروں گا۔ کیونکہ میں خود اپنی آنکھوں کی شہادت مشکل سے قبول کر سکا۔ جب میں نے ان تین رُوحوں کی طرف نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ جس کے چھ پاؤں مع پنجوں کے ہیں ان میں سے ایک رُوح پر اُچک کر آیا اور اس کو گرا کر اپنے سب پنجے اُس پر رکھ دیے۔



بیچ کے دونوں پنجے اُس نے اسکے شکم پر جمائے اور اگلے پنجوں سے رُوح کے دونوں ہاتھ دبوچ لیے۔ اور پھر جھک کر رُوح کے دونوں کُلّوں پر اپنے دانت جن کے نیچے زہر کے چھالے تھے گڑو دیے۔ سانپ نے اپنے پچھلے دونوں پنجے رُوح کی رانوں پر جمائے اور ان دونوں پچھلے پنجوں میں دُم کو دبا کر اپنے لبوں پر آنکڑا سا بنالیا۔ شاید ہی کوئی آئی وی کی بیل کسی شجر بلوط پر جس میں دوسری قسم کے درخت بھی پھوٹے ہوں ایسی نہ لپٹی ہوگی جیسے کہ یہ سانپ اس رُوح کے ہاتھ پاؤں اور دھڑ کو لپٹا تھا۔ پھر یہ سانپ اور رُوح جلتے موم کی طرح پگھل گئے اور دونوں اپنا اپنا رنگ الگ دکھاتے ہوئے بہنے لگے۔ پہلے دونوں کے رنگ جُدا جُدا نظر آتے تھے۔ پھر یہ بات نہ رہی جیسے کاغذ پر جلنے سے پہلے بھورا رنگ دوڑتا ہے۔ مگر ابھی تک سیاہی نہیں آتی۔ پھر جلتے ہی سب سپیدی غائب ہوجاتی

[1] صوبہ ٹسکنی میں ساحل بحر کے قریب ایک مرطوب قطع ہے۔ [2] کاکس ولکن خدائے نار کا بیٹا تھا، بڑا جسیم دیو ہیکل شخص تھا اور کوہ اونٹان کے نیچے ایک غار میں رہا کرتا تھا اور قرب وجوار کے علاقوں میں قزاقی کرتا تھا۔ جب ہرکیولیز اُن مویشیوں کو لیکر جو اُس نے ملک اسپین میں گریون سے چھینے تھے اس پہاڑ کے نیچے آیا تو کاکس نے ان میں سے کچھ مویشی چرالئے اور ان کو ان کی دُم پکڑ کر گھسیٹتا ہوا غار میں لے گیا۔ اسلئے اس کا پتہ چلنا ناممکن ہوا لیکن جب وہ مویشی جو چوری نہیں گئے تھے غار کے پاس سے گذرے تو غار والے مویشیوں نے ڈکارنا شروع کیا۔ ہرکیولز نے اس چوری کی سزا میں کاکس کو مار ڈالا۔ [3] اسکی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ فلورنس کے مشہور خاندان

ہو یہی کیفیت پگھلنے کے بعد اس سانپ اور رُوح کی ہوئی۔ باقی دو روحیں کھڑی یہ تماشہ دیکھتی رہیں۔ پھر وہ چلائیں "افسوس اگنیلو تو کیسا بدل گیا" اب تو ایک رہا نہ دو۔ رُوح اور سانپ کے سر اور جسم جو پہلے علیحدہ علیحدہ تھے اب مل ملا کر ایک ہی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حالانکہ دونوں پگھل کر محو ہو چکے تھے۔ سانپ کے دونوں اگلے پنجے اور رُوح کے دونوں ہاتھ یہ چاروں مل کر دو ہاتھ بن گئے۔ سینہ اور رانیں اور ٹانگیں مل کر ایسے اعضا بن گئے جن کو انسان کی آنکھ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ان کی پہلی صورتوں کا اب نام و نشان نہ تھا۔ اور وہ دونوں صورتیں جن کو اب دو نہیں کہا جا سکتا تھا اب وہ ایک عجیب خلقت بد شکل میں ظاہر ہوئیں اور اب یہ کریہہ اور بد شکل ہمارے سامنے سے آہستہ آہستہ قدم چلنے لگی۔ یا جیسے آسمان پر نجم السحر کی گرم اور تیز شعاعوں کے طلوع ہوتے ہی کھیتوں میں روشنی پھیلتی ہے اور گرگٹ جھاڑیوں پر سے کودتا پھاندتا راستے کے پار جاتا ہے اور اسکا رنگ بجلی کی تحریر معلوم ہوتا ہے غرض جب یہ مہیب شکل باقی دو رُوحوں کی آنتوں کی سیدھ باندھ کر چلی تو وہ ایک سانپ معلوم ہوتی تھی جو سر سے دم تک آگ کا شعلہ بنی تھی۔ اب اس سانپ نے اُن دو روحوں میں سے ایک روح کی ناف جہاں سے انسان کو سب سے پہلے غذا ملتی ہے کاٹا کاٹتے ہی رُوح زمین پر گر کر پھیل گئی۔ جس رُوح کو سانپ نے کاٹا تھا اُسنے سانپ کی طرف دیکھا۔ مگر مُنہ سے کچھ نہ کہا اور نہ کسی قسم کی جنبش کی جماہی البتہ لی مگر وہ بھی اس طرح جیسے کسی پر نیند کا غلبہ ہو یا بخار چڑھنے کو ہو۔ اب رُوح نے پھر سانپ کو دیکھا اور سانپ نے رُوح کو۔ ایک کے زخم سے اور دوسرے کے مُنہ سے غلیظ دھوئیں کا ایک ستون سا اُوپر کو اُٹھا اور یہ دونوں ستون اُوپر جا کر مل گئے۔ شاعر لیوکن خاموش بیٹھا ان باتوں کو سُنتا ہے۔ نہ سائی بیلیوس اور نہ نائی سی دیوس تیری مصیبت کی داستان زبان پر لاتے ہیں۔ اووڈ بھی اب اپنی زبان بند کر لے گا۔ اگر نغز آرائی کے ساتھ خانے لکھنے میں اس نے کیڈمس اور ایری توسا کی داستان اس طرح بیان کی کہ کیڈمس کو سانپ اور ایری توسا کو چشمہ مصفا میں تبدیل کر دیا تو کوئی بڑی بات نہ کی۔ مجھ کو اس شاعر کے حکام پر رشک نہیں ہے کیونکہ اُس نے کبھی اس طرح کا کوئی افسانہ جس میں دو مختلف فطرتیں رُو برو ہو کر اپنی ہستی تبدیل کر دیں۔ یعنی دو مختلف صورتیں ایک دوسرے کا جسم اختیار کرنے کو آمادہ ہوں کبھی سپُردِ قلم نہیں کیا۔ اب ان دونوں نے ایک دوسرے کے بھیس میں آکر یہ کیا کہ سانپ نے اپنے جسم کو چیر کر ایک کانٹا سا بنایا اور وہ رُوح جس کو سانپ نے کاٹا تھا اُس نے اپنے قدم ملا کر ٹانگوں اور رانوں کو ایسا سکیڑا کہ ایک عضو کا جوڑ دوسرے عضو سے مطلق نظر نہ آتا تھا۔ اور دم نے علیحدہ ہو کر وہ صورت اختیار کی جس سے رُوح محروم ہوئی تھی۔ ایک کی جلد نرم ہوتی گئی اور دوسری کی سخت ہو کر کرخت خول بن گئی۔ کندھوں کو غور کیا تو وہ اس مُہیب اور عجیب مخلوق کی بغلوں میں جا گھُسے تھے اور اُس کے دو چھوٹے پاؤں اتنے لمبے ہو گئے تھے جیسے کہ باقی پاؤں چھوٹے ہوتے ہوتے سُکڑ کر گولا بن گئے تھے۔ پچھلے پاؤں مُڑ تُڑا کر جسم کا وہ حصہ بن گئے جس کو انسان چھپاتا ہے جس حال میں کہ گاڑھا اور تاریک دُھواں نئے نئے رنگ بدل رہا تھا۔ تو زائد گوشت کو ایک سے چھین چھین کر دوسرے پر اس کے ڈھیر لگائے جاتے تھے کہ اتنے میں اُن میں سے ایک سیدھا اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا اور دوسرا فوراً گر پڑا۔ ابھی تک دونوں کے دیدے کینے اور عداوت کے چمکتے چراغ اپنی جگہ پر تھے۔ گو اُن کے نیچے چہرے کا نقشہ بالکل تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ رُوح جو کھڑی تھی اس کے چہرے کی چیزیں کن پٹیوں کی طرف کھسکنی شروع ہوئیں اور جس زائد گوشت کا ڈھیر لگا تھا وہ رُخساروں سے کانوں کی طرف رجوع ہوا۔ اور باقی گوشت جو رہا اُس سے ناک بن گئی اور اس کے دونوں جانب موٹے موٹے ہونٹ بن کر لٹک گئے۔ اب وہ رُوح جو زمین پر پڑی تھی اپنی صورت کو لمبا کرتی ہے اور کانوں کو سر کے اندر اس طرح کر لیتی ہے جیسے گھونگا اپنی مونچھیں خول میں چھپا لیتا ہے۔ اسکی

۱؎ پورا نام اگ نیلو برونی لیسچی تھا۔ ۲؎ رومانیوں کا مشہور شاعر گذرا ہے۔ ۳؎ یہ بھی روما کا مشہور شاعر تھا۔

زبان جو اندر تک چلی گئی تھی اور جس میں نطق کی قوت تھی کٹ جاتی ہے۔ اور دوسرے کا کانٹا اس کٹی زبان سے جاملتا ہے۔ جب یہ ہولیا تو ہر طرف دھواں گھٹنا شروع ہوا۔ اب رُوح ایک ہیبتناک درندے کی شکل اختیار کرکے وہاں سے چل پڑتی ہے اور وادی میں سانپ کے سے پھنکارے مارتی پھرتی ہے اور دوسری اس طرح بات کرتی ہے جیسے کوئی تھوکتا یا کھنکارتا ہو۔ مگر یہ رُوح جلد اپنے شانے جو حال میں لگے تھے اُونچے کرکے دوسری رُوح سے کہتی ہے۔ "بوسوسو[1]۔ تو اب اس راستے پر جس پر میں رینگتا ہوا چلا ہوں چلدے"۔ غرض ساتویں غار میں میں نے یہ عجیب و غریب تبدیلیاں دیکھیں اور یہ غار وہ تھا جس کو جہاز کی طرح اس کے نیچے کے بوجھ کے درست نہ ہونے سے حرکت رہتی تھی۔ اب اگر واقعات کے بیان کرنے میں قلم کو لغزش رہی ہو تو واقعات کی نُدرت ہی اس کا بڑا سبب ہے۔ میری آنکھوں پر تشویش اور اختلال کا بادل چھایا تھا۔ اور میرا دماغ حیرت اور تعجب سے پُر تھا۔ پھر بھی یہ رُوحیں پوشیدہ طریقے سے سامنے سے دُور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ میں نے ان میں اسکیٹین کالو کو پہچان لیا۔ ان تین رُوحوں میں جو پہلے آئی تھیں صرف یہی ایک رُوح ایسی تھی جس کی شکل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ گاوِیلی[2] تو ابتک دوسرے شخص کی قسمت پر افسوس اور رنج کر رہا ہے۔

چھبیسواں بند

خُلاصۂ کلام

جن سیڑھیوں سے اُتر کر ساتویں غار میں ڈانٹے اور ورجل آئے تھے اُنہیں سیڑھیوں کو چڑھ کر یہ دونوں اب اس پل پر پہونچتے ہیں جو آٹھویں غار پر واقع تھا۔ یہاں پہونچکر وہ بے شمار شُعلے روشن دیکھتے ہیں۔ ان شعلوں میں ایسے مشیر و صلاح کار جنہوں نے بڑے مشورے اور صلاحیں دی تھیں اپنے کئے کی سزا پا رہے ہیں۔ اس گناہ کا ایک ایک مُرتکب ہر شُعلے میں عذاب پا رہا ہے۔ ایک شُعلہ البتہ ایسا نہیں ہے اس میں ڈایومیڈ اور یولیسیز اپنے مرنے کا حال بیان کرتے ہیں۔

فلورنس خوش ہو۔ تو ایسا پھلا پھولا ہے کہ خشک و تر پر شہرت کے پر مارتا اُڑا چلا جاتا ہے۔ تیرا نام دوزخ میں بھی مشہور ہے۔ کیونکہ میں نے جن قزاقوں کو وہاں دیکھا اُن میں تین تیرے ہی باشندے تھے۔ میں جو تیرا ہموطن ہوں اسکے لئے یہ امر شرمناک تھا اور اس میں نہ کچھ تیری عزت اور نیک نامی تھی۔ خواب جو صبح دیکھا جائے اس میں انسان کا قلب دوسرے کی نسبت آئندہ کی خبریں صحیح سُنا سکتا ہے۔ اور سن کہ وہ خبر یہ ہے کہ زیادہ زمانہ نہیں گذرے گا کہ تجھ پر کچھ ایسی آفات نازل ہوں گی کہ اور تو اور تیرا ہمسایہ پراٹو[3] تک ان کو دیکھکر خوش ہوگا۔ جوں جوں میری عمر بڑھتی ہے[4] رنج اور افسوس کے احساس میں بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ غرض جس غار کی ہم اس وقت تک سیر کرتے تھے اس سے رخصت ہوئے۔ ورجل جن سیڑھیوں سے اُتر کر اس غار میں آیا تھا اب انہی سے اوپر چڑھنے لگا۔ اور اُوپر چڑھنے میں مجھکو بھی سہارا دیتا رہا۔ غرض اس طرح ہم دونوں ایک ہی راستے سے پتھروں اور چٹانوں پر چڑھتے چلے جاتے تھے۔ اور ہمارے قدم بغیر ہاتھوں کی مدد کے کام نہ دیتے تھے۔ اب مجھ پر غم کی ایک گھٹا چھاگئی جس کا خیال کرتے ہی

---

[1] بعض نے اسکو فلورنس کے خاندان ورناتی سے اور بعض نے اباتی سے لکھا ہے۔ [2] یہ مشہور قزاق تھا بعض مورخوں نے اسکو فلورنس کے خاندان گلی گاتی سے لکھا ہے۔
[2] گاویلی۔ یہ ایک مقام کا نام ہے جو فلورنس کے قریب تھا۔ یہاں فلورنس کا رئیس واسسکو کاولکانتی مارا گیا۔ اس قتل کی سزا میں بہت سے آدمی مارے گئے۔
[3] یہاں ڈانٹے ان آفات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شہر فلورنس پر گرنے والی تھیں۔ چنانچہ ۱۳۰۴ء میں دریائے آرنو جس پر فلورنس کا شہر آباد ہے اسکا پل ٹوٹا اور بہت آدمی اس میں تلف ہوئے۔ اسی طرح شہر میں آگ لگی اور ۱۷۰۰ مکانات جن میں بعض بڑے تھے جل کر خاک ہوگئے۔ یہ آفات وہ تھیں کہ ہمسایہ پراٹو تک جاتا تھا کہ وہ آئیں۔ [4] مطلب یہ ہے کہ...

وہ اصلی صورت میں یاد آجاتی ہے۔ میں اس امر[1] کا خوگر ہوں کہ جو ادراک اور ذکا فطرت نے مجھکو بخشا ہے اس کو اپنے قابو اور اختیار میں رکھوں تاکہ بے لگام ہوکر وہ ایسی جگہ نہ پہونچ جائیں جہاں نیکی و راستی اُن کی رہنمائی نہ کرسکے۔ اگر مجھ میں نیکی میرے طالع خوش یا اس سے بھی بڑھکر کسی قوت کی عطا کی ہوئی موجود ہے تو مجھ کو قدرت کے اس عطیہ اور انعام پر ناز نہیں ہے۔ (احتیاط کو ہمیشہ مد نظر رکھتا ہوں) اُس موسم میں جبکہ آفتاب جو سب کو منور کرتا ہے اپنا چہرہ کم چھُپاتا ہے یعنی اس زمانے میں کھیاں غائب ہوکر سُریلے مچھر ان کی جگہ آجاتے ہیں اور کسان کسی اُونچے ٹیکرے پر آرام سے کچھ بیٹھا کچھ لیٹا دیکھتا ہے کہ نیچے گھاٹی میں یا تاکستانوں اور کھیتوں میں جہاں دن کو وہ کام کرتا ہے بے شمار جگنو چمک رہے ہیں اسی طرح ہم کو شعلے آٹھویں غار بر اس کی گہرائی نظر آتے ہی دکھائی دیے۔ اور جس طرح الیسع[2] جس کے ساتھ گستاخیاں کرنے والوں کو ریچھوں نے سزا دی تھی۔ اور اس سے ایلیاہ[3] بنی آتشیں رتھ میں بیٹھ کر جدا ہوا تھا اور رتھ کے آتشیں گھوڑے چنچل اور بیقرار جب الف ہوکر آسمان کو اُڑے اور الیسع آنکھیں پھاڑے ان آگ کے گھوڑوں کو دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ نورانی غبار کا ایک نقطہ سا معلوم ہونے لگے۔ اسی طرح غار کے کنارے ہم کو شعلے اُڑتے نظر آئے ایک ایک شعلہ اپنے جسم میں ایک ایک گنہگار کی رُوح کو اس طرح چھُپائے تھا کہ اس کی چوری کا کسی کو پتہ چلتا نہ تھا۔ میں نیچے دیکھنے کو پُل پر جھکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ غار کی تہ میں پتھروں کے ڈھیر پڑے ہیں جو از خود اُوپر سے گرے ہیں۔ کسی نے اُوپر سے ڈھکیل کر ان کو نیچے نہیں گرایا ہے۔ ورجل نے جب مجھے دیکھا کہ میں نہایت غور سے نیچے دیکھتا ہوں تو اُس نے مجھ سے کہا: "اس گرم اور جلتے غار میں روحیں ہیں اور ایک ایک شعلے میں ایک ایک رُوح مقید ہے۔" اس پر میں نے ورجل سے عرض کیا کہ "آپ کے فرمانے کا مجھے یقین ہے۔ لیکن میں اس بات کو دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس شعلے میں کس کی رُوح مقید ہے جس کی اُوپر جاکر دو لوئیں[4] الگ الگ روشن ہیں۔ اور یہ لوئیں اُس چِتا[5] سے اُٹھتی معلوم ہوتی ہیں جس پر تھیبس کے دونوں بھائیوں کی لاشیں جلائی گئی تھیں۔" ورجل بولا کہ "جس شعلے کی نسبت تو دریافت کرتا ہے اس میں یولی سیز اور ڈایومیڈ کی رُوحیں ہیں۔ اور یہ تعزیری عذاب اس انتقام کے پورا کرنے کے لئے دیا جاتا ہے جو پہلے غضب الٰہی کی شکل میں نازل ہوا تھا۔ اس شعلے میں وہ کاٹھ[6] کا گھوڑا بنا کر اس میں چھپ کر بیٹھنے کا افسوس مسلسل آہ و زاری کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ اور یہی چیز وہ تھی جس نے آخر کار وہ دروازہ کھول دیا جس سے انکا خاندان وہاں (تروجہ) سے نکل کر ایک دوسرے ملک (اٹلی) میں آیا اور وہاں اُس نے سلطنت روما کی بنا ڈالی۔ اور ان کو اس دھوکے پر بھی کچھ کم ندامت نہیں ہے جو اکیلیز نے[7] دائی دامیا کے ساتھ کیا تھا جسکا افسوس دائی دامیا کو مرنے کے بعد بھی رہا۔ اور اس شعلے میں اس بے جا حرکت پر بھی آنسو بہائے جاتے ہیں کہ (تروجہ سے) وہ

---

[1] مفہوم یہ ہے کہ جب میں ان لوگوں کی سزاؤں کا خیال کرتا ہوں جو کسی کام میں اچھی نیت سے صلاح نیک نہیں دیتے تو پھر میں اپنی ان قابلیتوں سے کام لینے میں جو فطرت نے مجھ کو عطا کی ہیں بہت احتیاط کرتا ہوں کہ وہ بُرے مقاصد کے لئے کام میں نہ لائی جائیں۔ ڈانٹے کے پولیٹکل خیالات ایسے تھے کہ اگر وہ اپنے وطن میں ان کو شائع کرتا تو بہت لوگ قید اور جلا وطنی کو ترجیح دیتے اور اس راہ سے جس پر چلنا اس کا عین فرض تھا بتانا۔ اسلئے اس امر کا بیان کر دینا شاعر نے ضروری جانا۔ [2] دیکھو انجیل کتاب ۲ سلاطین۔ درس ۲۴۔ ۲۔ [3] انجیل کتاب ۲ سلاطین۔ درس ۱۱۔ [5] چتا وہ تھی جس میں ایٹو کلیز اور پولی نائسیز دو بھائیوں کی لاشیں جلائی گئی تھیں۔ دو لوئیں اُٹھنے سے مطلب یہ ہے کہ آگ کو بھی ان دونوں بھائیوں کی دشمنی کا حال معلوم تھا۔ [6] جنگ تروجہ میں یولی سیز نے جو یونانیوں کی طرف سے لڑا تھا کاٹھ کا ایک گھوڑا بنایا تھا جس میں وہ خود اور چند اور یونانی بہادر چھپ کر تیر مارنے بیٹھے تھے۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ اینیاس تروجہ کا سورما تروجہ سے نکلکر اٹلی میں آیا اور یہاں اسکی اولاد نے سلطنت روما کی بنیاد ڈالی۔ [7] اکیلیز جب جزیرہ اسکی روس میں چھپا تھا اور ایک لڑکی کے بھیس میں تھا تو اسنے دائی دامیا کو پیٹ ...

می نروا[۱] کا بُت چُرا لے گئے تھے۔ میں نے ورجل سے کہا کہ اگر ان شعلوں کو نطق کی قوت عطا کی گئی ہے تو میری درخواست ہے کہ جب تک یہ شعلہ قریب نہ آجائے آپ یہیں قیام کریں۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ میں اسی آرزو کے باعث اس شعلے کو کس قدر جُھکا ہوا دیکھ رہا ہوں"۔ ورجل بولا کہ۔ "تمہاری یہ درخواست قابل تعریف ہے اور مجھے وہ منظور ہے۔ لیکن جب وہ شعلہ قریب آئے تو تم اپنی زبان بند رکھنا۔ صرف میں ہی اس سے سوال کرونگا۔ تم جو کچھ چاہتے ہو اس کو میں خوب سمجھے ہوں"۔ پس وہ شعلہ قریب آیا۔ ورجل نے مناسب وقت اور مقام دیکھکر اس سے اس طرح تقریر کی: "اے دو روحو جو ایک ہی شعلے میں مُتمکن ہو۔ اگر تم زندہ ہوا اور میرا کچھ حق بھی تم پر ہے خواہ وہ کتنا ہی خفیف ہو کیونکہ جب میری کامل اور اسفع نظم نے نغمے برسائے تھے تو تم اس سے اس درجہ متاثر ہوئے تھے کہ تم میں سے ایک نے مجھے بتایا تھا کہ کس اقلیم میں اس کو موت پیش آئی تھی۔ یا خود اس نے جان دی تھی۔ اب اس شعلے کی وہ لَو جو سب میں اُونچی تھی اِدھر اُدھر زور زور سے حرکت کرنے لگی۔ اور اس سے ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے ہوا کے تیز ہو جانے پر آگ سے نکلتی ہو۔ پھر شعلے کی اس لَو تو اس طرح حرکت ہوئی جیسے بات کرنے میں زبان کو جنبش ہوتی ہے اور اب وہ بولی کہ جب ساحرہ سرسی[۲] کی قید سے جس نے گائی ایتا میں مجھ کو ایک سال تک قید رکھا تھا اور پیشتر اس سے کہ اینیاس نے مجھکو ساحل کا



پتہ بتایا ہو تو اس وقت نہ تو اپنے فرزند کو دیکھنے کی آرزو نے اور نہ اپنے مُسن باپ کے احترام نے اور نہ اپنی بیوی پینی لوپ کی محبت نے جو مجھ سے مل کر خوش ہوتی اس شوق پر غالب آسکی جو مجھ کو دُنیا کی سیر اور تحقیق کا تھا کہ میں زندگی کے طریقے اور انسان کے عیب وصواب معلوم کروں۔ بس میں نے بحرِ ناپیدا کنار پر اپنا جہاز ڈال دیا۔ صرف ایک کشتی اور ساتھیوں کا ایک چھوٹا گروہ جو مجھ سے ابتک وابستہ تھا میرے ہمراہ تھا۔ ملک آئی بیریا اور مراکش کے ساحلوں کو ہم نے دیکھا۔ اور جب ہم اس آبنائے[۳] پر آئے جس کی نسبت ہرکیولیز کا حکم تھا کہ اسکی حدود سے آگے کوئی نہ بڑھے تو سفر میں زیادہ مدت گزرنے سے میری اور میرے ساتھیوں کی رفتار میں کمی ہو چلی تھی۔ اب ہم بائیں ہاتھ کو چھوڑیں، وہ روح کہتی ہے کہ میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "اے بھائیو جو بے شمار خطرے اُٹھا کر مغرب میں پہونچ گئے ہو۔ اب جو تھوڑی سی مدت اپنے حواس سے کام لینے کی ہمارے لئے باقی ہے اس میں دُنیا کے اس حصّے سے آگاہی حاصل کرنے سے انکار نہ کرو جو آفتاب کے راستے پر ہے اور انسان سے غیر آباد ہے۔ ذرا یاد کرو کہ کس نسل کے تم لوگ ہو۔ تم وحشی حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ تمہاری زندگی کا مقصد اعلیٰ علم اور اعلیٰ نیکی حاصل کرنا ہے۔ ان چند جُملوں سے جن کو کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا تھا میں نے اپنے ساتھیوں کے شوقِ سفر کو تیز کیا۔ اب

۱؎ یونانی اس بت کو جو شہر تروجہ کا محافظ مانا جاتا تھا اُٹھا کر لے گئے جس کی وجہ سے تروجہ یونانیوں کے ہاتھ فتح ہو گیا۔ ۲؎ یہ ایک ساحرہ تھی جو جزیرہ ایاکا میں رہتی تھی۔ یولی سیز اپنے کسی رو میں اس جزیرے میں جا پہونچا۔ ساحرہ نے اسکے ساتھیوں کو سور بنا دیا۔ صرف ایک ساتھی بچا تھا جو یہ خبر یولی سیز کے پاس لایا۔ یولی سیز نے اسکے جادو کو بیکار کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو پھر انسان بنا دیا۔ یولی سیز اس ساحرہ کے پاس ایک سال رہا اور اس سے ساحرہ کے ہاں... ۳؎ ... جبل طارق۔

ہم نے مشرق کی طرف اپنے جہاز کا رُخ کیا۔ اور ایک ایسے سفر کے لیے جس کی منزل معلوم نہ تھی ہم نے اپنے چپوؤں میں پر لگا دیے۔ اور جہاز کو بائیں طرف چلاتے رہے حتیٰ کہ رات کے وقت قطب شمالی اور قطب جنوبی کے ستارے ہم کو نظر آنے لگے اور اپنا قطب ستارہ اتنا نیچا نظر آیا کہ وہ سمندر کی سطح سے اُونچا ہوتا معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ جب سے کہ ہم سمندر پر سفر کرتے تھے چاند کی روشنی پانچ مرتبہ ظاہر اور پانچ ہی مرتبہ غائب ہوئی تھی۔ اور اب دور سے ایک پہاڑ دُھندلا سا نظر آیا۔ اور وہ اتنا بلند تھا کہ اتنا بلند پہاڑ کبھی میری نظر سے نہ گذرا تھا۔ اس کو دیکھکر پہلے ہم خوش ہوئے لیکن پھر جلد سوگوار بننا پڑا۔ کیونکہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک بگولہ اُٹھا اور جہاز کے آگے کے حصّے پر اس کا پورا زور صرف ہوا۔ تین مرتبہ اسی بگولے نے متلاطم موجوں کے ساتھ جہاز کے گرد چکر کاٹا۔ اور چوتھے چکّر میں جہاز کے اگلے حصّے کو پانی کی سطح سے اُٹھا دیا۔ اور پھر کُل جہاز کو غرق کر دیا۔ تقدیر میں یونہی اُترا تھا۔ پھر یکبارگی مہیب آواز کے ساتھ ایک موج ہمارے سروں پر پھر گئی۔

ستائیسواں بند

خلاصۂ کلام

شاعر انہی سزاؤں کے ذکر میں جن کا حال اس سے پہلے بند میں آیا ہے لکھتا ہے کہ اب وہ ایک دوسرے شعلے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس شعلے میں کاونٹ گیدو مونٹی فیلٹرو مقید تھا۔ گیدو نے ریاست روماگنا کے متعلق سوالات کیے۔ شاعر نے اسکے سوالوں کا جواب دیا۔ جواب سُنکر گیدو کو ہمت ہوئی کہ کچھ اپنا حال بھی سُنائے کہ وہ کون ہے اور کیوں اس عذاب میں گرفتار ہے۔

شُعلہ بلند ہوا اور بلند ہو کر اُس نے اپنی روشنی گُل کر دی تاکہ اب کسی سے بات نہ کر سکے۔ اور حلیم الطبع شاعر سے اجازت لیکر وہ رخصت ہوا۔ اس کے بعد ہی ایک دوسرا شعلہ نمودار ہوا۔ اس شُعلے کی چوٹی سے ایک مبہم و مہمل سی آواز پیدا تھی۔ اس آواز کو سُن کر ہماری نگاہیں اس طرف متوجہ ہوئیں۔ جیسے کہ اس برنجی آلۂ اذیت سے جسے ثورِ صقلیہ[۱] کہتے تھے اور جس سے سب سے پہلے درد و تکلیف کی آواز اس شخص کی برآمد ہوئی تھی جو اس کا موجد اور بانی تھا اور حق یہ ہے کہ یہی قرینِ انصاف بھی تھا۔ اب اُس شخص کی دردانگیز صدائیں جو اس میں عذاب پا رہا تھا اس طرح گونجتی ہوئی نکلتی تھیں کہ وہ برنجی آلۂ عذاب درد و تکلیف سے چھِدا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پہلے تو اس شعلے سے آواز کے نکلنے کا کوئی سیدھا راستہ نہ تھا۔ لیکن جب راستہ ہو گیا تو وہ آواز الفاظ کے رنگ میں سُنائی دینے لگی۔ شعلے کی نوک کو حرکت ہوئی اور یہ ارتعاش مطابق تھا ان جنبشوں کے جو آلۂ اذیت کے اندر بولنے والے کی زبان کو ہوتی تھیں۔ آواز جو سُنائی دی وہ کہتی تھی کہ "اے تُو جس سے مجھے بات کیے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی ہے اور جب لمبارڈی زبان میں تو نے کہا تھا کہ "رخصت ہو اب مجھے تجھ سے کسی بات کی التجا نہیں ہے"۔ گو میں یہاں کسی قدر دیر میں پہونچا ہوں۔ لیکن تھوڑی دیر قیام کرنے میں تجھے تذبذب نہ ہونا چاہیے کہ ذرا مجھ سے بات کر لے۔ مجھے قیام کرنے میں مطلق تذبذب نہیں۔ گو میں جل رہا ہوں۔ اگر تو ابھی ابھی لاتیوم کے پُرفضا ملک سے جہاں میرے کُل گناہ سرزد ہوئے تھے اس قعرِ تاریک میں وارد ہوا ہے تو مجھے بتا کہ جو لوگ روماگنا[۲] میں رہتے ہیں آج کل ان میں امن ہے یا لڑائی۔ کیونکہ مجھکو وہ مونٹی فیلٹرو سے تعلق رہا ہے جس کا موقع اربینو اور اس پہاڑ اور اس پہاڑ کے درمیان

[۱] یہ ایک برنجی آلہ عذاب اور اذیت دینے کا تھا۔ اس کا موجد پریاس تھا اور ظالم بادشاہ فالاریوس کے حکم سے وہ تیار کیا گیا تھا۔ [۲] روماگنا کا نام جدید حوالوں میں مجھ کو ابھی تک نہیں ملا لیکن قیاس جاتا ہے کہ اس سوال کے جواب میں جن شہروں کا نام شاعر نے اس بند میں لیا ہے انہی کے علاقے سے روماگنا مراد ہوگی۔ راوینا

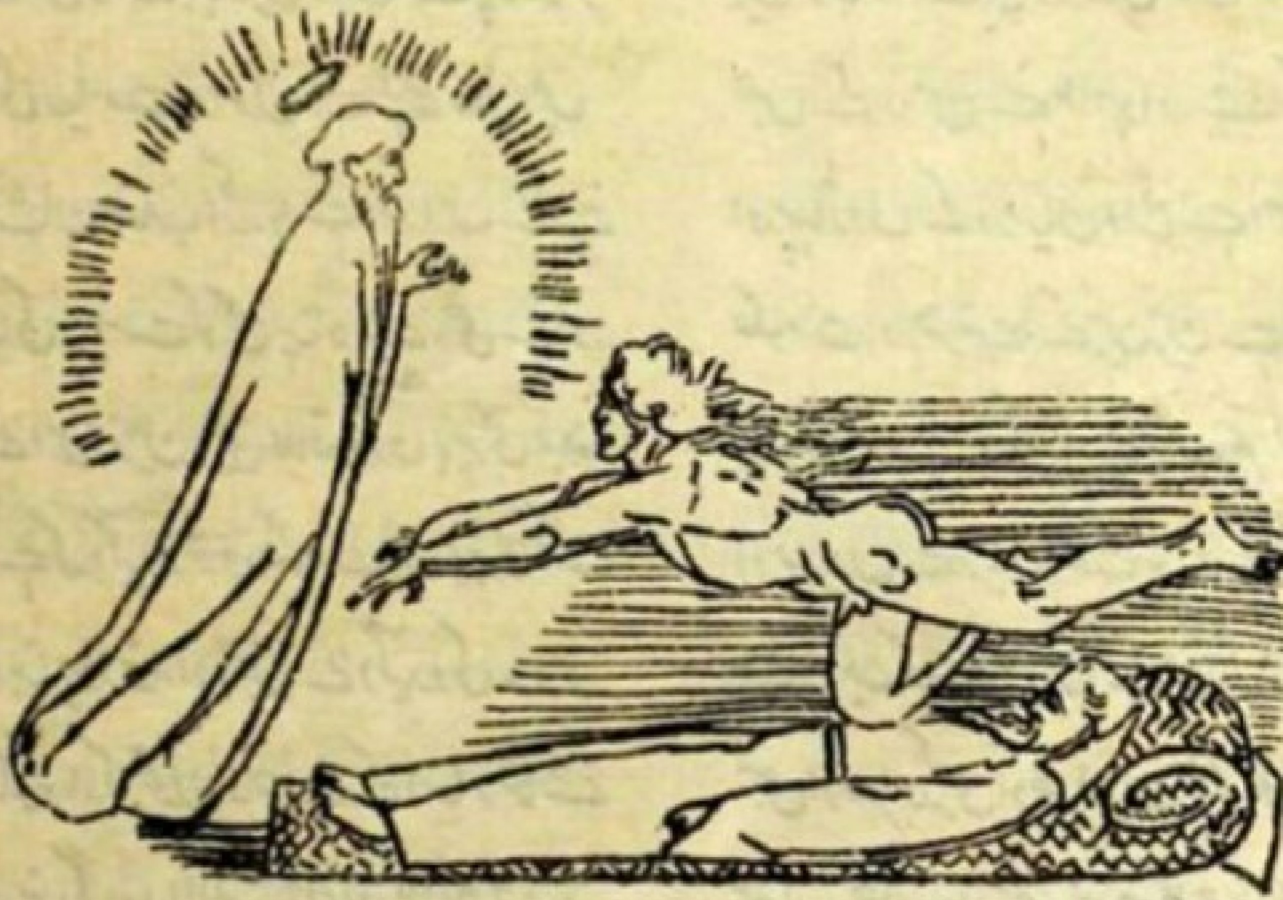
ہو جس سے ٹائبر کا دریا اپنا عظیم الشان سیل چھوڑتا ہے۔" میں جس طرح جھکا کھڑا تھا اُسی طرح اس کی بات کان دھر کر سنا کیا۔ اتنے میں میرے رہنما ورجل نے میرا شانہ ہلایا اور کہا کہ "جو کچھ وہ پوچھتا ہے اس کو بتاؤ۔ کیونکہ یہ بھی (تمہاری طرح) لاتومی ہے۔" میرا جواب حاضر تھا۔ چنانچہ میں نے بلا تامل کہا کہ "اے رُوح جو یہاں نیچے چھپی بیٹھی ہے۔ تیرا رومانگنا اپنے مغرور فرمانرواؤں کی آغوش میں کبھی بغیر جنگ وجدل کے نہیں رہا، اور اب بھی اس کا یہی حال ہے۔ البتہ اس وقت جبکہ میں وہاں سے چلا تھا کوئی علانیہ جنگ برپا نہ تھی۔ راوینا کی ریاست برسوں سے اچھے حال میں چلی آتی ہے۔ وہاں پولنٹا کا نشانِ عقاب اُڑ رہا ہے اور اس نے اپنے پروں کے وسیع دور میں کرویا کی ریاست کو بھی پناہ دے رکھی ہے اور اب دو سبز شیر کے چنگلوں نے اس زمین (یعنی علاقہ فورلی) پر بھی قبضہ کر رکھا ہے جو تھوڑا زمانہ ہوتا ہے کہ (گیدو کے دورِ حکومت میں) بڑی حکمت سے دوسروں کی پُشت و پناہ بنا ہوا تھا۔ اور جس نے (گیدو کی مدد اور مشورے سے) فرانس کے لشکر کو مار کر خون و تحرلیے کے انبار لگائے تھے۔ اور ویرچیو کا وہ سگِ بزرگ (مالاٹسٹا) اور ان کا فرزند سگِ خورد (مالاٹسٹینو) ریاست رمینی کا حکمران جس نے رمینی کے نائٹ مونٹاگنا کو طیش و غضب میں آکر مار ڈالا تھا۔ یہ دونوں حسب سابق اپنی زہریلی کچلیوں سے برمے کا کام لے رہی ہیں۔ دریائے لاموں کے کنارے کے شہر (فی انزا) اور سانیٹرا کے کنارے کے شہر ایمولا کی ریاستیں لی نارڈو بچگانو کے تحت جو برفانی غار کا شہر ہے بدستور چلی آتی ہیں مگر وہ غیر مستقل ساتھی ہیں جو پہلو بدلتی رہتی ہیں۔ گرمی میں ایک طرف ہیں تو جاڑا آتے ہی دوسری طرف ہو جاتی ہیں۔ اور وہ شہر یعنی کریسنا جس کے دامن سے ملا ہوا دریائے ساویو بہتا ہے۔ چونکہ وہ ہموار زمین اور پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اس لئے اس کا وجود مطلق العنان حکومت اور حریت کے بَین بَین ہے۔" یہ مقامی کیفیتیں بیان کرنے کے بعد شاعر روح سے کہتا ہے "اب ہم التجا کرتے ہیں کہ بتا تو کون ہے؟ دوسروں سے زیادہ سخت نہ بن۔ کیونکہ ممکن ہے کہ دُنیا میں تیرا نام اپنی پیشانی بلند کرے۔" اس کے بعد آگ جلنے کا شور تیز ہوا اور شعلے کی نوک کبھی ادھر اور کبھی اُدھر لہرانے لگی۔ اور وہ روح بولی کہ اگر میں یہ سمجھتی کہ میرا جواب اسکے لئے ہوگا جو یہاں سے دُنیا میں واپس جانیوالا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) رمینی۔ فورلی۔ کرویا۔ کریسنا۔ فرنیزا۔ ایمولا۔ یہی شہر بیان ہوئے ہیں اپنے اصل نام سے اور کہیں ان دریاؤں کے نام سے جنکے کنارے وہ واقع ہیں۔ یہ تمام شہر یا ریاستیں جو بیان ہوئی ہیں اٹلی کے مشرقی ساحل پر یا اس سے قریب واقع ہیں۔ بس میں سمجھتا ہوں کہ ملک اٹلی کے اسی ٹکڑے کو رومانگنا کہتے ہونگے۔

۱ جس روح سے ڈانٹے باتیں کرتا ہے وہ گیدو، ناویلو پولینٹا کا بادشاہ ہے۔ اسکے ہتیاروں پر عقاب کی تصویر بنی تھی۔ کرویا کا شہر ساحل پر راوینا سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ گیدو ۱۲۷۵ء میں راوینا کا بادشاہ ہوا۔ یہ ڈانٹے کا بڑا سرپرست اور شاعر بھی تھا چونکہ اس سے سخت گناہ سرزد ہوئے تھے اسلئے ڈانٹے نے باوجود اپنا سرپرست ہونے کے دوزخ میں دکھایا ہے۔ ۳ گیدو کے شورے سے جو اس وقت فورل پر حکومت کرتا تھا فورل کے باشندوں نے فرانس کے لشکر کو شکست دی اور سب فرانسیسیوں کو قتل کر دیا۔ یہاں ڈانٹے فورل کے حاکم سابق کو اطلاع دیتا ہے کہ فورلی ایک شخص اردی لافی کے قبضہ میں ہے اور اس کو وہ اسکے نشان سے بیان کرتا ہے۔ نشان اردی لافی کا سبز شیر ہے۔ ۵ ویرچیو ایک قلعہ کا نام ہے جسکے حاکم مالاٹسٹا اور مالاٹسٹینو تھے یہ بڑے مغلوب الغضب لوگ تھے۔ رمینی کی ریاست کے بھی یہ دونوں مالک تھے۔ ۶ یہ ایک شریف نائٹ تھا اور رمینی میں فرقہ گبلین کا سردار تھا۔ اسکو ویرچیو کے حاکم مالاٹسٹینو نے مار ڈالا۔
۷ لاموں اور سانیٹرا دو دریا تھے۔ یہاں مراد فی انزا اور ایمولا کے شہروں سے ہے جو ان دریاؤں کے کنارے تھے۔ ۸ میں نے نوٹ میں سے نام بادشاہ کا لکھدیا ہے تاکہ ترجمہ میں گنجلک نہ ہو اس بادشاہ کا شاہی نشان سپید زمین پر لاجوردی شیر تھا جسکو برفانی غار کا شیر یہاں لکھا گیا ہے۔ ۹ یہ نام میں نے نوٹ سے لیکر ترجمہ میں شامل کیا ہے۔ ۱۰ کریسنا کا شہر ایک پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اور دریائے ساویو وہاں سے گذرتا ہے۔ یہ دریا کوہستان اپنی ناتن سے اکثر بڑی طغیانی کے ساتھ بہتا ہوا آتا ہے۔

تو پھر یہ شعلہ ساکت اور قائم ہو جاتا۔ لیکن اگر مجھکو سچ بتایا گیا ہے کہ اس گہرائی سے اوپر جانے کا راستہ آج تک کسی کو نہیں ملا ہے تو تُو اپنے سوال کا جواب سُن۔ مجھ کو اس کا خوف نہیں ہے کہ بدنامی میرے الفاظ کو پھر تھپڑ کی لگیر بنائے گی۔ سُن کہ میں سب سے پہلے سپاہی پیشہ بنا۔ اس پیشے سے دل نادم ہوا اور اس اُمید میں کہ اس مذموم پیشے کی تلافی ہو جائیگی میں نے سینٹ فرانسس کا جُبہ گلے میں ڈالا۔ یقیناً میری یہ اُمید پوری ہوتی۔ لیکن لعنت ہو اس پیر پادری پر (یعنی پوپ بونی فیس ہشتم پر) کہ اُس نے پھر مجھکو مبتلائے معصیت کیا۔ اور کہاں اور کیونکر گناہ میں مبتلا کیا یہ بھی سن۔ مدت تک کہ میری رُوح اُس پوست و استخواں میں جو میری ماں نے مجھ کو دی تھیں حرکت کرتی رہی، میرے کاموں پر شیر سے زیادہ روباہ کی خصلتیں نمایاں ہوتی رہیں۔ مجھ کو پیچیدہ چالوں کی تمام باریکیاں معلوم تھیں۔ اور اس ہُنر مندی اور خوبی سے میں ان باتوں کو نباہتا تھا کہ میرا چرچا دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہو گیا۔ لیکن جب میں اپنی عمر کی اس منزل میں پہونچا جہاں دُنیا کے سفر میں انسان کو اپنے بادبان نیچے کر کے آہستگی سے اُترنا چاہیئے تو پھر وہ حرکتیں جو پہلے خوشی کا موجب ہوتی تھیں اب اُن پر افسوس ہونے لگا۔ اور اب طبیعت ندامت، اقرارِ گناہ اور توبہ کی

طرف مائل ہوئی۔ لیکن میں بدنصیب وشقی تھا اور اسی کے میں لائق بھی تھا۔ اب اس نئے فریسیوں کے سردار نے (یعنی پوپ بونی فیس نے) جبکہ اس نے لاٹیران[1] کے قریب نزاعات برپا کئے۔ یہ نزاعات اس کے مسلمانوں یا یہودیوں کے ساتھ نہ تھے (اسکے دشمن سب عیسائی تھے اور نہ اس کی یہ جنگ اس قبیل کی تھی جو مکہ پر مسلمانوں سے لڑی گئی ہو اور نہ ایسی تھی جو سلطان صلاح الدین کی زمین پر تجارت کی غرض سے ہوئی ہو۔) نہ وہ اپنی بڑی ذمہ داری اور مقدس خدمت کی کچھ عزت دل میں رکھتا تھا اور نہ مجھے اسوقت سینٹ فرانسس کے جبے کا خیال آیا جو اس طبقے میں شامل ہونے کے لئے میں نے پہنا تھا اور جو فروتنی کی علامت تھا۔



جس طرح سوراکتی میں قسطنطین[2] نے برص کے علاج کے لئے پوپ سلواسٹر سے مدد چاہی تھی اسی طرح پوپ بونیفس نے جب اسکو غرور اور نخوت کا لرزہ بخار چڑھا تو اس نے مجھے اپنا معالج بنایا اور مجھ سے علاج پوچھا۔ میں خاموش رہا۔ جو خواہش اُس نے بیان کی وہ ایک بدمست شرابی کے سے الفاظ تھے۔ مجھ سے اُس نے کہا کہ تو اپنے دل سے سب خوف دُور کر دے جس قدر گناہ تو نے اب تک کئے ہیں اُن سب سے میں تجھے بری کئے دیتا ہوں۔ بس تو مجھے کو مشورہ دے کہ میں

---

[1] پوپ بونی فیس سادس کو خاندان کولونا سے سخت عداوت ہو گئی تھی۔ چنانچہ لاٹیران میں جو مکانات اس خاندان والوں کے تھے انکو پوپ نے مسمار کرا دیا اور اس کوشش میں ہوا کہ اس خاندان کی دوسری جاگیر یعنی پیسٹرانیہ پر بھی قبضہ کرے۔ چنانچہ اس نے گیدو سے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے مشورہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گیدو کو اس گناہ سے بری کیا جو پوپ گیدو کے ہاتھ سے عمل میں لانا چاہتا تھا۔ گیدو نے مشورہ دیا کہ پہلے خلاق سے کام لیا جائے۔ اسکے بعد ۱۲۹۸ء میں جو جال اس خاندان والوں کے لئے بچھایا گیا تھا اس میں وہ پھنس گئے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ گیدو کو دوزخ میں دکھانا ڈانٹے کا فرض تھا۔ [2] روما کا پہلا عیسائی بادشاہ۔

اپنا مقصد کیونکر حاصل کروں۔ وہ مقصد یہ ہے کہ پریسٹینو کے بارے زمین کیونکر سبکدوش ہو۔ میں جانتا ہوں کہ بہشت کا دروازہ کھولنا بند کرنا میرے اختیار میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسکے قفل کی دو دو کنجیاں ہیں۔ لیکن مجھ سے پہلے جو پوپ تھا (یعنی پوپ سیلسیٹاں خامس) اس کو اس امر کی کچھ پروا نہ تھی۔ جب اس کے قوی دلائل میں نے سُنے تو خود خاموش رہنے کو خطرناک سمجھا اور میں نے جواب دیا چونکہ آپ مجھ کو اس گناہ سے قطعی بری کرنے والے ہیں جو کہنے میں زیادہ اور کرنے میں کم ہے۔ لیکن یقین مانیے کہ اگر آپ کا قصد پورا ہوا تو اس بلند کرسی پر آپ بڑی ظفرمندی سے جلوس کریں گے۔" (قصہ کوتاہ) جب میرا شمار رفتگان عدم میں ہوا تو سینٹ فرانسس میری شفاعت کو آیا۔ لیکن ایک کالے مُنہ کا فرشتہ اسکے مقابل آیا اور اس نے سینٹ فرانسس سے کہا کہ "میرے ساتھ بے انصافی نہ کر۔ یہ رُوح میری چیز ہے اور اسے دوزخ میں جا کر اشقیا کے غول میں ایک دھوکے اور فتنہ انگیز مشورے کی سزا میں شامل ہونا ہے۔ شروع ہی سے یہ میری نظر پر چڑھ رہا ہے اور میں اسکے سر پر برابر منڈلا تا رہا ہوں۔ کسی شخص غیر تائب کو کوئی قوت گناہ سے بری نہیں کر سکتی اظہار توبہ و ندامت کے ساتھ اعادہ گناہ ایسی متضاد چیزیں ہیں جو ہرگز جائز نہیں۔ وائے مصیبت! جس وقت اس نے مجھے پکڑا تو میرے تن بدن پر رعشہ پڑ گیا۔ اس کالے مُنہ کے فرشتے نے گرفتار کرنے سے پہلے مجھ سے کہا۔ شاید تو نے مجھ کو منطقی دلیلوں کا ماہر نہ سمجھا ہوگا۔" پس وہ فرشتہ مجھے پکڑ کر دوزخ کے جج مینوس کے پاس لے گیا۔ مجھے دیکھتے ہی اُس نے اپنی دُم کو کمر پر آٹھ بل دیئے اور غصّے سے اپنے جسم کو کاٹ کر کہا یہ ایک گنہگار کی رُوح ہے اور آگ میں پڑتے ہی اس کو غائب ہو جانا چاہیئے۔ اس طرح خدا کے قہر میں مبتلا ہو کر۔ افسوس اور رنج میں سراسیمہ میں اب شکل سے آوارہ گرد ہوں۔ جب وہ یہ کہہ چکا تو شعلہ بھی اسی رنج و افسوس میں تڑپتا، لوٹتا، ٹکریں کھاتا رخصت ہوا۔ ہم آگے بڑھے اور ایک چٹان پر میں اور میرا اُستاد ورجل چلے جاتے تھے کہ ایک محراب پر آ گئے جو خندق کے اُوپر ٹکی معلوم ہوتی تھی۔ اور یہ خندق وہ ہے جہاں اُن کو جو گناہوں کے بوجھ سے اپنے کو بوجھل کر لیتے ہیں تاوان بھگتنا پڑتا ہے۔

انتیسواں بند

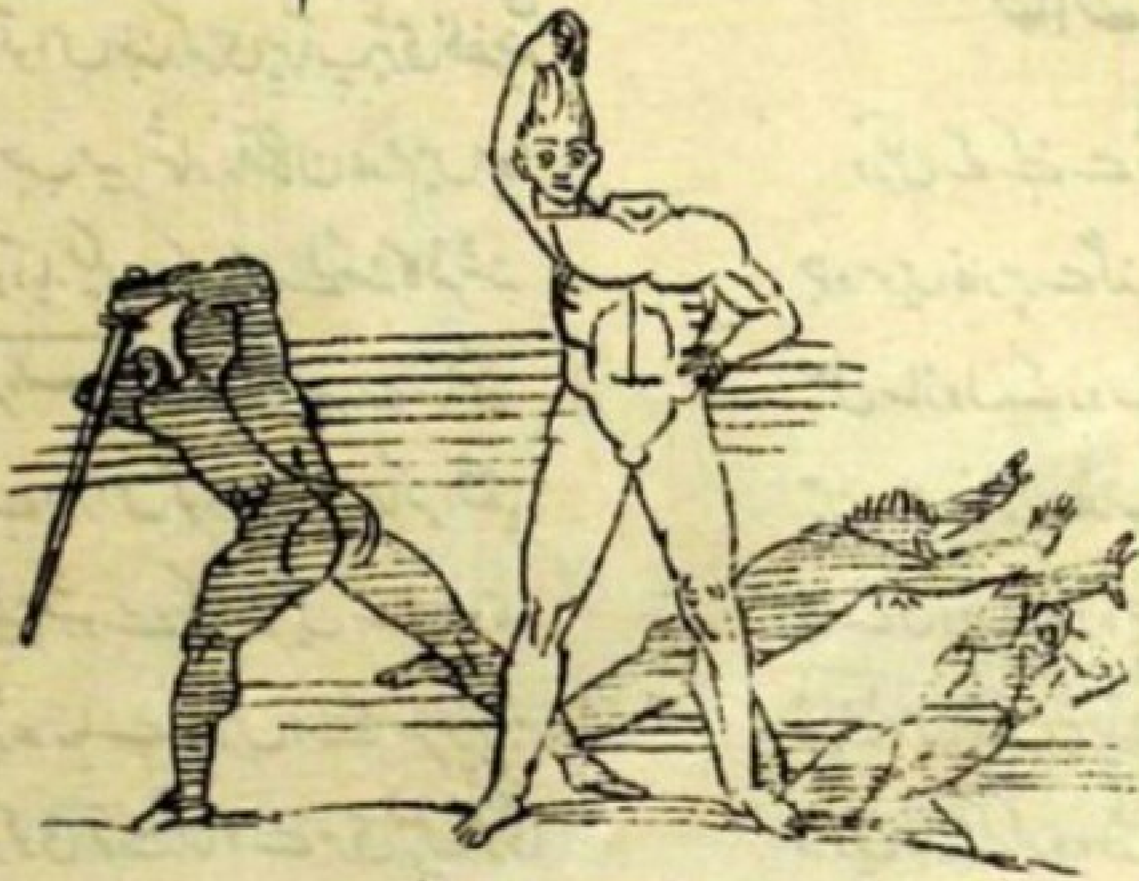
خلاصۂ کلام

ورجل کے کہنے سے ڈانٹے بڑھ کر اس پل پر پہونچا جو سویں غار پر سے گذرا تھا۔ یہاں وہ کیمیا گروں اور جعل سازوں کے رونے پیٹنے کی آوازیں سنتا ہے جن پر اس غار میں عذاب ہو رہا ہے۔ غار میں تاریکی زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ کچھ دیکھ نہ سکا۔ اب ورجل اور ڈانٹے اس چٹان پر چڑھتے ہیں جو آٹھویں طبقے کے آخر دسویں غار کے گرد دوڑا ہوا ہے۔ اور یہاں وہ ان روحوں کو دیکھتے ہیں جو طرح طرح کی وباؤں اور امراض میں مُبتلا ہیں۔ ان رُوحوں میں سے دو رُوحیں یعنی شہر اریزو کے گیری بولی نیو اور شہر لیانا کی کیپی چیو کی رُوحیں آ کر باتیں کرتی ہیں۔

نویں غار کے انبوہ کثیر کو دیکھ کر جن کی صورتیں زخموں نے بگاڑ دی تھیں میری آنکھیں کچھ ایسی مخمور ہوئیں کہ جس طرف وہ دیکھ رہی تھیں اسی طرف دیکھتی اور زار و قطار روتی رہیں لیکن ورجل نے مجھے ہوشیار کیا اور پوچھا کہ تو کس چیز کو اس طرح غور سے دیکھ رہا ہے؟ اور کیوں غار کی تہ میں لنگڑے لوٹے زخمیوں کی طرف اس طرح ٹکٹکی باندھے ہے۔ ایسی کمزوری تو کسی اور غار پر تجھ سے ظاہر نہیں ہوئی تھی۔

لے پوپ سیلسیٹاں پوپ کے عہدے سے خود مستعفی ہوا تھا اسکو اس کی پروا نہیں ہوئی کہ بہشت کی کنجیاں اسکے پاس رہتی ہیں۔ ۱۲۸۵ء والں بند ترجمے سے خارج ہے۔

اگر تیرا قصد ان کو شمار کرنے کا ہے تو سمجھ لے کہ جس وادی میں یہ زخمی نظر آئے ہیں اُس کا دور بائیس میل کا ہے۔ چاند اب ہمارے قدموں کے نیچے ہے اور جتنے وقت کی اجازت ملی تھی اس میں اب بہت کم باقی رہا ہے اور ابھی تک جو نہیں دیکھا ہے اس میں بہت کچھ دیکھنا باقی ہے۔" میں نے ورجل کو فوراً جواب دیا کہ اگر آپ کو میرے یہاں ٹھیرے رہنے کا سبب معلوم ہوتا تو غالباً آپ مجھ کو معاف فرما دیتے۔ میرا رہنما ورجل بدستور آگے بڑھتا رہا اور میں اس کے پیچھے چلتے چلتے اس کی بات کا جواب دیتا رہا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ غار میں جہاں میری نظر جمی تھی وہاں ایک رُوح دیکھنے میں آئی جس کا خون اور میرا خون کبھی ایک تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ رُوح اپنے گناہوں پر جن کی وجہ سے وہ عذاب پا رہی ہے گریہ و زاری کرتی ہے۔" اس پر ورجل بولا کہ "تو اس رُوح کے لئے زیادہ رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ اس کا خیال چھوڑ کر کچھ اور سوچ۔ اور اسکو اس کے حال پر چھوڑ۔ جب میں پل کے نیچے تھا تو اسی رُوح نے بڑی قہر کی نگاہوں سے تیری طرف اشارہ کیا تھا۔ اس رُوح کا نام میں نے دوسروں سے بیلو کا گیری[1] کہتے سُنا تھا۔ لیکن تو نے اس روح کی طرف جو پہلے کبھی قلعہ ہاٹ فورٹ کے برجوں پر حکومت کرتی تھی نہیں دیکھا۔ اور اتنے میں وہ وہاں سے چلی گئی۔" میں نے عرض کیا کہ "اے میرے رہنما افسوس ہے کہ گیری بیلوی کے خون ناحق کا انتقام لوگوں میں سے کسی نے ابھی تک نہیں لیا جو



شرمناک کام میں اس کے شریک تھے۔ اس لئے وہ روح اپنے دل میں اور بھی شرمندہ اور خفیف ہوگی۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ بغیر بات کئے یہاں سے چلی گئی۔ اور اس طرح خاموش چلے جانے پر مجھ کو اور بھی اس کے حالِ زار پر ——— ترس آتا ہے۔" غرض اس طرح ہم آپس میں باتیں کرتے چلے جاتے تھے کہ اس موقع پر پہونچے جہاں سے دوسری وادی نظر آنے لگتی تھی۔ یہاں غار کی تہوں میں کافی روشنی تھی۔ جونہی ہم مال بولج کے اس آخری دسویں حصے میں داخل ہوئے تو وہاں کی روحیں مجھ کو نظر آنے لگیں۔ اور اُن کی دردناک آہوں نے تیر بنکر میرے کانوں کو اپنا ہدف بنایا۔ پھر تیر کی نوک میں رحم ولافت کی وہ تاثیر تھی کہ میرا کلیجہ چھلنی ہوا جاتا تھا۔ میں نے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لئے کہ میں آوازوں کو نہ سُن سکوں۔ ان روحوں میں امراض کی وہ کثرت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ جولائی اور ستمبر کے درمیان گرم موسم میں وادی چیانہ[2] کے تیمار خانوں میں جس قدر مریض ہیں وہ اور جزیرہ سرڈانیہ اور ماریما کی دلدل اور مرطوب زمین میں جس قدر امراض اور وبائیں پھیلی تھیں وہ سب اس غار میں جمع ہو گئی ہیں۔ اور عذاب اسی قسم کا تھا جو یہاں گنہگاروں کو دیا جاتا تھا۔ بدبو اور مریضوں کے گلتے اور سڑتے ہاتھ پاؤں کی عفونت سخت تھی۔ اب جس چٹان پر ہم تھے اُس کے دور والے سرے سے بائیں ہاتھ کو ہم نیچے اُترے۔ اور یہاں غار کی گہرائیوں کو دیکھنے کے لئے میری

---

[1] یہ شخص ڈانٹے شاعر کا رشتہ دار تھا۔ ساپیٹی کے خاندان کے ایک آدمی نے اسکو مار ڈالا۔ گیری کے باپ کا نام بیلو تھا اور وہ ڈانٹے کے حقیقی دادا کا سگا بھائی تھا۔

[2] یہ ایک وادی کا نام ہے جس میں دریائے چیانا بہتا ہوا نکلا ہے۔ شہر ایزو، کورٹانا وغیرہ کے علاقوں کو بھی دریا گھیرے ہے۔ موسم خریف میں گرمی کی وجہ سے اس دریا کا پانی کم ہو کر سڑنا شروع ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہاں کی آب و ہوا شدت سے خراب ہو جاتی ہے۔ شہنشاہ لیوپولڈ نے اس دریا کا پانی سکھوا دیا۔ دریائے چیانا بہت سست رو دریا بیان ہوا ہے۔

مری نظر روشن ہوگی۔ یہاں عدل و انصاف جیسے زبردست بادشاہ کا وزیران جعل سازوں کو سزا دینے میں مصروف تھا جن کے نام اسکی خوفناک یادداشت پر چڑھے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایجینا[1] میں وہاں کی قوم کا غارت ہونا جبکہ وہاں کی ہوا اتنی خراب تھی کہ ہر زندہ شے حتی کہ چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بھی زہریلی ہوا کے اثر سے بھر کر زمین پر گرتا تھا یا مابعد کو جیسا کہ شعرائے سلف نے لکھا ہے کہ ایجینا کے پرانے باشندے چیونٹوں سے انسان بنادیے گئے تھے غرض یہ کل کیفیتیں یہاں موجود تھیں کوئی ڈھیر ایک کے اوپر جیسے ٹال میں لکڑیاں چنی ہوتی ہیں دکھ درد میں پڑی ہلاک ہو رہی تھیں اور حالت یہ تھی کہ کوئی پیٹ کے بل کوئی شانوں کے بل، کوئی کروٹ پر کروٹ بدلتی، کوئی زمین پر رینگتی نظر آتی تھیں۔ ہم چاروں طرف



دیکھتے ہوئے ایک سیڑھی چڑھتے رہے۔ ان بیماروں کو دیکھتے تھے جو اٹھنے کی کوشش کرتے تھے مگر اٹھ نہ سکتے تھے۔ پھر میں نے دو روحوں کو دیکھا کہ وہ پیٹھ سے پیٹھ لگائے اس طرح بیٹھی تھیں جیسے پتیل کے دو تھال آگ کے پاس ایک دوسرے کے سہارے سے رکھے ہوں تاکہ ان میں گرمی قائم رہے۔ سر سے پاؤں تک چھاجن اور دادوں سے لپی ہوئی، ان کا کل جسم ایک کھرنڈ بنا تھا۔ شاید ہی کوئی سائیس جبکہ آقا گھوڑے کے انتظار میں جلدی کرتا ہو، گھوڑے پر اس تیزی سے کھریرا پھیرتا ہو جس تیزی سے یہ دونوں روحیں اپنے ناخنوں سے سارا جسم کھجاتی تھیں اور کھجلی کم نہ ہوتی تھی۔ کھجانے سے کھرنڈ کے پرت اس طرح اکھڑتے تھے جیسے زندہ کرنے میں مکڑی کے پرت یا چھلکے والی مچھلی پر سے اس کے چھلکے اتریں۔

ورجل نے ان دو روحوں میں سے ایک روح سے کہا جو انگلیوں سے اپنی کھال نوچ رہی تھی اور کبھی انگلیوں کو ایسا سخت کر لیتی تھی کہ وہ لوہے کی سنسیاں معلوم ہوتی تھیں "اے روح مجھے بتا کہ کوئی لاتونی[؟] نسل کا آدمی بھی اس زمرہ میں ہے۔ کاش ایسا ہو کہ تیرے ناخن اسی محنت میں ہمیشہ مصروف رہیں"۔ اس روح نے جواب دیا کہ "ہم دونوں جن کو تو اس وقت درد و عذاب میں دیکھ رہا ہے لاتیوم ہی کے رہنے والے ہیں لیکن تو کون ہے جو ہم سے سوال کرتا ہے؟" اس کا جواب میرے رہنما نے یہ دیا کہ "میں وہ ہوں جو اس انسان کو جو ابھی دنیا میں زندہ ہے ایک کرّے سے دوسرے کرّے پر گزرتا ہوا دوزخ کے ان طبقوں اور غاروں کی سیر کراتا ہوں"۔ اتنا سنتے ہی وہ دونوں روحیں جو ابتک ایک دوسرے کے سہارے سے بیٹھی تھیں یکلخت جدا ہو گئیں۔ اور ان میں سے ایک کانپتی لرزتی ہم سے مخاطب ہوئی۔ اور جس قدر روحیں وہاں تھیں وہ بھی بیماری او یہ سنکر ہماری طرف متوجہ ہوئیں۔ ورجل نے مجھ سے کہا کہ "جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو"۔ اب میں نے ان سے کہا کہ گو برسوں گزر گئے ہیں مگر اوپر کی دنیا کے لوگوں کو یاد رکھنے میں تمہارے حافظے میں کچھ فرق نہیں آیا۔ چنانچہ تم نے ابھی بتایا کہ تم دنیا میں کون تھے اور کس نسل سے تھے۔ جو سزا تم کو دی جاتی ہے وہ ذلت نفرت اور کراہت کی ایسی ہے کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اب جو کچھ میں دریافت کروں اسکے بتانے سے انکار نہ کرو۔ ان دو روحوں میں سے ایک نے کہا کہ "زندگی میں شہر اریزو[2] میرا وطن تھا۔ ایک شخص البیرو نامی سیانا کا رہنے والا پکڑ لایا کہ

[1] یہاں اس قصے کی طرف اشارہ ہے جس میں یہاں کے چیونٹے انسان بنا دیے گئے تھے۔ [2] شہر اریزو کا ایک شخص گری فیلیانو تھا سیانا کے اسقف کا ایک

(بقیہ صفحہ آئندہ)

آگ میں ڈال کر مجھ کو ہلاک کرے۔ لیکن جو چیز وہاں میری موت کا باعث ہوئی تھی وہ مجھ کو یہاں دوزخ میں نہیں لائی۔ میں نے ایک دن یونہی مذاق میں کہہ دیا تھا کہ میں نے ہوا میں اُڑنا سیکھا ہے۔ البیرو چونکہ کم عقل تھا اس نے مری اس بات کی بہت تعریف کی۔ اور مجھ سے کہا کہ میں اس کو بھی اُڑنا سکھا دوں۔ اور پھر محض اس قصور پر کہ میں نے اس کو ڈایڈالس کی طرح صاحب پرواز نہیں بنایا اس نے ایک شخص کو جو البیرو کا باپ سمجھا جاتا تھا مجبور کیا کہ وہ مجھ کو زندہ جلا دے۔ جب میں مر گیا تو دوزخ کے قاضی مینوس نے مجھکو جہنم کے اس غار میں اس جرم کی سزا میں ڈالا کہ زندگی میں میں کیمیا بناتا تھا۔ کوئی مکر یا حیلہ بھلا مینوس کی نظر سے کب بچ سکتا تھا!" میں نے ورجل سے کہا کہ کیا سیانا کے لوگوں سے بھی بڑھکر کوئی سُبک اور خفیف الحرکات قوم ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرانس بھی کوئی ایسی خود بیں اور سُبک قوم پیش نہیں کر سکتا۔" اس پر دوسری روح بولی کہ "وہاں کے چند آدمیوں کو آپ کو اس الزام سے بری کرنا ہوگا۔ مثلاً سیانا کا اسٹریکا۔ یہ شخص وہ ہے جس نے فطرت کی عطا کی ہوئی نعمتیں بڑے اعتدال سے کام میں لایا تھا۔ اسی طرح نکولا کو بھی مستثنےٰ کریں جس نے باغ میں ایک بوٹی ایسی دریافت کی جو انسان کے لئے موجب لذت و راحت ہوئی۔ یہ بوٹی وہ ہے جس کی جڑیں اس باغ میں گہری قیمتی ہیں اور اس جماعت کو بھی سبک اور خفیف حرکتوں کے کرنے کے الزام سے بری کریں جن کی شرکت میں کاکیا اور سیانو نے اپنے تاکستان اور بڑے بڑے جنگل بیچ کر اُڑا دئے۔ ایلگیا تو نے وہ عقل اور دانشمندی دکھائی کہ سب کے سب وہ قائل دید ہوگئی۔ یہ باتیں میں نے اس لئے کہی ہیں کہ تجھے معلوم ہے کہ سیانا والوں کے خلاف کون تیری تائید کرتا ہے۔ بس خوش ہو کر میری طرف دیکھ تاکہ تجھے میرا چہرہ اچھی طرح نظر آئے۔ پھر تجھکو معلوم ہوگا کہ میں کپی چیوکی رُوح ہوں جو زندگی میں معمولی دھاتوں کو سونے چاندی میں تبدیل کیا کرتا تھا۔ اگر میں نے تجھے ٹھیک پہچانا ہے تو تجھے یاد ہوگا کہ میں کیمیا گری سے فطرت کی قوتِ تخلیق کی نقل کیونکر اُتارا کرتا تھا۔"

تیسواں بند

خلاصۂ کلام

اسی غار میں اور قسم کے مجرم بھی سزا پا رہے تھے۔ مثلاً ان میں وہ لوگ تھے جنہوں نے دوسروں کی صورت شکل بنا کر دھوکا دیا۔ رائج الوقت سکے کو کھوٹا بنایا۔ یا اپنی گفتگو میں جھوٹے حیلے اور مکر کئے۔ ان کی سزا میں وہ مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا کئے گئے۔ شروجہ کا شمون اور بربکیا کا آدمو ایک دوسرے کو ایسے ہی مکر اور حیلوں پر لعنت ملامت کرتا ہے۔

جس زمانے میں جونو کے سینے میں سمیلی کی طرف سے جو تھیبز کی نسل سے تھی غیظ و غضب بھرا تھا اور یہ غصہ وہ تھا جو کئی نامبارک موقعوں پر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فرزند البیرو نامی تھا۔ گرفی فیلیانو کے اس سے کہا کہ میں تجھے اُڑنا سکھا دونگا۔ مگر جب یہ وعدہ ایفا نہ ہوا تو البیرو نے اپنے باپ اسقف سے شکایت کر کے گرفی فیلیانو کو جادوگری کے جرم میں جلوا دیا۔ لہ اسٹریکا کی نسبت یہاں جو کچھ بیان کیا ہے وہ شاعر نے طنزاً لکھا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ اسٹریکا۔ باگیا تو نکولا، کاکیا یہ عیاش اور مصرف نوجوانوں کا ایک جتھا تھا۔ ان سب نے سیانا کے شہر میں اپنا اختیار کیا تھا جس قدر املاک رکھتے تھے سب کو بیچکر روپیہ فراہم کیا اور ایک محل اس روپے سے تیار کر کے سب اس میں آباد ہوئے۔ یہ محل گویا اسکا عشرتکدہ تھا۔ جہاں اور اسراف کی حرکتیں تھیں ایک یہ تھی کہ کہ اپنے گھوڑوں کے نعل چاندی کے بنوا کر لگائے اور نوکروں کو حکم دیا کہ اگر کوئی نعل گر جائے تو اُٹھانا نہیں۔ نتیجا ان اسراف کا یہ ہوا کہ بیس ماہ کے بعد سب مفلس ہوگئے اور مصیبت اُٹھانی پڑی۔ لہ باغ سے مراد شہر سیانا ہے۔ لہ کپی چیو شہر سیانا کا باشندہ تھا۔ اس کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ فلسفہ فطرت میں ڈانٹے کا ہم سبق رہا تھا۔ لہ وشہ...

موجب رنج و ہلاکت ہوا۔ مثلاً یہی قہر تھا جس کی وجہ سے اتھاماس[1] دیوانہ بنایا گیا اور وہ اپنی بیوی کو جس کی گود میں دونوں طرف ایک ایک بچہ تھا دیکھکر جنون میں چلایا "جال بچھاؤ جال۔ تاکہ میں شیرنی اور اس کے دونوں بچوں کو پکڑوں۔" اور اتنا کہکر اُس نے اپنا بے رحم پنجہ دوڑا کر اپنے ایک بچے لیارکوس کو جو کمزور و معصوم تھا پکڑ کر ایک چٹان پر دے مارا۔ غریب ماں یہ حال دیکھکر اپنے دوسرے بچے کو گود میں لئے پانی میں کود دی۔ تاکہ اپنے تئیں ہلاک کرے اور یہی قہر و غضب تھا جو تروجہ[2] میں ظاہر ہوا۔ جب یہ شہر اپنے اوج اقبال سے گرا۔ اور تقدیر نے اس کے پیرانہ سال بادشاہ (پریام) اور اس کی سلطنت کو غارت ہوتے دکھایا اور پھر اس کی ملکہ ہکوبہ[3] رنج اور بدنصیبی کی مجسم تصویر کو قیدی بنکر اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی جوان بیٹی پولی زینہ کو ذبح ہوتے اور اپنے فرزند پولی ڈورس کی لاش کو سمندر کے وحشتناک ساحل پر پڑا دیکھا تو بالکل دیوانی ہوکر وہ کتے کی طرح بھونکتی ہوئی بھاگی۔ کیونکہ رنج میں وہ زبردست قوت ہے جو روح اور عقل کو جسم سے کھینچ لیتی ہے۔ غرض قہر و غضب کی دیبیوں نے خواہ وہ تروجہ کی ہوں خواہ تھیبز کی کبھی اپنی برچھیاں انسان یا حیوان کے نہ بھونکی

ہونگی جیسے کہ اس وقت میں نے دو برہنہ زرد صورت کی روحوں کی کیفیت دیکھی، کہ وہ غُراتی، خوں خوں کرتی اس طرح دوڑتی ہوئی آئیں جیسے سور باڑے سے دو سُورنیاں نکل کر دوڑتی آئیں۔ ان میں سے ایک نے دوڑ کر کپوچیو[4] کی گردن اور سر کے جوڑ پر اپنے دانت گڑو دیے اور گرا کر اس کو اس طرح گھسیٹا کہ سنگین فرش پر اس کا پیٹ رگڑتا چلا اور وہ زمین پر بالکل دراز ہوگیا۔ دوسری روح جو اریزو[5] کے رہنے والی تھی کانپتی لرزتی بولی کہ "یہ دوسری ہوائی روح 'شیچی'[6] کی ہے۔ یہ روح اپنے بے سرو پا شرارت کے جوش میں اپنا غصہ اسی طرح اُتارا کرتی ہے۔" اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ "اے اریزو کے باشندے کی روح چونکہ تو سمجھتی ہے کہ یہ دوسری روح تیرے گوشت میں اپنے دانت نہیں چبھوئیگی۔ اس سے پیشتر اس سے کہ وہ روح یہاں سے چلی جائے مجھ کو بتا کہ دراصل وہ کون ہے۔" اس پر اریزو والی روح نے کہا کہ "یہ پرانے زمانے کی مصیبت زدہ مرہا[7] کی روح ہے اور مرہا وہ تھی جس کو اپنے باپ کے ساتھ ناپاک عشق پیدا ہوا اور وہ اس عشق میں جلتی رہی۔ پھر اس نے اپنی شکل بدل کر باپ کے ساتھ گناہ کیا۔ اور اس کا یہ فعل بھی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ٹکہ جونو جس کو یونانی ہیرا کہتے تھے بت پرستوں کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کی بیوی تھی۔ ٹہ سیملی کیڈمس کی بیٹی تھی جو تھیبز کا رہنے والا تھا۔ زیوس کو اس سے عشق پیدا ہوا۔ اسکی بیوی جونو اس وجہ سے سیملی سے جلنے لگی، اور سیملی کی بڑھیا دایہ کا بھیس بدل کر سیملی کے پاس آئی اور اس سے کہا کہ تو زیوس سے کہہ وہ اپنی پوری شان و شوکت میں اس پر ظاہر ہو۔ سیملی نے زیوس سے یہی فرمائش کی۔ زیوس نے بہت سمجھایا کہ یہ درخواست اسکی خطرناک ہے لیکن چونکہ زیوس پہلے وعدہ کرچکا تھا کہ سیملی جو کچھ مانگے گی وہ دیگا۔ اس لئے وہ اپنی پوری شان برق و رعد میں اس پر ظاہر ہوا۔ سیملی بجلی کے صدمے سے مرگئی۔

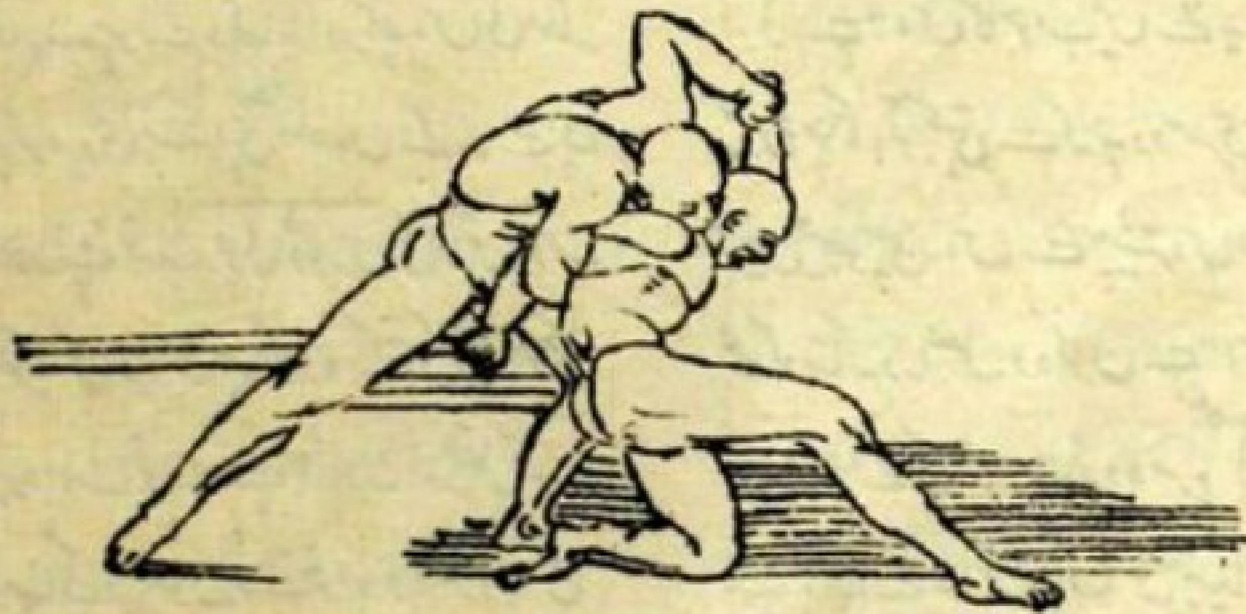
لہ اتھاماس واقع یونان کی ایک قوم کا بادشاہ تھا جو نو کے حکم سے اُس نے نیفلی سے شادی کی۔ اس سے اسکے ہاں دو بچے ہوئے۔ لیکن اتھاماس کو دربردہ عشق ایک آدم زاد اینو نامی سے تھا جو کیڈمس باشندہ تھیبز کی بیٹی تھی۔ اینو سے اسکے ہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک لیارکوس اور دوسرا میلی کرٹیس۔ اس پر جونو اور نیفلی دونوں کو اتھاماس پر غصہ آیا اور وہ دیوانہ کردیا گیا۔ حالت دیوانگی میں کسنے اپنے ایک فرزند لیارکوس کو مار ڈالا۔ اس پر نیفلی دوسرے بیٹے کو لیکر سمندر میں کود گئی۔

ٹہ سلطنت تروجہ اور وہاں کے شاہی خاندان پر یونانیوں کی فتوحات سے جو آفتیں آئیں انکا باعث بھی جونا یا ہیرا تھی۔ کیونکہ اس کو تروجہ سے مخالفت پیدا ہوگئی تھی۔

ٹہ ہکوبہ بادشاہ تروجہ پریام کی ملکہ تھی۔ یہ بڑی بدقسمت اور مصیبت زدہ عورت تھی۔ اپنی بیٹی پولی زینہ کو یونانیوں کے ہاتھوں اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے دیکھا اور اپنے فرزند پولی ڈورس کی لاش سمندر کے کنارے پڑی دیکھی۔ ٹکہ کپوچیو سیانا کا باشندہ تھا اور بیان ہوا ہے کہ فلسفہ فطرت میں ڈانٹے کا ہم سبق رہا تھا۔ ٹہ یہ روح اریزو کے رہنے والے گری فولیونو کی ہے جس نے بے شعب کے بیٹے البیرو کو اڑنا سکھانے کا وعدہ کیا تھا۔ ٹہ پورا نام گیانی سے چیچی تھا۔ یہ مشہور خاندان کاولکنی کا آدمی

(بقیہ صفحہ آئندہ)

ایسے ہی دھوکے کا تھا جیسا کہ سے چیچی کا جس کی روح آگے جا رہی ہے کہ اُس نے اپنی شکل بدل کر دوناتی کی بنالی اور ایک جعلی وصیت نامہ تیار کرکے اس پر اپنی مُہر کی اور اس خدمت کے صلہ میں اس کو ایک گھوڑی دی گئی۔ جسے لوگ "گلّے کی ملکہ" کہتے تھے۔ جب وہ دونوں زرد صورت والی رُوحیں جنہوں نے مری نگاہ کو اپنی طرف متوجہ کر رکھا تھا چلی گئیں تو میں نے اپنی نظر دوسری گرفتار بلا روحوں کی طرف رجوع کی۔ اب میں نے ایک رُوح کو دیکھا جس کی شکل عود باجے کی سی تھی یعنی جِدّھے سے مع ایک سُرین کے پورا پاؤں کاٹ کر علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ استسقا کے ورم نے ہاتھ پاؤں میں خبیث رطوبتوں کی وجہ سے تناسب مطلق نہ رکھا تھا۔ بالخصوص شکم اور باقی اعضا میں کسی قسم کی مناسبت باقی نہ رہی تھی۔ مُنہ اس کا اس طرح کھلا تھا جیسے تپ محرقہ کا مریض شدت تشنگی میں مُنہ کھلا رکھتا ہے اور ہانپے جاتا ہے! ایک ہونٹ ٹھوڑی سے نیچے لٹکا تھا اور دوسرا بَل کھا کر اوپر چڑھا ہوا تھا۔ اس حالت میں اس رُوح نے کہا کہ: اے وہ جو اس مقام مصائب و آفات میں اپنے کو تکلیف و آزار سے بری سمجھتا ہو (اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسا نہ ہوگا۔) وہ ذرا مجھ آدامو کی تکلیف اور مصیبت پر غور کرے۔ جب میں دُنیا میں زندہ تھا تو کوئی نعمت نہ تھی جس کو دل چاہتا ہو اور وہ میسر نہ ہو جاتی ہو۔ لیکن اس وقت میں پانی کے ایک قطرے کو ترستا ہوں۔ وہ آب مصفا کے چشمے جو کاسن تینو کی پہاڑیوں سے سبزے میں چمکتے ہوئے نیچے اُترتے ہیں اور اپنے کناروں پر تازگی اور فضا پیدا کرکے دریائے آرنو میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت میرے تصور میں رہتے ہیں۔ ان کا خیال مجھکو اس مرض سے بھی زیادہ خشک کئے دیتا ہے۔ اس بلا کی تشنگی نے میرے رخساروں کا گوشت گھلا دیا ہے جس مقام پر مجھ سے قانون کے خلاف عمل ہوا تھا وہاں سے عدلِ درشت و عبوس نے مجھکو بھگا دیا۔ اور اس میں میری تکلیفیں اور مصیبتیں اور زیادہ ہو گئیں۔ رومینا کا شہر وہ تھا جہاں میں نے جعلی سکہ بنایا اور اس کی دھات میں کھوٹ ملایا تھا۔ اس سکے پر یوحنا کی تصویر تھی۔ اس جُرم کی سزا میں دُنیا میں میں اپنا جسم جلتا چھوڑ کر یہاں آیا کہ جس طرح ہو گیدو اور انساندرو اور اسکے بھائی کی نادم اور افسوس کرتی روحوں سے ملاقات کروں اور یہ ملاقات وہ مبارک دید و وادید ہوگی جس کے عوض میں برانده کا چشمہ شفاف دینے کو میں تیار ہوں۔ اور اگر وہ دیوانی اور مجنوں روحیں جو اس غار کے گرد آوارہ پھرتی ہیں سچ کہتی ہیں تو اُن ہی میں کی ایک رُوح اس غار میں موجود ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتا۔ میرے پاؤں میں تو بیڑیاں پڑی ہیں۔ (کیونکر ان کو تلاش کروں) اگر میں اتنا ہلکا ہوتا کہ سو برس میں ایک انچ



(بقیہ صفحہ گذشتہ) تھا اس میں کمال یہ تھا کہ وہ اپنی صورت بدل کر دوسرے کی صورت بنالیتا تھا چنانچہ اسی کمال کی وجہ سے سائمون دوناتی نے اس سے کہا کہ وہ بیوسو دوناتی کی شکل میں ایک وصیت نامہ تیار کرے جس میں کل جائداد سائمون دوناتی کو مل جائے۔ چنانچہ سے چیچی نے ایسا ہی کیا اور اس خدمت کے صلہ میں اسکو دوناتی نے ایک بڑی قیمتی گھوڑی دی جسکو لوگ گلہ کی ملکہ کہتے تھے۔ سے مرہا یا سمرنا۔ یہ کی نی راس کی بیٹی تھی اور باپ سے ملوث ہو کر ایک لڑکا ایڈونس اسکے ہاں پیدا ہوا لے یعنی بیوسو دوناتی کی شکل میں آگیا۔ جسکے مرنے کی وجہ سے سائمون دوناتی نے جعلی وصیت نامہ لکھوایا تھا۔ سے آدامو اٹلی کے شہر برسکیا کا رہنے والا تھا۔ ارمینا کے حکمراموں میں گیدو اور الساندرو اور اسکے بھائی کے اغوا سے آدامو نے فلورنس کے سکہ رائج کو منقلب کیا اور اس جرم کی سزا میں وہ زندہ جلایا گیا۔ سے ان پہاڑیوں یعنی کاسن تینز کا ایک حصہ رومینا سے جہاں کے حکمران آدامو سے فلورنس کا سکہ بنوایا تھا۔ سے یہ تینوں رومینا کے فرمانروا تھے۔ انہوں نے

بھی حرکت کر سکتا تو ان بدخواہ رُوحوں کے غول میں اُن کو ڈھونڈتے نکل جاتا۔ گو میں جانتا ہوں کہ اس غار کا دَور گیارہ میل کا ہے اور اِس پار سے اُس پار جانے میں نصف میل کی مسافت ہے۔ اُن ہی لوگوں کی روحوں کی ملاقات کے شوق میں ان آفت زدہ روحوں کے غول میں میرا آنا ہوا ہے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جن کی تحریک و ترغیب سے میں نے فلدان سکّے بنائے تھے اور جن میں ۲۱ حصے سونا اور ۳ وسبجے کھوٹ ملائی تھی۔" پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ دو ذلیل و خوار رُوحیں جو تیرے داہنی طرف پڑی قلیاں کشی کرتی ہیں وہ کون ہیں۔ وہ ایسی سرد ہیں جیسے کہ وہ ہاتھ جو برفاب کے چشمے میں موسم سرما میں ڈالکر نکالا جائے۔" اس نے جواب دیا کہ جب سے میں اس غار میں آیا ہوں ان کو یہیں دیکھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب تک زمانہ اپنا پورا دَور ختم نہ کرے گا وہ یہاں سے ہیں گی نہیں۔ ان میں رُوح تو اس عورت[1] کی ہے جس نے عبرانی نوجوان پر بہتان باندھا تھا اور دوسری رُوح سینون[2] کی ہے۔ جو تروجہ سے آیا ہوا ہے۔ شدید تپ نے جسم پر رطوبتوں کو خشک کر کے بھاپ کی شکل میں ایک بادل سا اُوپر چھا رکھا ہے۔ جب ان میں سے ایک نے اپنا نام ظلمت والی پکارتے سُنا تو اس کو غصہ آیا اور اُس نے مٹھی بند کر کے اس چڑھانے والی رُوح کے پیٹ پر گھونسا مارا اور آواز ایسی ہوئی جیسے طبل گرجتا ہو۔ لیکن فوراً ہی ادامو نے اس رُوح کے مُنہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ لیکن جتنی چوٹ اس طمانچے میں تھی اتنی ہی چوٹ ہاتھ کو لگی۔ ادامو نے کہا "میری سوجی ہوئی ٹانگوں میں بھاری پن سے حرکت کی قوت نہیں رہی۔ لیکن ہاتھ اب بھی ضرب لگانے کے لئے آزاد ہیں۔" اس کا جواب ملا کہ "جب تو آگ کے پاس جاتا ہے تو تجھ کو اپنے ہاتھوں پر قابو نہیں ہوتا جو سکّہ بناتے وقت ہوتا تھا۔" اس پر اس استسقا والے مریض نے کہا "ہاں یہ تو نے سچ کہا۔ لیکن اے سینون جب تروجہ میں تجھ سے جرح کی گئی تھی تو اس وقت تو نے ایسی سچی شہادت نہیں دی تھی۔" اس پر سینون بولا "اگر میں جھوٹ بولا تھا تو تو نے بھی تو جھوٹے سکّے بنائے تھے۔" ادامو نے جواب دیا کہ "میں تو صرف ایک قصور کی سزا میں دوزخ میں آیا ہوں اور تو متعدد گناہوں کی سزا میں جہنم میں داخل ہوا ہے۔ اے جھوٹا حلف لینے والے اُس (کاٹ) کے گھوڑے کو یاد کر جس میں تو نے موت پھیلانے کا سامان بھرا تھا۔ تیرے گناہ کی شاہد تمام دُنیا ہے۔" اس پر سینون یونانی بولا کہ "تیرا گناہ ایسا تھا کہ ذرا اپنی تشنگی پر غور کر کہ تیری زبان اس نے جگہ جگہ شق کر دی ہے۔ اور اس رطوبت کو بھی دیکھ جو تیرے پیٹ سے میرے دیکھتے دیکھتے نکلکر ایک ڈھیر بن گئی ہے۔ یہ کیسی گندگی ہے۔" اس کا جواب سکّہ ساز نے یہ دیا کہ "اگر تشنگی کی زیادتی ہے تو کیا ہوا۔ رطوبتیں بھی تو مجھ میں موجود ہیں تُو تو بالکل ہی خشک ہے اور درد تیرے سر کو پارہ پارہ کئے ڈالتا ہے۔ تیرا حُسن تو اس بلا کا ہے کہ اس امر کے اصرار کی ضرورت نہیں کہ نارسیسس[3] کی طرح آئینہ میں اپنی شکل دیکھکر خود اُس پر فریفتہ ہو جائے۔" ڈانٹے کہتا ہے کہ میں یہ گفتگو بُت بنا سُن رہا تھا کہ اتنے میں ورجل نے پکڑ کر کہا "خبردار۔ اگر تھوڑی دیر تیری مصروفیت کا یہی عالم رہا تو پھر میری تیری لڑائی ہو جائیگی۔" میں سمجھ گیا کہ مہربان اُستاد کو اس وقت

---

1 یوتی فر کی بیوی سے مُراد ہے۔ 2 یہ بڑا مکار یونانی تھا۔ جنگ تروجہ میں ریاستوں کے ساتھ تھا۔ وہاں ایسی ترکیب کی کہ تروجہ والوں کے ہاتھ میں دانستہ اپنے کو قید کرا دیا اور پھر اُن سے کہا کہ وہ ایک گھوڑے کو شہر کے اندر داخل ہونے دیں۔ یہ گھوڑا کاٹ کا تھا اور اس میں ہتھیار لگائے سپاہی بند تھے۔ تروجہ والے اس دھوکے میں آگئے اور اُنہوں نے اس کاٹ کے گھوڑے کو شہر کے اندر آنے دیا۔ اب سینون رات کے اندھیرے اور سناٹے میں اُٹھا اور اُس نے گھوڑے میں سے سپاہیوں کو باہر نکالا۔ اس طرح تروجہ کا شہر یونانیوں نے فتح کر لیا۔ 3 نارسیسس ایک خوشرو نوجوان تھا۔ عشق سے قطعاً غیر متاثر تھا۔ ایک پری اس کی عاشق ہوئی لیکن اس کی بے توجہی کے غم میں مر گئی۔ انتقام کی دیبی نمی سس نے اس نوجوان مرد کو یہ سزا دی کہ ایک چشمے میں اس کو اپنی صورت دیکھنے پر مجبور کیا۔ صورت دیکھتے ہی یہ نوجوان اپنی ہی صورت پر فریفتہ ہوا اور چند روز میں اسی غم میں گھل گھل کر مر گیا۔

غصہ آگیا ہو، میں دل میں سخت شرمندہ ہو کر اپنا منہ ورجل کی طرف کر کے کھڑا ہوا۔ یہ شرمندگی ایسی تھی کہ اب تک اسکے یاد کرنے سے ندامت ہوتی ہے۔ میری کیفیت یہ تھی کہ جیسے کوئی خواب میں کسی طرح کا نقصان یا ضرر دیکھے اور چاہے کہ یہ خواب ہوتا اور جو کچھ پیش ہے اسکو چاہتا کہ یہ پیش نہ ہوتا۔ غرض میرا حال یہ ہوا کہ عفو تقصیر کیلئے بھی مجھ میں گویائی نہ رہی۔ ورجل نے مجھ کو اس خیال سے معاف کر دیا کہ اس کل زمانے میں یہی ایک نامعقول حرکت مگر وہ بھی نادانستہ مجھ سے ہوئی تھی۔ اور میرے اس شفیق دوست نے فرمایا گو تیرا قصور زیادہ ہے لیکن جس قدر شرمندگی تجھے ہوئی اس سے کم میں اُسکی تلافی ہو سکتی تھی۔ اس لئے تو اپنے دل سے سب رنج دور کر دے۔ اگر پھر اتفاق سے ایسے موقع پر جہاں اس قسم کی گفتگو ہوتی ہو تو پہونچے تو سمجھ رکھ میں اس وقت تیرے ساتھ ہوں گا۔ ایسی بحثوں کا سننا صرف گنواروں کو خوش کر سکتا ہے۔

اکتیسواں بند

خلاصۂ کلام

دونوں شاعر ایک نفیری کی تیز آواز پر چلتے چلتے دوزخ کے نویں طبقے میں پہونچتے ہیں۔ اس طبقے میں چار درجے ایک کے اندر ایک واقع ہیں۔ اور ان میں چار ہی قسم کے مفسد اور باغی عذاب پا رہے ہیں۔ لیکن اس بند میں نویں طبقے کے جس درجے کا ذکر ہے اسکے گرد جنات کھڑے ہیں۔ انہی جنات میں سے ایک جن نے جس کا نام انتی یوس ہے ڈانٹے اور ورجل کو اُٹھا کر اس درجے کی سب سے نیچی تہ میں رکھ دیا۔

وہی زبان جس کے زجر و توبیخ نے پہلے دل زخمی کر کے چہرہ سُرخ کر دیا تھا اب میرے حق میں موجب صحت یابی ہوئی۔ کبھی کا سنا یاد تھا کہ اکیلیز اور اُس کے باپ کی برچھی میں یہ تاثیر تھی کہ پہلے وہ درد پیدا کرتی تھی پھر خود ہی درد کا درماں بن کر شفا بخشتی تھی۔ اب ہم نے اس وادی درد و عذاب سے پشت پھیری اور چٹانوں کے اس سلسلے کو عبور کیا جو غار کے گرد دوڑا ہوا تھا۔ یہاں دن کے اُجالے اور رات کے اندھیرے سے روشنی کم تھی اسلئے میری نظر دور تک کام نہ دے سکتی تھی۔ لیکن میں نے ایک نفیر اسقدر زور سے پھنکتے سُنا کہ اس کی آواز کے سامنے بادل کی گرج بھی خفیف معلوم ہوتی تھی۔ اب جدھر سے یہ آواز آتی تھی اسی طرف مری نظر پہونچکر جم گئی۔ اس نفیر کی آواز ایسی تیز تھی کہ اورلندو[1] نے بھی اپنا نرسنگھا اس سخت اور ناہموار پہاڑی راستے میں نہ پھونکا ہوگا جس نے بادشاہ شارلمین کے لشکر کو غارت کر کے ایک طاہر اور مقدس جنگ میں لڑنے کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ سر اونچا کئے اس طرف دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ مجھکو چند چیزیں ایسی نظر آئیں جن کو میں اُونچے اونچے برج سمجھا۔ میں نے ورجل سے کہا "فرمائیے کہ یہ کیا مقام ہے؟" ورجل نے فوراً جواب دیا "تیری نظر کو اس درمیان میں ایسی تاریک مسافتیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ ان چیزوں کے سمجھنے میں تو نے غلطی کی جب تو وہاں پہونچے گا تو معلوم ہوگا کہ تیری نگاہ نے کیسا دھوکا کھایا ہے۔ پس کچھ دور قدم بڑھائے چل" یہ اتنا کہکر ورجل نے بڑی شفقت اور نرمی سے میرا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا "آگے بڑھنے سے پہلے تجھے یہ معلوم رہنا چاہئے کہ یہ برج نہیں ہیں بلکہ جنات ہیں اور یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ اس غار میں کمر تک ڈوبے کھڑے

---

[1] اورلندو فرانس کی فوجوں کے ساتھ تھا جب شارلمین بادشاہ فرانس کو اسپین اسلامیہ کی فتح میں کامیابی نہیں ہوئی اور اس کی فوجیں واپس جانے لگیں تو جبل الراس کے دروں میں قوم بشکنس اور مسلمانوں نے مل کر اس لشکر کو غارت کیا اور لندو یا رولندو نے اپنا سنکھ زور زور سے پھونکا۔ شارلمین نے نرسنگھے کی آواز سُنی مگر اسکو یہ مغالطہ دیا گیا کہ اورلندو شکار کو نکلا ہے۔

ہیں۔ اب جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے میری غلطی ظاہر اور میرا خوف بڑھتا گیا۔ اب مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کہ گہرا کہر چھا کر رفتہ رفتہ چھٹتا جائے اور جو چیزیں اس میں پہلے دھندلی معلوم ہوتی تھیں وہ اب صاف نظر آنے لگیں۔ اور جیسے کہ قلعہ مونت رگیون[1] اپنی دیواروں کے سر پر برجوں کا تاج رکھے ہے اسی طرح یہ جنات غار کے کنارے کنارے برج بنے کھڑے ہیں۔ اور انکے جسم کا اوپر کا حصہ بڑی ہیبت شکل میں نظر آرہا ہے۔ اور جس وقت جوپیٹر آسمان پر اپنے گرجتے کڑکتے بادلوں کو دوڑاتا ہے تو اس کا مقصد ان جنات کے دل میں اپنا خوف پیدا کرنا ہوتا ہے۔ ان جنات میں سے ایک جن کا چہرہ اس کے چوڑے چکلے شانے اور سینہ اور اسکے بھاری شکم کا بڑا حصہ اور اس کے دونوں ہاتھ دونوں طرف کی پسلیوں پر لٹکے ہوئے میں نے اچھی طرح دیکھ لئے تھے۔ فطرت جو کثرت مخلوقات سے اُمنڈی پڑتی ہے جب سے اُس نے اس قسم کے جسیم حیوانات کو پیدا کرنا بند کیا ہے تو ہرگز شبہ نہیں کہ اس میں اُس نے اپنی عقل و حکمت کا پورا ثبوت دیا ہے اور جوپیٹر کے احکام کی تعمیل کے لئے ان اسیروں کو کافی سمجھا جو (دیوتاؤں سے) لڑائیوں میں گرفتار ہوں فطرت کو اگر ہاتھی یا وہیل مچھلی کی مثل بھاری اور جسیم جانوروں کو پیدا کرنے پر کچھ افسوس یا پشیمانی ہوئی ہے تو اس بات پر غور کرے گا اس کو معلوم ہو گا کہ اس میں بھی فطرت نے اپنی حکمت اور احتیاط کو زیادہ مدنظر رکھا ہے۔ کیونکہ حیوانی طاقت اور نیت کے فساد پر مکر اور حیلہ بھی اس کی مدد کے لئے آمادہ ہو تو پھر اسکے مقابلے میں جینا ممکن نہیں۔ اس جن کی شکل، قامت اور جسامت اُس پیتل کے شجر صنوبر[2] کی سی تھی جو کسی زمانے میں سنٹ پطرس کے رومانی کنیسہ کی چوٹی پر نصب تھا۔ اسکے جسم کی ہڈیاں بھی اسی مناسبت سے تھیں۔ غار کے ساحل پر جس قدر اس کا جسم پانی سے باہر تھا وہ اتنا تھا کہ اگر فرزستان[3] کے تین بلند قامت آدمی ایک کے اوپر ایک کھڑے ہوں تو صرف اسکے بالوں تک پہونچ سکیں۔ سر سے لیکر کمر تک جہاں ستر پوشی کے لئے لباس کو گرہ دی جاتی ہے پورے تیس بالشت تھا اور اسکے کریہہ لبوں سے یہ مہمل الفاظ جاری تھے:"رافل بائی امتھ سالی المی"[4]



کسی شیریں دعا یا حمد پڑھنے کے لئے اس کا دہن وضع نہ ہوا تھا۔ میرے رہنما ورجل نے اس روح سے اس طرح گفتگو کی کہ "اے روح بحس۔ اگر تو اپنے اس نفیر کو پھونک کر اپنا غصہ یا کوئی اور جذبہ جو تجھ میں پیدا ہو ظاہر کرنے کی خوگر ہے تو ہم کو بھی اسی نفیر کو اپنا ترجمان بنا کر اپنے خیالات سے آگاہ کر۔ جب تو اپنی گردن کو ٹٹولے گا تو تجھ کو وہ حلقہ معلوم

---

[1] شہر سیانا کے قریب ایک قلعہ ہے۔ [2] یہ صنوبر کا درخت پیتل کا بنا ہوا تھا۔ پہلے اڈرین کے بندگاہ پر نصب تھا پھر وہاں سے وہ سنٹ پیٹر کے گرجا کے گھنٹے کے اوپر لگا دیا گیا۔ لیکن یہاں وہ بجلی کے صدمے سے گر گیا۔ اس کے بعد وہ وہاں نصب کیا گیا جہاں اب تک یعنی پاپا کے باغ بلوادری کے بڑے برآمدے میں ہے۔ ڈانٹے کے زمانے میں یہ درخت یا تو گرجا کے گھنٹے کے اوپر نصب ہوگا یا گرجا کی سیڑھیوں پر رکھا ہوگا۔

[3] فرزستان کے لوگ بالعموم طویل القامت ہوتے تھے۔

[4] یہ مہمل الفاظ ہیں اور ان کو لکھ کر وہ بے ربطی ظاہر کی ہے جو برج بابل کی تعمیر کے وقت زبانوں میں پیدا ہوئی تھی۔

ہو گا جس نے تیری گردن کو باندھ رکھا ہے۔ اے رُوح بے ربط و پریشاں خیال، ذرا اُس طوق کو دیکھ جو تیرے سینے پر لٹک رہا ہے؟" اس کے بعد ورجل نے مجھ سے کہا کہ "یہ وہ ہے جو خود اپنے کو ملزم قرار دیتا ہے۔ یہ نمرود[1] ہے جس کے فاسد مشوروں کا نتیجہ ہے کہ آج دُنیا میں پہلے کی طرح ایک ہی زبان نہیں بولی جاتی۔ لیکن اب آگے جانے اور فضول گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جب زبانوں میں اختلاف ہو تو ایک شخص کی زبان دوسرے شخص سے اتنی غیر ہوتی ہو کہ نہ یہ اسکی بات سمجھ سکتا ہے اور نہ وہ اُس کی۔" اب ہم بائیں ہاتھ کو مُڑ کر چلنے لگے۔ اور اتنے فاصلے سے کہ گوپن سے پتھر جا سکے ہم نے ایک اور رُوح دیکھی جو اس پہلی رُوح سے بھی زیادہ فربہ اور خوفناک تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس اُستاد کے ہاتھ تھے جنہوں نے اس کو باندھ رکھا تھا۔ دائیں ہاتھ کو پُشت پر لا کر اس میں ہتکڑی ڈالی تھی۔ دوسرا ہاتھ ایک زنجیر میں جو گردن میں لپٹ کر نیچے تک لٹکی تھی بندھا تھا۔ غرض ایک ہی زنجیر نے اس کو گردن سے لیکر نیچے تک جکڑ رکھا تھا اور زنجیر کی کڑیاں پانچ بل کھا کر اسکے جسم کو لپٹی تھیں۔ ورجل بولا کہ "یہ رُوح وہ ہے جس نے جوپیٹر دیوتا سے جو سب پر قادر تھا طاقت آزمائی کرنی چاہی تھی۔ اور اسی جسارت کی پاداش میں اس کو یہ سزا برداشت کرنی پڑ رہی ہے۔ اس رُوح کا نام ایفی ایلٹیز[2] ہے جس زمانے میں جنات نے دیوتاؤں سے لڑائی ٹھانی تھی وہ جنات میں سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ پہلے اسکے ہاتھ پاؤں خوب چلتے تھے۔ مگر اب اُن میں حرکت کرنے کی قوت تک باقی نہیں ہے۔" میں نے ورجل سے عرض کیا کہ "مجھے بڑی مسرت ہوگی اگر بار بریوس کا تجربہ بھی میری آنکھوں کو ہو۔" ورجل نے جواب دیا کہ "یہاں سے تھوڑی دُور آگے انتائیوس[3] سے ہماری ملاقات ہوگی۔ یہ وہ ہے جو بات بھی کر سکتا ہے اور اسکے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں بھی جکڑے نہیں ہیں۔ اور وہی ہم کو اس غار کی تہ میں پہونچا دیگا جہاں گناہوں کا سب سے زیادہ زور ہے۔ اور یہاں سے کچھ آگے وہ جن ملے گا جسکو زنجیروں میں جکڑا دیکھ کر تو خوش ہو گا۔ اور وہ اس رُوح سے مشابہ ہو گا جو ابھی تو نے دیکھی تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسکی آنکھوں میں غیظ و غضب زیادہ بھرا ہے۔ کسی شدید زلزلے نے بھی بلند مینار کو چوٹی سے لیکر بُنیاد تک اس طرح نہ ہلایا ہو گا جیسے کہ ہم نے اب ایفی ایلٹیز کو سر سے پاؤں تک لرزتے دیکھا۔ میں اس وقت موت سے اتنا ڈرا کہ کبھی پہلے نہ ڈرا تھا۔ اگر میں اُن زنجیروں اور بندشوں کو نہ دیکھ لیتا جنہوں نے اسکو باندھ رکھا تھا تو میرے خوف کی انتہا نہ رہتی۔ ہم اور آگے بڑھے اور انتائیوس کے قریب پہونچے۔ سر کو چھوڑ کر باقی جسم ساڑھے سات گز تھا۔ اب انتائیوس اپنے غار سے برآمد ہوا۔ اے وہ جس نے قرطاجنہ کی پُر فضا وادی میں اسکی پیو[4] کو جبکہ اس کی تلوار نے حنا بعل کے لشکر کو فرار کر کے خلعت ناموری سے آراستہ کیا تھا اور جو قرطاجنہ سے سو شیر پکڑ کر بطور نشان فتح لے گیا تھا۔ اگر تو بھی (اے انتائوس) دیوتاؤں کی جنگ میں اپنے

---

[1] نمرود بابل کا بادشاہ تھا جس کے زمانے میں اختلاف السنہ یا بلبیہ یعنی قوموں کی زبانوں کا مختلف ہو جانا عمل میں آیا۔

[2] ایفی ایلٹیز اور اوتی دو بھائی تھے۔ زور اور طاقت میں وہ مشہور تھے۔ نو برس کی عمر میں اس میں ہر ایک کی چوڑائی نو ہاتھ اور قد ۲۷ ہاتھ تھا۔ اسی کمسنی میں انہوں نے اولمپیا کے دیوتاؤں سے لڑنے کا قصد کیا۔ اور کوشش کی کہ اوسا کے پہاڑ کو پیلوں کے پہاڑ پر رکھ کر دونوں کو اولمپیا پہ دے ماریں۔ یہ دونوں بھائی ایسا ہی کرتے لیکن جوپیٹر نے ان کو ڈاڑھی نکلنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا۔

[3] اس کا باپ سمندر کا دیوتا اور ماں زمین کی دیوی تھی۔ یہ بڑا زبردست جن لبیہ کا مشہور پہلوان تھا۔ جب تک لڑنے میں وہ زمین سے مس رہتا تھا کوئی اس کی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ہرکیولیز کو یہ راز کسی طرح معلوم ہو گیا۔ اس نے انتائیوس کو زمین سے اُٹھا کر ہوا پر اسے زور سے دے مارا کہ وہ مر گیا۔

[4] اسکی پیو رومانیوں کی طرف سے سپہ سالار تھا اس نے حنا بعل سپہ سالار قرطاجنہ کو شکست دی تھی۔

بھائیوں کی طرف سے یعنی فرزندانِ زمین کی طرف سے لڑتا تو لوگوں کو اب تک یقین ہے کہ فتح تجھی کو نصیب ہوتی۔ اب تو ہم پر اتنی مہربانی کر کہ ہم کو یہاں سے نیچے پہونچا دے جہاں سُن کرنے والی برودت نے کوکی ٹس[1] کے دریا کو منجمد و مقید کر رکھا ہے۔ ہم کو اس بات پر مجبور نہ کر کہ ہم تی تیوس یا ٹائی فون سے مدد کی استدعا کریں۔ ہم میں ایک شخص[2] ایسا ہے جو تجھ کو وہ نعمت دے سکتا ہے جس کی تجھ کو بڑی حرص اور تمنا ہے۔ بس ہم کو ٹالنے جھک اور حقارت سے اپنے لبوں کو جنبش نہ دے۔ کیونکہ یہ ڈانٹے اوپر کی دُنیا میں جا کر تیری شہرت اور ناموری کا موجب ہوگا۔ کیونکہ وہ ابھی تک دُنیا میں زندہ ہے اور اگر رحمت خداوندی نے قبل از وقت اسکو اپنے پاس طلب نہ کر لیا تو ابھی زیادہ مدت تک اس کو زندہ رہنے کی توقع ہے۔" یہ گفتگو میرے اُستاد ورجل نے انتایوس سے کی۔ انتایوس نے جلدی سے اپنے ہاتھ بڑھائے اور میرے رہنما کو اس نے پکڑا۔ یہ گرفت ایسی تھی جس سے ہرکیولیز[3] بھی گھبرا اُٹھا تھا۔ جب ورجل کو انتایوس کی گرفت محسوس ہوئی تو اُس نے مجھ سے کہا کہ "اس طرف آؤ تا کہ میں تم کو پکڑ لوں۔ اب ورجل نے مجھے اس طرح پکڑا کہ ہم دونوں انتایوس کے اُٹھانے کے لئے ایک ہی بوجھ ہو گئے۔ انتایوس جب ہم کو اُٹھانے جھکا تھا تو وہ ایسا معلوم ہوا جیسے کا گورِ نساندرہ[4] کے خمیدہ مینار کے نیچے سے کوئی دیکھے کہ ایک گزرتا ہوا بادل مینار کے مقابل آ کر قائم ہو گیا ہے۔ میں نے بڑے اطمینان سے انتایوس کو جھکتے ہوئے دیکھا۔ اس اثنا میں کئی مرتبہ میں نے چاہا کہ غار کی تہ میں پہونچنے کی کاش کوئی اور سبیل ہوتی جہاں لوسیفر (شیطان) اور یہودا غار کی سب سے نیچے تہ میں عذاب پا رہے تھے۔ بہرکیف انتایوس نے ہم دونوں کو غار کی تہ میں آہستہ سے رکھدیا اور خود وہاں جھکا کھڑا نہیں رہا بلکہ جیسے کسی شاندار جہاز کا گڑا ہوا استون اُونچا ہوتا ہے وہ اُٹھا۔

بتیسواں بند

خلاصۂ کلام

اس بند میں دوزخ کے نویں طبقہ یعنی طبقہ منجمد کے پہلے اور کسی قدر دوسرے درجے کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ اس طبقہ منجمد کے پہلے درجے میں جس کا نام کینا ہے ڈانٹے کی ملاقات کمی سیون دی پازی سے ہوتی ہے۔ یہ ڈانٹے سے اُن گنہگاروں کا حال کہتا ہے جو وہاں عذاب پا رہے ہیں۔ اسی طرح اس طبقے کے دوسرے درجے میں جسے اینٹی نورا کہتے ہیں بوکا دگلی کی زبانی ڈانٹے اُسکے ساتھی گنہگاروں کا حال سُنتا ہے۔

اگر مجھ کو ایسے کریہہ الصوت اور کرخت قوافی پر قدرت ہوتی جنکی مدد سے میں ان رنج و محن کے غاروں کے حالات جنکے اوپر سے خوفناک چٹان باہر کو نکلے نظر آتے ہیں موزوں و مناسب طریقے پر بیان ہو سکتے تو تو البتہ میں تخیل کی رگوں میں فصاحت کا خون دوڑاتا۔ لیکن یہ کام میرا نہ تھا۔ میں نے خوف و رجا کے ساتھ اس درد انگیز موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ کیونکہ کائنات کے اس طبقہ اسفلین کے حالات لکھنے ہنسی کھیل نہ تھے۔ اور نہ ایسی تحریر میں اُس زبان کی ضرورت تھی جن سے بچوں کو بہلاتے ہیں۔ بلکہ میری اس نظم میں ان خوش گلو دیبیوں سے مدد کی ہے جن کی توجہ سے امفیون[5] نے تھیبز کی دیواریں چنی

[1] کوکی ٹس جہنم کا ایک دریا ہے جو سردی کی وجہ سے جما رہتا ہے۔ [2] یعنی ڈانٹے شاعر۔ [3] ہرکیولیز نے انتایوس کو ہوا میں پٹک کر مارا تھا۔
[4] اس سے مراد وہ مینارہ ہے جو بولونا میں جھکا ہوا کھڑا ہے۔ [5] امفیون اور اس کے بھائی نے تھیبز کا شہر اپنی ماں کے شوہر سے جس نے دوسری شادی کر لی تھی چھین لیا۔ اور جب ان دونوں بھائیوں کا شہر پر قبضہ ہوا تو انہوں نے شہر کی فصیل کھینچ کر اسکو مضبوط کرنا چاہا۔ دیوتا مہربان تھے۔ مرکری نے امفیون کو ایک بانسری دی۔ جسکو اُس نے ایسی سحر انگیزی سے بجایا کہ پتھر حرکت میں آئے اور انہوں نے خود دیوار چُن دی۔

تھیں۔ میری یہ نظم حقیقت حال سے بہترین طریقے پر مطابقت رکھے گی۔ اے بدنصیب لوگو جو مصیبت اور تکلیف میں دوسروں سے کہیں بڑھے ہوا اور ایسے مقام میں آباد کیے گئے ہو جس کے بیان کے لئے الفاظ میسّر نہیں آسکتے بہتر ہوتا کہ بجائے انسان پیدا ہونے کے تم بھیڑوں کے گلّے یا پہاڑوں کی بکریاں ہوتے۔ جب ہم اس غار کے اندر گویا جنات کے قدموں کے نیچے کھڑے تھے اور میری نگاہ انہی بلند برجوں کی طرف جمی تھی تو اس وقت ایک آواز یہ کہتی سُنائی دی "اے بے خبر۔ ذرا دیکھ کر چل۔ احتیاط سے کام لے کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے تلووں میں تیرے غریب بھائیوں کے سر روندے جائیں۔ اب چلتے چلتے میں مڑا تو گیا دیکھا کہ میرے قدموں کے نیچے ایک جھیل ہے جس کی سطح بجائے پانی کے نہایت شفاف شیشے کی نظر آرہی ہے۔ آسٹریا میں سست رفتار دریائے طونہ[1] پر یا موسم سرما میں سرد آسمان کے نیچے رود بار تانا میں برف بن کر اتنی دبیز اور مضبوط تہ نہ جمتا ہوگا کہ اگر اس پر تبرنیچ[2] اور پترایانا[3] کے پہاڑ بھی گریں تو اس کی سطح کہیں سے شق نہ ہو۔ جیسے پانی میں موجوں کے اُوپر سے ٹرٹر کرتے مینڈک جھانکتے ہیں یا جیسے کہ خواب میں کٹے ہوئے کھیتوں سے اناج بیننے والا اناج کے دانے بینتا ہے اِسی طرح دل میں شرمندہ سردی سے نیلی پڑی رُوحیں برف میں جمی تھیں۔ ان کے کڑکڑاتے دانت لق لق کی سی آواز پیدا کرتے تھے۔ ہر رُوح برف کی سطح پر اپنا چہرہ نیچے کئے تھی۔ دانتوں سے سردی اور آنکھوں سے دل کا درد ظاہر تھا۔ پہلے تو میں ارد گرد دیکھتا رہا۔ پھر جب اپنے قدموں کی طرف غور کیا تو دیکھا کہ دو سر اتنے پاس پاس ہیں کہ ان کے بال ملے جُلے نظر آتے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ "تم کون ہو جو اس قدر جُڑے اور ملے معلوم ہوتے ہو؟" اتنا سُنکر انہوں نے اپنی گردنیں جھکائیں۔ اور درد و تکلیف کے بخارات جو دل میں اُٹھ رہے تھے وہ متقطر ہو کر لبوں پر آئے۔ اور برف میں ڈوبی ہوا نے حلقہ چشم میں اشکوں کو برف کی بوندیں بنا دیا۔ اور جہاں وہ تھیں وہیں اُن کو قائم کر دیا۔ شاید ہی کبھی میخوں نے دو تختوں کو ایسی مضبوطی سے جوڑا ہوگا جیسے کہ یہ دو رُوحیں آپس میں جڑی تھیں۔ کبھی کبھی وہ غصے میں آکر مست مینڈھوں کی طرح آپس میں ٹکریں مارتے تھے۔ اب دُور سے ایک رُوح نے جس کے دونوں کان برف سے گل کر گر چکے تھے۔ نظریں نیچے کئے چیخ کر کہا "ہم روحوں پر کیوں اسقدر دیر تک غور کیا جا رہا ہے۔ اگر تجھے بھی معلوم کرنا ہے کہ یہ دونوں ڈھیر کس کی ہیں تو سُن کہ وہ وادی جس میں دریائے بی سنز یو[4] کا سر چشمہ واقع ہے اس کا مالک ان دونوں کا باپ البرٹو[5] تھا۔ اور اس کے بعد یہی دونوں اس وادی کے مالک ہوتے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی خون سے تھے۔ تمام کنیا میں تم ڈھونڈ پھروگے مگر کوئی رُوح اُن سے زیادہ برف میں منجمد کئے جانے کی مستوجب تم کو نہ ملے گی۔ اور وہ بھی[6] اس سزا کے اتنے لائق نہ تھا جس کے سینے میں ارتھر نے برچھی کی ایک ہی ضرب سے ایسا سوراخ



۱ دریائے ڈینوب۔ ۲ صقلیہ کے ملک کا ایک پہاڑ تھا۔ ۳ یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے اس ملک میں تھا جسکو گرانگنانا لکھا ہے۔ ۴ وادی تالتر دونہ میں اس دریا کا منبع تھا، یہ دریا فلورنس کے شہر سے ۲۰ میل پر دریائے آرنو میں شامل ہو جاتا ہے۔ ۵ البرٹو کے دو بیٹوں سے جنکے نام الیساندرو اور نپولیونی تھے۔ مراد ہے یہ دونوں آپس میں لڑکر مر گئے۔ ۶ یعنی ارتھر کا بیٹا مرڈرک۔ قصہ یوں مشہور ہے کہ جب ارتھر کو اپنے بیٹے کے قصد بغاوت کا حال معلوم ہوا تو باپ نے بیٹے کو اپنی برچھی سے اس طرح

(بقیہ صفحۂ آئندہ)

دیا تھا کہ اس میں سے دھوپ چھننے لگی تھی۔ فوکاکیو[1] بھی اس سزا کے لائق نہ تھا اور نہ وہ رُوح جس کا اُوپر کو اٹھا سر اس وقت میری نظر کے آگے بڑھنے میں حائل ہے۔ اس رُوح کا نام ماشی روتی[2] تھا۔ اگر تو ٹسکنی کا رہنے والا ہے تو تجھ کو بخوبی معلوم ہوگا کہ وہ کون تھا۔ قصّہ کوتاہ کرکے کہتا ہوں تاکہ اب زیادہ سوال مجھ سے نہ پوچھے جائیں کہ میں وہ ہوں جو کبھی کامی سیون[3] کہلایا جاتا تھا۔ مجھے یہاں اپنے ایک قرابت مند کارلیلو[4] کا انتظار ہے جس کا سخت جُرم میرے جُرم کو دھو دیگا۔“ اب میں نے دیکھا کہ ہزارہا صورتیں ہیں جنہوں نے سخت اور تیز سردی سے کتّے کی طرح اپنے دانت بھوس رکھے ہیں۔ ان کو دیکھکر مجھ پر خوف سے لرزہ چڑھا۔ اور جب مجھے اُن پایاب جھیلوں کا خیال آیا تو میں کانپنے لگا۔ اب ہم غار کے مرکز کا رُخ کئے جارہے تھے جہاں پہاڑ ملتے تھے۔ میں اس راہ کے طے کرنے میں سردی سے لرزتا رہا۔ مجھے علم نہیں کہ یہ ارادہ تھا یا بخت و اتفاق تھا کہ ان سروں میں سے جب گزرنے لگا تو ایک رُوح کے چہرے پر میرا پاؤں زور سے لگا۔ پاؤں کے لگتے ہی وہ رُوح رو کر بولی ”تو کیوں مجھکو زخمی کرتا ہے۔ اگر تیرے یہاں آنے سے مُراد یہ ہے کہ مونتاپرتو[5] کے موقع جنگ کے متعلق کوئی نیا انتقام لیا جائے تو پھر مجھ کو کیوں تکلیف پہونچاتا ہے؟“ اب میں نے اپنے اُستاد ورجل سے کہا کہ ”آپ یہاں چندے توقف کریں تاکہ میں اس رُوح سے دریافت کرکے اپنا شُبہ رفع کروں۔ پھر جس قدر عجلت آپ چاہیں گے میں اس کے لئے تیار ہونگا۔“ ورجل ٹھیر گیا اور میں نے اس رُوح سے بات کی جو ابتک غصّہ میں مجھ پر لعنت ملامت کرتی رہی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے جو اس طرح دوسروں پر لعن کرتی ہے۔ تب اس رُوح نے اُلٹ کر پوچھا کہ ”تم کون ہو جو انٹی نورا[6] میں اس بے تکلفی سے پھر کر دوسروں کے سروں کو اس زور سے ٹھکراتے ہو جس کی برداشت نہیں ہوتی۔ کاش اس وقت تم دُنیا میں زندہ ہوتے۔“ میں نے جواب دیا ”خوش ہو کہ میں ابھی زندہ ہوں۔ اے رُوح اگر تجھ کو نیک نامی اور شہرت عزیز ہے تو میں اوروں کے ساتھ تیرا نام بھی اپنی یادداشت پر چڑھا لوں۔“ اس پر وہ روح بولی ”جو کچھ میں چاہتی ہوں وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ افسوس ہے کہ تجھے اس وادی رنج والم میں چاپلوسی کرنی نہیں آتی۔“ اتنا سُنکر میں نے اس کے سر کے پیچھے کے بال پکڑ لئے اور کہا کہ ”اے رُوح اپنا نام بتا ورنہ تیری چندیا پر ایک بال نہ چھوڑونگا۔“ اس پر وہ رُوح بولی۔ ”ایک بار نہیں ہزار بار میرے سر کے کل بال نوچ لے۔“ میں اُس کے بال پکڑے تھا اور کئی مٹھیاں بالوں کی نوچ بھی چکا تھا۔ اب اس رُوح نے کبھی آنکھیں بند کرکے اور کبھی اُن کو کھول کر بھونکنا شروع کیا کہ اتنے میں ایک اور رُوح بولی کہ ”اے بوکا تجھے کیا تکلیف ہے۔ اپنے دانت زیادہ نہ کڑکڑا۔ بھونکنا جس قدر ہو بھونک لے۔ یہ شیطان کون ہے جو تجھے ستا رہا ہے۔“ اتنا سُنکر میں نے کہا کہ ”اے ملعون باغی (یعنی بوکو) چُپ رہ۔ تیری سچی خبر میں لیکر دُنیا میں جاؤں گا جو تیرے لئے موجب شرم ہوگی۔“ وہ روح بولی: ”دُور ہو۔ جو تیرا جی چاہے دُنیا میں جاکر میری نسبت کہہ لیکن جب تو یہاں سے جائے تو اس کا حال کہنا مت بھولیو جس کی زبان

(بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) چھید اکہ آفتاب کی شعاع اس چھید سے پار ہونے لگی۔ اور اسی شعاع کی طرف شاعر کا اشارہ ہے۔

[1] یہ پستوی خاندان کا ایک رکن تھا۔ اُس نے اپنے چچا سے ایسا سخت انتقام لیا تھا کہ اس کا نتیجہ فریقہائے بیانچی اور نیری کا قائم ہو جانا ہوا۔ یہ واقعہ سن۱۳۰۶ء کا بیان ہوا ہے۔ [2] یہ شخص فلورنس کا باشندہ تھا اس نے بھی اپنے چچا کو جان سے مارا تھا۔ [3] کامی سیون نے اپنے ایک عزیز ابرٹینو کو دھوکا دے کر قتل کر دیا تھا۔ [4] سن۱۳۰۲ء میں جبکہ بیانکا اور گبلین کے فریق قلعہ پیانو میں محصور ہوکر ۲۹ دن تک قلعہ کو بچانے کی کوشش کرتے رہے تو اس وقت کارلیلو نے دغابازی سے قلعہ کو فلورنس والوں کے حوالے کر دیا۔ [5] مونتاپرتو پر فلورنسیوں کے فریق گیولف کو جو شکست ہوئی تھی اسکی وجہ بوکا دگلی بوناتی کی دغابازی تھی۔ [6] نویں طبقہ دوزخ کے دوسرے درجے کا نام ہے۔

بہت تیز چلتی تھی۔ یہاں وہ اُس روپے کو رو رہا ہے جو فرانسیسیوں نے اس کو دیا تھا یعنی وہ خاندان ڈیورا[1] سے تھا اور تو یہ بھی کہیو کہ میں نے وہ مقام دیکھا ہے جہاں بھوکے گنہگار فاقہ کشی سے مر رہے ہیں۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ اور کون کون رُوحیں اُس کے قریب تھیں تو دیکھ تیرے پہلو میں بی کاریا[2] ہے جس کی خونی گردن نے فلورنس کے تبر بُراں کو رنگا تھا۔ اور اگر نامناسب نہ ہو تو کہنا کہ سولدانیری[3]، گانی لیون[4] اور تری بالدیلو[5] کے ساتھ رہتا ہے اور یہ آخری شخص وہ ہے جس نے شہر فی انزا[6] کے دروازے جبکہ شہر والے سوتے تھے دُشمن پر کھول دئیے تھے۔" اب ہم اس رُوح سے علیحدہ ہوکر آگے بڑھے۔ میں نے دو روحوں کو دیکھا کہ وہ برف کے ایک غار میں بند ہیں۔ اور ایک کا سر دوسرے کے سر کی نقاب بنا ہے اور جیسے کوئی کنگلا روٹی ٹھونگتا ہو اُوپر والے سر نے اپنے دانت دوسرے کے مغز میں اس مقام پر جہاں ریڑھ کی ہڈی دماغ میں داخل ہوتی ہے، ایسے گہرے گڑو دئیے ہیں کہ غالباً تائی دیوس[7] نے مینالی پس[8] کی کنپٹیوں پر بھی اس زور سے نہ کاٹا ہوگا۔ اور نہ کھوپری اور مغز کو جو باہر نکلا پڑا تھا اس شوق سے کھایا ہوگا۔ اب میں نے اس رُوح سے کہا کہ "اے رُوح جو ایسی حیوانہ نفرت کا اظہار اس کے ساتھ کرتی ہے جس کے کھانے میں تو مصروف ہے تو اس کا سبب بتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر تیری شکایت بجا ہے اور میں معلوم ہوکر کہ تو کون ہے تو پھر میں اس کا بدل اُوپر کی دُنیا میں پہونچکر ضرور کرونگا بشرطیکہ میری وہاں پہونچنے تک تو اسی برف میں ٹھنڈا پڑا رہا۔

تینتیسواں[۳۳] بند

خُلاصۂ کلام

ڈانٹے سے کاونٹ یوگولینو[9] گیرار دشی اس ظلم وستم کا ذکر کرتا ہے جس سے وہ اور اُسکے بچے پیسا کے بُرج میں اسقف روگری کے حکم سے بند کر کے فاقوں سے

---

[1] اس سے مراد شہر ... کے ایک شخص بیوسو سے ہے۔ یہ فریق گبلین کی طرف سے پیدمنٹ اور برا کے درمیان ایک درے کی حفاظت پر مقرر ہوا تھا۔ فرانس کے ایک شخص کائی دی مونٹ فوٹ نے بیوسو کو رشوت دی کہ جس درے کی حفاظت پر مقرر ہوا ہے اس سے دست کش ہوجائے۔ تاکہ انزو کے چارلس کا لشکر آسانی سے گزر جائے۔ بیوسو نے رشوت لیکر ایسا ہی کیا۔ اس پر شہر والوں کو ایسا غصہ آیا کہ اُنہوں نے ڈیورا ... کے کسی تنفس کو زندہ نہ چھوڑا سب کو قتل کر دیا [2] یہ شخص ... میں پادری تھا اس نے فریق گبلین کی طرفداری میں بڑی بڑی ... جب حال کھلا تو اسکی سزا میں اس کی گردن ماری گئی۔ [3] سولدانیری نے ۱۲۶۶ء میں اس خیال سے کہ قوت حاصل ہوگی جمہور کی سرداری قبول کی۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ جب کبھی کسی نے ایسا کیا تو فلورنس کے وفد گبلین میں اس سے شورش پیدا ہوئی چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوا۔ [4] یہ وہ شخص تھا جس نے بادشاہ فرانس شارلمین کو دھوکا دیا تھا۔ [5] و [6] تری بالدیلو کو رشوت دی گئی کہ وہ فی انزا کا شہر دُشمن کے حوالے کردے۔ چنانچہ اُس نے رشوت لیکر ایسا ہی کیا۔ [7] و [8] تائی دیوس فرزند تھا بادشاہ کلیدون اور پری بوا کا۔ کلیدون میں کوئی قتل اُس نے کیا اور وہاں سے بھاگ کر وہ آرگوس میں ایڈراسٹس کے پاس چلا آیا۔ اس نے اسکو قتل کے جُرم سے پاک کیا! ور اپنی بیٹی اس سے شادی کر دی۔ جب ایڈراسٹس تھیبز کے خلاف لڑائیوں میں گیا تو تائی دیوس ساتھ گیا۔ وہاں مینالی پس نے تائی دیوس کو زخمی کیا۔ تائی دیوس نے مینالی پس کو مار ڈالا۔ تائی دیوس جب زخمی پڑا تھا تو ایتھینا دیبی کا ادھر سے گذر ہوا۔ وہ ایک دوا جو اِس دیبی کو زیوس نے دی تھی تائی دیوس کے لئے لائی جس سے زخم کے مندمل ہونیکے علاوہ حیات جاوید بھی حاصل ہوتی تھی مگر امفلاریوس جسکو تائی دیوس سے عداوت تھی اس دوا کے استعمال سے مانع آیا۔ اس نے یہ کیا کہ مینالی پس کا سر کاٹ کر لایا اور اسکے ٹکڑے کر کے مغز تائی دیوس کو دیا جسکو وہ کھانے لگا۔ ایتھینا دیبی کو یہ دیکھکر ایسی نفرت ہوئی کہ وہ دوا اُس نے اسکو نہ دی۔ اور خود وہاں سے چلی گئی۔ [9] کاونٹ یوگولینو۔ تاریخی حالات حسب ذیل ہیں۔ ۱۲۸۸ء میں تخت پیسا کے اُمیدواروں میں سخت نزاع پیدا ہوا۔ اور کئی فریق ہوگئے۔ ایک فریق وہ تھا جس کا سردار نینو تھا۔ دوسرا فریق جس میں یوگولینو کے

(بقیہ صفحہ آئندہ)

جان سے مارے گئے۔ نویں طبقہ کے تیسرے درجے کا جسے تولومیا کہتے تھے ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس میں وہ گنہگار سزا پاتے ہیں جو خلیق اور نیک بن کر دوسروں کے ساتھ شرارت اور خیانت کرتے ہیں۔ ان گنہگاروں میں وہ پادری البریگو دی سفریدی سے ملتا ہے اور یہ پادری بیان کرتا ہے کہ یہاں ایک روح سخت عذاب پا رہی ہے مگر وہ اپنے قالب میں ابھی تک دُنیا میں زندہ ہے۔ مگر وہاں اس کا قالب ایک شیطان کے حوالے ہوگیا ہے۔

جب اُوپر والے سر نے نیچے والے سر کا مغز چبا ڈالا تو پھر اس گنہگار نے اپنے دانت اور ہونٹ نیچے والے سر کے بالوں سے پونچھے جنہیں پیچھے سے وہ پہلے ہی نوچ چکا تھا۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگا کہ "آپ کے فرمانیکے مطابق میں ایک اور درد و عذاب کی سرگذشت بیان کرتا ہوں۔ یہ عذاب وہ تھا جو لاعلاج تھا اور جس کے زبان پر لانے سے پہلے دل میں ایک درد اُٹھتا ہے۔ جو الفاظ اس وقت میری زبان سے نکلیں اگر وہ اسکے حق میں ایسا تخم ثابت ہوں جس سے اس کی ہمیشہ کی بدنامی کا پھل پیدا ہوتا ہے؟ تو پھر اس دغاباز کا حال جس کا مغز میں اس وقت چبا رہا ہوں مجھ سے سُنو اور مجھے روتے دیکھو۔ مجھے علم نہیں کہ تم کون ہو اور اس قعرِ زیریں میں تمہارے آنے کا کیا باعث ہوا۔ لیکن تمہاری بات چیت سُنکر یقین ہوتا ہے کہ تم فلورنس کے باشندے ہو۔ اب سُنو کہ میں دُنیا میں کونٹ یوگولینو تھا اور یہ سر جس کو میں چبا رہا ہوں اس کا تھا جس کو اسقفِ اعظم روگیری کہتے تھے۔ میرا اور اُس کا قُرب اس درجہ کیسے ہوا اس کا حال بھی سُنو۔ میں اس پر بھروسہ کرتا تھا مگر اس کے خیالات میری طرف سے فاسد تھے۔ اور انہی کی وجہ سے میں گرفتار ہوکر مار ڈالا گیا۔ میری گرفتاری اور مارے

(بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) اور لوگ تھے ان کا سردار کونٹ یوگولینو ہوا۔ ایک تیسرا فریق وہ تھا جس کا سردار اسقف روگیری تھا۔ اسکے ساتھیوں میں گیلین کے فریق کے آدمی لافرانچی، اسموندی، اور گوالوندی تھے۔ کاؤنٹ یوگولینو نے اپنے مقاصد کیلئے اسقف روگیری اور اُسکے ساتھیوں سے اتحاد کرلیا۔ اور اپنے بھانجے نینو کے ساتھ دغا کی۔ اور یہ قرار دیا کہ یا تو نینو مع اپنے ساتھیوں کے پیسا سے خارج کیا جائے یا وہ گرفتار کرلیا جائے۔ نینو کو جب اسکی اطلاع ہوئی اور ان سے اپنے بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو وہ بھاگ کر کلکی پہونچا۔ یہ ایک قلعہ تھا بغرض یہاں آکر اُسنے اہلِ فلورنس اور لوکا سے اتحاد پیسا کے لوگوں کے خلاف کرلیا۔ کونٹ یوگولینو نے اپنی چال کو چھپانے کیلئے درحالیکہ نینو کے اخراج کا کل بندوبست ہوچکا تھا یہ کیا کہ وہ اپنے دیہات کے ایک مکان میں جا رہا جب نینو پیسا سے نکل گیا تو کونٹ یوگولینو دیہات کا مکان چھوڑ پیسا میں چلا آیا۔ یہاں بڑی دھوم اُسکے آنے کی ہوئی اور ہر قسم کا اعزاز و احترام اسکا کیا گیا لیکن یہ سب برائے چندے تھا۔ خدا کو منظور ہوا کہ کونٹ کی حالت جو کچھ تھی اسکے برعکس ہوجائے اُسکے جرائم اور دغابازی کی سزا اسکو ملے دکیونکہ بیان ہوا ہے کہ اُس نے اپنی بہن کے بیٹے انسلیمو کو زہر دیکر مارا تھا اور اس انسلیمو کی اہلِ پیسا بڑی عزت کرتے تھے) اب گیولف کا فریق بہت کمزور ہوگیا تھا پس اسقف روگری نے کاؤنٹ یوگولینو کو دغا دی اور ہوا یہ کہ اہلِ پیسا جنکو کاؤنٹ مذکور نے بہت ستایا تھا بڑے طیش و غضب میں آکر کاؤنٹ کے محل میں گھس پڑے کہ اُس پر حملہ آور ہوں۔ اور آپس میں کہا کہ کاؤنٹ نے ہم سے دغا کی ہے۔ اور کہا کہ اُس نے ہمارے قلعہ اہلِ فلورنس اور لوکا کے حوالے کردیئے ہیں۔ کاؤنٹ نے ہتھیار رکھوالئے گئے۔ اسکا ولد الحرام بیٹا اور اُسکے پوتے اس ہنگامے میں کام آئے۔ اور اسکے دو بیٹے مع دو پوتوں کے قید خانے بھیجدیئے گئے۔ اہلِ پیسا نے کاؤنٹ اُسکے بیٹوں اور پوتوں کو ایک بُرج میں بند کردیا۔ اور برج کے دروازے میں قفل ڈالدیا۔ اور کنجی اس قفل کی دریائے آرنو میں پھینکدی۔ اور ان قیدیوں کا دانہ پانی بالکل بند کردیا۔ چنانچہ کاؤنٹ اُسکے بیٹے اور پوتے فاقوں سے اسی برج کے اندر مرگئے۔ کاؤنٹ نے ایک کھڑکی سے بار بار چلّا کر آخری توبہ اور استغفار کرنی چاہی مگر کوئی پادری قریب نہ گیا۔ اور ان کو کاؤنٹ کی توبہ سننے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور جب وہ سب مرگئے تو انکی لاشوں کو معمولی طریقے پر دفن کردیا۔ اس دن سے اس بُرج کو برج قحط یا زندانِ قحط کہنے لگے۔

جاننے کے واقعہ کو بیان کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو کچھ تم نے نہ سنا ہوگا وہ یہ ہے کہ میرا خون کیسے ظالمانہ طریقے سے ہوا۔ اس ظلم کو سُن کر تم کو معلوم ہوگا کہ اُس نے[1] میرے ساتھ کیسی بدسلوکی کی۔ اس زندان میں جس کا نام میری وجہ سے زندانِ قحط ہوا اور جس میں آئندہ بھی بہت لوگ بند ہوکر ختم کئے جائیں گے اُس کے ایک چھوٹے سے روشندان سے جس میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں میں نے کئی بار بیشتر اس سے کہ میں سو جاؤں دن نکلتے دیکھا۔ میری نیند ایسی بڑی تھی کہ پردہ مستقبل کو چاک کرکے اس نے پھینک دیا۔ اب میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ یہی اسقف روگیری میر شکار بن کر اُن پہاڑوں میں جو پیسا والوں کی نظر میں لوکا کے شہر کو نہیں آنے دیتے، ایک دُبلے سوکھے بھیڑئے اور اُس کے بچوں کے شکار کو اُٹھا ہے۔ اسکے سامنے لان فرانچی سمونڈی اور گولانڈی کے سوکھے ڈھانچ کھڑے ہیں۔ زندان میں پہنچنے کے بعد باپ اور بیٹے تھکے اور خستہ حال معلوم ہوئے۔ اور میں نے دیکھا کہ تیز کچلیوں سے ان کے پہلوؤں کو زخمی کردیا ہے۔ جب صبح ہونے سے پہلے میں اس خواب سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے بیٹوں کو (جو میرے ساتھ زنداں میں تھے) رو رو کر روٹی مانگتے سُنا۔ اے سُننے والے تو بڑا ہی سنگدل ہوگا اگر تو میری تکلیف کا اندازہ جو اس وقت مجھ کو پہونچ رہی تھی نہ کرسکے۔ اور اگر تیری آنکھوں سے میرے اس دردناک حال کو سُن کر آنسو نہ نکلیں تو پھر آنسو بیکار رہے ہیں۔ اب میرے بیٹے سب جاگ اُٹھے اور وہ وقت قریب آیا جبکہ ہمارے ملازم ہمارا



دستر خوان چُنا کرتے تھے۔ ہر ایک کو اس کے خواب نے مایوس کردیا تھا۔ اب میں نے نیچے زندان میں قفل لگنے کی آواز سُنی۔ آہ یہ برج جو ہمارا زندان تھا کیسا ہیبت ناک تھا۔ میں نے مُنہ سے ایک لفظ نہ نکالا۔ میں نے اپنے فرزندوں کی صورت دیکھی مگر میں رویا نہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ میرا قلب اندر پتھر ہوگیا ہے۔ میرے بچے اس وقت رو رہے تھے۔ ان میں جو سب سے خورد سال میرا انسلم تھا وہ میری صورت دیکھکر کہنے لگا "بابا! آپ ایسے کیوں ہو رہے ہیں۔ آپ کو کیا تکلیف ہے" اس پر بھی میری آنکھ سے آنسو نہ نکلا۔ اور نہ اُس تمام دن اور آگے کی رات میں نے کسی سے بات کی۔ تیسرے دن جب دُنیا پر سورج چمکا تو اسکی ایک ضعیف سی شعاع اس زندان میں بھی آئی۔ اور اس کی روشنی میں میں نے اپنے بچوں میں اپنی شباہت دیکھی۔ اپنی اس مصیبت اور تکلیف کی حالت میں دانتوں سے اپنے دونوں ہاتھ کاٹنے لگا۔ میرے بچے سمجھے کہ میں کچھ کھانے کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ وہ سب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "بابا۔ اگر آپ ہم کو کھالیں تو ہم کو مطلق افسوس نہ ہوگا۔ یہ گوشت پوست آپ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اب آپ ہم سے اسکو واپس لے لیں" میں اس پر بھی اس خیال سے کہ اُن کو رنج نہ ہو خاموش رہا۔ اس دن اور اُسکے دوسرے دن تک ہم سب خاموش رہے۔ آہ اے سنگدل اور بے رحم زمین تو شق کیوں نہیں ہو جاتی کہ ہم سب تجھ میں سما جائیں۔ جب اس زندان میں چوتھا دن ہوا تو میرا گیدو میرے قدموں میں آکر لیٹ گیا اور کہنے لگا "بابا آپ کیا میری کچھ مدد نہیں کرسکتے" اتنا کہکر وہ وہیں مرگیا۔ اور اب اس طرح صاف صاف جیسے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں میری آنکھوں کے سامنے پانچویں اور چھٹے

---

[1] یعنی اسقف روگیری نے۔

دن وہ سب ایک ایک کر کے ختم ہو گئے۔ میں غم سے اندھا ہو گیا۔ اپنے بچوں کی لاشوں کو ٹٹولتا اور تین دن تک ایک ایک کا نام پکارتا رہا۔ مگر وہ سب مر چکے تھے۔ اب بھوک کی شدت نے بچوں کے اس طرح مرنے کو بھی بھلا دیا۔" اتنا کہہ کر اُس[1] نے ایک دانت اور اس کھوپری پر مارا اور اس طرح اپنے دانتوں سے اس کھوپری کو پکڑا۔ جیسے کتا ہڈی کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لیتا ہے۔ اے پیسا تو ان تمام قوموں کا ننگ ہے جو اس پُر فضا خطے میں جہاں اٹلی کی زبان بولی جاتی ہے رہتی ہیں۔ تیری ہمسایہ قومیں تجھ کو سزا دینے میں اس قدر غافل اور سُست ہیں۔ کپرارا اور گورگوتا[2] کے جزیرو اپنی بُنیادوں سے اُٹھ کر دریائے آرنو کے دہانے کو بند کر دو تاکہ اے پیسا تیرے بسنے والے سب غرق ہو جائیں۔ اگر یہ مشہور بھی ہوا کہ یوگولینو نے دغا کر کے تیرے قلعے سب دُشمن کے حوالے کر دیے تو تجھکو کیا حق تھا کہ اُس کے بچوں کو تکلیف دہ اذیت پہونچائے۔ اُن میں میر اگریا اور یوگوسیونے اور وہ دو نازک و معصوم اور کمسن بچے بھی تھے جن کا اس نظم میں ذکر آ چکا ہے۔ اے پیسا تو تو ظلم اور زیادتی میں نیا تھیبز بن گیا۔ گناہ اور جرم کرنے کا اب تجھ کو احساس باقی نہیں۔" اب ہم آگے بڑھے اور دیکھا کہ چند روحیں برف کے لحاف میں لپٹی اوندھی پڑی ہیں۔ وہ روتی ہیں مگر رویا نہیں جاتا کیونکہ جب اندر کا رنج باہر نکلنے کا راستہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو رکاوٹ ہوتی ہے اور جب وہ پلٹ کر پھر اپنی جگہ جاتا ہے تو اور زیادہ تکلیف و آزار کا باعث ہوتا ہے۔ پہلے آنسو نکلتے ہیں اور اُن کی تہ بدیں نقاب بنکر لٹکنے لگتی ہیں۔ اور پھر ان نقابوں سے حلقۂ چشم میں آنکھوں کے پیالے آنسوؤں بھرے نظر آتے ہیں۔ سردی کی وہ شدت تھی کہ میرا چہرہ سُن ہو گیا اور اس تکلیف میں کُل خیالات محو ہو گئے۔ اس پر بھی مجھ کو کہیں سے ہلکی ہوا آتی معلوم ہوتی۔ میں نے اپنے اُستاد ورجل سے پوچھا کہ یہ ہوا کہاں سے آتی ہے۔ کیا یہاں تمام بخارات سرد ہو کر جم نہیں جاتے۔ ورجل بولا کہ تھوڑی دیر میں تیری آنکھیں خود دیکھ لیں گی کہ ہوا کے یہ جھونکے کدھر سے آتے ہیں۔ اب ہم نے ایک رُوح کی آواز برف کے ایک خول سے آتی سُنی جو کہتی تھی کہ اے رُوحو جن کے ظلم ایسے تھے کہ وہ دوزخ کے اس آخری قعر میں ڈالی گئیں۔ آؤ اور میرے چہرے سے اس سخت نقاب کو اُٹھا دو تاکہ میں اس رنج کو جو مرے دل کو چھیدے ڈالتا ہے کچھ دیر کے لئے پیشتر اس سے کہ میرے آنسو پھر برف کی لڑیاں بن جائیں ظاہر کر لوں۔" میں نے جواب دیا کہ "اگر تو مجھ سے مدد چاہتا ہے تو پہلے یہ بتا کہ تو ہے کون؟ پھر اگر میں تیری تکلیف دُور نہ کروں تو خدا مجھ کو اس دوزخ کے طبقۂ اسفلین میں ڈالدے"۔



اس رُوح نے جواب دیا کہ "میں پادری البریگو ہوں! اور وہ ہوں جس نے باغ عصیاں سے اتنے پھل توڑے تھے کہ اُن کی قیمت میں اپنے کڑوے پھلوں کے معاوضہ میں یہ شیریں ثمر مل رہے ہیں"۔ میں نے کہا "ہائیں کیا تم بھی دُنیا میں مر چکے ہو؟" اُس نے پوچھا کہ میرے جسدِ فاسد کا اوپر کی دُنیا میں کیا حال ہے؟ مجھے اس کا مطلق علم نہیں اور تولومیا[3] کی یہ خصوصیت ہے کہ جب کوئی رُوح اس میں گرتی ہے پیشتر اس سے کہ تقدیر کی دیبی اس کو اپنے سے جُدا کرے اور اس خیال سے کہ تو میرے آنسو جو برف ہو گئے ہیں زیادہ توجہ اور آمادگی سے پونچھے تو پھر اسکو جو میری مثل مکاری اور فریب کرتی ہے اپنا جسدِ خاکی ایک بھوت کے حوالے کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ بھوت اس رُوح کو جس طرح چاہتا ہے حرکت دیتا ہے اور اُس پر

[1] یعنی کاؤنٹ یوگولینو نے۔ [2] دریائے آرنو کے دہانے پر یہ دو چھوٹے جزیرے ہیں۔ [3] دوزخ کے نویں طبقے کا تیسرا درجہ۔

اپنی حکومت چلاتا ہے۔ تاوقتیکہ دُنیا میں اس کی زندگی کا زمانہ پورا ہو جائے پھر وہ سر کے بل اس قعرِ نکبت میں گرا دی جاتی ہے اور غالباً اس زمانے میں وہ اُوپر کی دُنیا میں ایک بھوت کے قالب میں نمودار رہتی ہے اور اب وہ یہاں میرے عقب میں جاڑا بسر کر رہی ہے۔ اگر تو یہاں نیا نیا آیا ہے تو تُو اس سے واقف ہوگا۔ برانکا دی اوریا کو یہاں آئے ہوئے بہت برس گذر چکے ہیں؟ میں نے اسکو ان باتوں کا یہ جواب دیا کہ "شاید تو مجھ کو چڑا تا ہے کیونکہ برانکا دی اوریا ابھی تک مرا نہیں ہے بلکہ انسان کے جسقدر قدرتی کام ہیں سب پورے کرتا ہے کھاتا، پیتا ہے، سوتا ہے، کپڑے پہنتا ہے۔" اس نے جواب دیا کہ "ابھی تک مائکیل زانکے اُوپر والی خندق میں جہاں تیز چنگل والے پہرا دیتے ہیں اور جس میں قیر جوش کھاتا ہے نہیں پہونچا ہے۔ لیکن برانکا دی اوریا نے اپنی جگہ دُنیا میں اپنے ہی قالب میں ایک بھوت کو چھوڑا ہے اور اپنے ایک عزیز کو بھی جس نے اس کی شرکت میں دغا کی تھی اسی طرح دُنیا میں چھوڑا ہے۔ اب اپنا ہاتھ قریب لا اور میری آنکھیں کھول جو برف نے بند کر دی ہیں" (ڈانٹے کہتا ہے) میں نے اُسکی آنکھیں نہیں کھولیں۔ اسکے ساتھ بد اخلاقی بہترین حسنِ اخلاق تھا۔ اے جنیوا کے لوگو۔ تم ہر قسم کے تمرد اور فساد اور بُرائیوں میں رنگے ہوئے ہو۔ کیوں تم روئے زمین سے ہٹا نہیں دیئے جاتے۔ اور میں نے تم میں سے ایک ایسی ہی بد رُوح کو رومانگنا کی سیاہ ترین رُوح[۲] کے ساتھ دیکھا ہے اور اسکے اعمال ایسے تھے کہ وہ دوزخ کے دریائے کوکیٹس میں ڈوبی پڑی ہے لیکن اسکا جسم دُنیا میں زندہ نظر آتا ہے۔

[۳۴] چونتیسواں بند

خُلاصۂ کلام

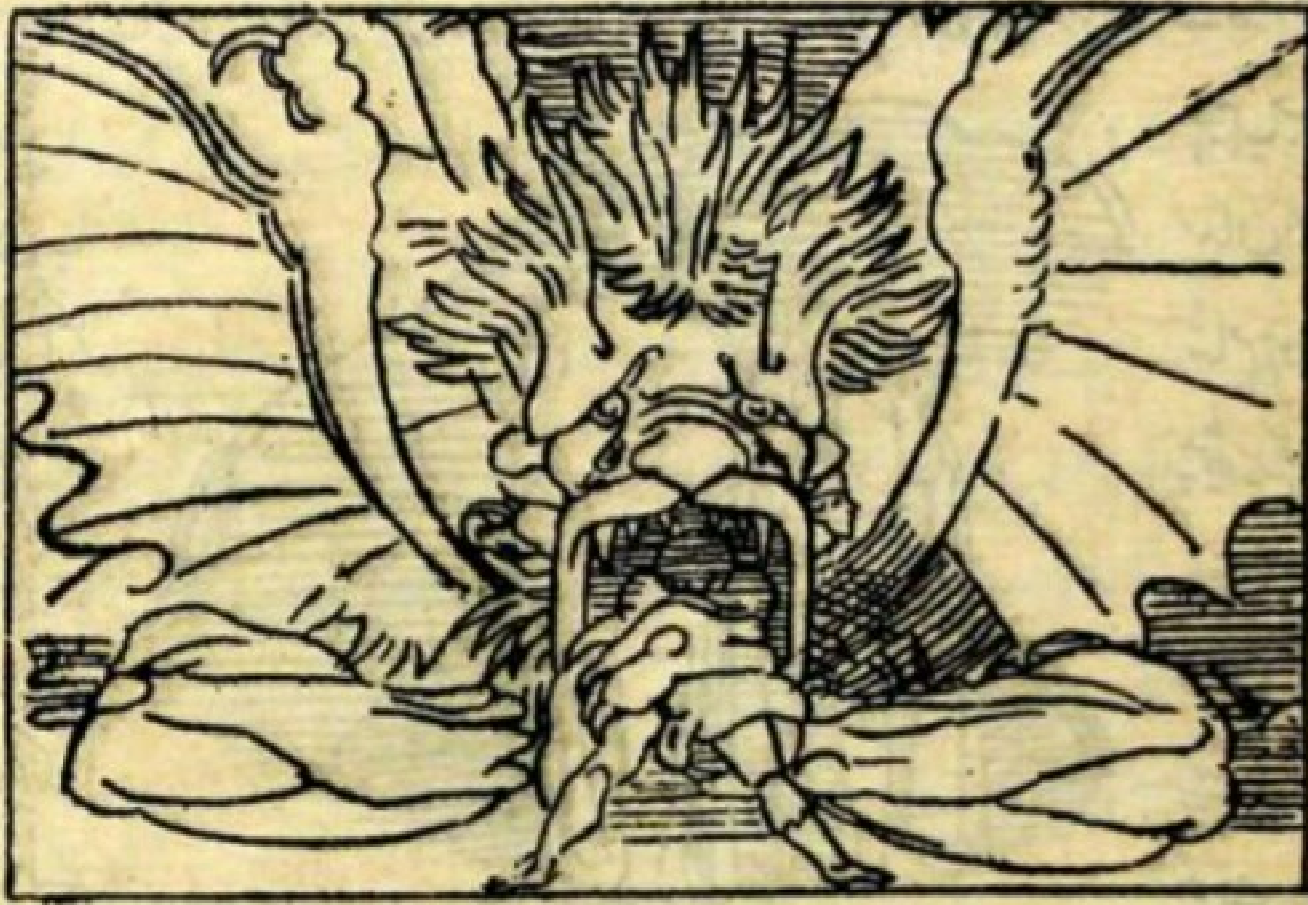
نویں طبقے کے چوتھے حلقے (درجے) میں وہ گنہگار جنہوں نے اپنے ہمجنسوں کے ساتھ بیوفائی کی تھی۔ بالکل برف میں ڈھکے نظر آتے ہیں۔ اور ان سب کے بیچ میں ظلمت کا بادشاہ لوسیفر کھڑا ہے۔ لوسیفر کی پشت پر چڑھکر ڈانٹے اور ورجل ایک خفیہ راستے سے زمین کے دوسرے نیم کرے پر پہونچتے ہیں اور یہاں سے وہ آسمان پر ستارے دیکھتے ہیں۔

میرے رہنما ورجل نے کہا: "ذرا دیکھ کہ شاہ دوزخ کے لوا اور جھنڈے ہماری طرف اس طرح آ رہے ہیں جیسے جل بھری کالی گھٹا اُمنڈ کر آئے۔ یا جیسے رات اپنی سیاہی ہمارے نیم کرّے پر پھیلاتی ہو۔ یا دُور سے دیکھو تو جیسے کسی ہوا چکی کے بڑے بڑے پنکھ ہوا کے زور سے چکر کھاتے ہوں۔ غرض ایسی ہیبت شکل کو میں سمجھتا تھا کہ میری نگاہ کے سامنے ہے۔ سرد ہوا سے بچنے کے لئے میں ورجل کے پیچھے چلا گیا کیونکہ یہاں اس سے پناہ کی کوئی اور صورت نہ تھی۔ اور اب میں اس عجیب و غریب مقام پر آیا (جس کو نہایت خوف کے ساتھ میں اپنی اس نظم میں بیان کرتا ہوں)۔ یہاں رُوحیں شیشے کی مثل شفاف برف کے نیچے کمزور درختوں کے تنوں کی طرح پڑی تھیں اور بعض اپنے پاؤں پر کھڑی تھیں۔ اور بعض سر اور پاؤں قریب کئے کمان کی صورت لیٹی تھیں۔ جب ہم اس مقام پر پہونچے جہاں سے ورجل نے چاہا تھا کہ میں اس مخلوق کو دیکھوں جو پہلے حسین و جمیل تھی تو وہ میرے سامنے سے ہٹ گیا اور میں چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ ورجل نے اب مجھ سے کہا کہ "دیکھو ذرا نگاہ اُٹھا کر بڑھو اور اس مقام پر نظر ڈالو جہاں تم کو اپنا دل مضبوط کرنا پڑے گا۔" ورجل کے مُنہ سے جب یہ الفاظ نکلے تو میں خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور نوبت غشی کی ہو گئی۔ اے پڑھنے والے نہ پوچھ کہ اُس وقت میرا کیا حال تھا۔ میں اس کو تحریر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ الفاظ اسکے بیان میں قاصر ہیں۔ بس اتنا سمجھ لے کہ اس وقت میرا شمار نہ زندوں میں تھا

---

[۱] دی اوریا کا خاندان جنیوا میں بڑا مقتدر تھا۔ برانکا کی نسبت مشہور تھا کہ اُس نے اپنے خسر مائکیل زانکے کو مار ڈالا تھا۔ [۲] پادری البریگو سے مراد ہے۔

اور نہ مُردوں میں۔ اگر تیرا ادراک کچھ بھی تیزی سے کام کرتا ہے تو صرف خیال میں تو سمجھ سکتا ہے کہ اُس وقت میری کیا حالت تھی۔ وہ شہنشاہ جو اقلیم درد والم پر فرمانروائی کرتا ہو اس وقت اپنے سینے تک برف میں ڈوبا دیو کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے قد کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اگر میں قامت میں ایک دیو سے زیادہ ہوتا تو اس قد کے برابر صرف اس کے ہاتھ تھے۔ پس انہی ہاتھوں کی درازی سے اُسکی پوری قامت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا حسین بھی ہوتا جیسا کہ اس وقت کریہہ منظر ہے تو بھی اپنے خالق پر اس کا چین بجبیں ہونا ہمارے تمام آفات و مصائب کا موجب ہو سکتا تھا۔ آہ، وہ منظر بھی کیسا خوفناک اور عجیب تھا جبکہ میں نے اس کے سر میں تین چہرے دیکھے۔ سامنے والا چہرہ سُرخ سیندور کے رنگ کا تھا۔ باقی دو چہروں کے ادھر اُدھر اور سر میں شانے جُڑے تھے۔ دائیں طرف کے چہرے کا رنگ پیلا اور زرد سیاہی مائل تھا۔ اور بائیں چہرے کا رنگ ایسا سیاہ تھا جیسے کہ اس ملک کے لوگوں کا ہوتا ہے جہاں سے دریائے نیل نکل کر نشیب کی زمینوں میں بہتا گیا ہے۔ دونوں پہلوؤں کے چہروں کے قریب سے دونوں طرف ایسے بڑے بڑے پر نکلے ہوئے تھے جو ایسے ہی عظیم الجثہ حیوان کے لئے موزوں تھے۔ پر کیا تھے میں نے تو سمندر کی سطح پر جہازوں کے بادبان بھی ایسے پھیلے نہ دیکھے تھے۔ ان پروں میں روئیں نہ تھے بلکہ وہ چمگادڑوں کی قطع کے پر تھے۔ اور وہ حیوان ان دونوں پروں کو ہوا میں چلاتا تھا۔ اور اُن سے تین قسم کی ہوائیں پیدا ہوتی تھیں جن کی برودت سے دوزخ کا دریا کوکیٹوس اپنی تہ تک جم گیا تھا۔ اپنی چھ آنکھوں سے وہ تکلیف میں روتا تھا اور ہر زنخداں سے آنسو خون کے جھاگ اُٹھاتے نیچے گرتے تھے۔ ہر دہن کے دانت ایک ایک گنہگار کو چباتے تھے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی زبردست چکی میں ذرّے ذرّے پیسے جا رہے ہیں۔ غرض تین رُوحوں کو اسی طرح مبتلائے عذاب دیکھا۔ لیکن سامنے والے چہرے کے مُنہ میں جو رُوح تھی اُسکو چبائے جانے سے بھی زیادہ اذیت اور تکلیف پہونچ رہی تھی۔ اس کی پشت سے اکثر اُس کی کھال اُدھڑ اُدھڑ جاتی تھی۔ میرے اُستاد ورجل نے کہا کہ "یہ رُوح جو سب سے زیادہ تکلیف میں ہے جس کا سر دیو کے مُنہ میں ہے اور ٹانگیں باہر لٹکتی ہیں یہوداکی ہے۔ باقی دو رُوحیں جن کے سر اندر ہیں اُن میں وہ جو سیاہ چہرے سے باہر کو لٹکی ہے بروٹس[1] کی ہے اور دیکھو وہ کس طرح تڑپ رہی ہے مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی۔ دوسری رُوح کیسیس کی ہے اور دیکھو وہ اس وقت کیسی قوی الجثہ معلوم ہوتی ہے۔ اب پھر رات آتی جاتی ہے اور یہاں سے اب چلنا ہے۔ دوزخ کا جو کچھ دیکھنا تھا وہ دیکھ لیا۔" اتنا سُنکر جیسا کہ ورجل نے مجھ سے کہا تھا میں گردن میں بانہیں ڈال کر اس کو لپٹ گیا۔ اور ایک ایک سیڑھی اُترتا اس دیوار اور چٹانوں کے بیچ میں آیا۔ جب ورجل چڑھتے چڑھتے اس مقام پر آیا جہاں دیو کی ران اور سُرین کا جوڑ تھا تو اُسکو سخت زحمت اور کوشش کرنی پڑی اور جب وہاں



[1] برعکس اور لوگوں کے خیال کے ڈانٹے سمجھتا ہے کہ بروٹس نے جولیس سیزر کو بُری نیت سے قتل کیا تھا۔

پہونچکر اُس نے اپنا سر پھیرا ہے جہاں پہلے اُس کے پاؤں تھے۔ اور وہ اس دیو کی پشت پر اس طرح چڑھا جیسے کوئی پہاڑ پر پتھر پکڑ کر چڑھے تو میں سمجھا کہ ہم پھر دوزخ کے رخ جانے لگے ہیں۔ ورجل نے ہانپ کر جیسے کوئی مشقت سے تھک گیا ہو مجھ سے کہا "بچتے رہو کہ ایسی ہی سیڑھیاں چڑھ کر تم اس عذاب کی جگہ سے باہر نکلو گے" پھر ہم چٹان کے ایک سوراخ سے نکل کر باہر آئے۔ یہاں ورجل نے مجھ کو ایک کنارے بٹھا دیا۔ اور پھر وہ آہستہ سے میرے پہلو میں آن بیٹھا۔ اب میں نے اس خیال سے نگاہ اُونچی کی کہ میں شاہ جہنم لوسیفر کو وہیں دیکھوں گا جہاں وہ پہلے تھا لیکن اب میں نے اسکو اس حال میں دیکھا کہ ٹانگیں اُونچی اور سر نیچا کیے کھڑا ہے۔ اگر بیہودہ طبیعتیں اس بات کو نہیں دیکھتیں کہ کس مقام سے مجھے گزرنا پڑا تھا اور میری تکلیف کا انکو اندازہ نہیں تو انکو ایسا ہی خیال کرنے دو۔ اب ورجل نے مجھ سے کہا کہ "اٹھ کھڑا ہو۔ راستہ دراز دشوار و ناہموار ہے ڈیڑھ گھنٹے کے اندر دوپہر ہو جائے گی۔ اور جہاں اس وقت ہم ہیں وہ کسی قصر عالیشان کا بلند اور روشن ایوان نہیں ہے بلکہ وہ قدرتی غار ہے جہاں چلنا مشکل اور روشنی کم ہے"۔ دوزخ سے باہر آنے سے پہلے میں نے ورجل سے کہا کہ "اے میرے رہنما مجھے کچھ پوچھ لینے دیجیے تاکہ خطا اور غلطی کی غلامی سے آزاد رہوں۔ آپ فرمائیں کہ اب وہ برف کہاں ہے اور لوسیفر اس طرح اُلٹا سر کے بل کیوں کھڑا ہے اور آفتاب نے شام سے صبح تک کے تھوڑے وقت میں اپنی گردش کیونکر پوری کر لی"۔ ورجل نے چند الفاظ میں مختصر جواب اس طرح دیا۔ "تم سمجھ رہے ہو کہ تم ابھی تک مرکز کائنات کی دوسری طرف ہو جہاں میں اس کیڑے کو پکڑتا اوپر چڑھا تھا جو دُنیا کو گھن کی طرح کھائے جاتا ہے۔ جب تک میں اترتا رہا تو تم دوسری طرف تھے اور جب میں مُڑا تو تم اس نقطے سے گذر لیے تھے۔ یعنی وہ نقطہ جس کی طرف دُنیا کی سب بھاری چیزیں مائل ہو کر اور اسکی طرف کھنچی چلی جاتی ہیں۔ اب تم اس نیم کرے کے نیچے ہو جو اس کے مقابل ہے جس پر سارا یورپ پھیلا ہے اور یہ نیم کرہ جس پر تم اب ہو وہ ہے جس کے آسمان کے نیچے وہ انسان مرا تھا جو معصوم پیدا ہوا اور معصوم ہی زندہ رہا تمہارے قدم کرے کے چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر ہیں جس کا دوسرا رُخ یہودیہ ہے۔ یہاں اس وقت صبح ہوتی ہے جبکہ وہاں شام ہوتی ہے اور وہ جس کی جھاڑ جھنکاڑ پیٹھ پر ہم چڑھے تھے۔ ابتک اسی طرح کھڑی ہے جیسے کہ پہلے بھی کھڑی تھی۔ اسی حصہ دُنیا میں وہ آسمان سے نیچے گرایا گیا تھا۔ پہلے یہاں زمین اُونچی تھی۔ پھر اُس کے خوف سے نشیب میں آ کر اُس نے سمندر میں اُسکو چھپا لیا۔ اور زمین ہٹکر ہمارے نیم کرے میں چلی آئی۔ اور شاید اس خیال سے کہ اس سے بچتی رہے اس جگہ کو خالی رکھا جس میں وہ اُونچے پہاڑ ہیں جو اس طرف نظر آتے ہیں۔ انکے نیچے وہ مقام ہے جو بیلزبب سے اتنے ہی فاصلہ پر ہے جسقدر کہ مسقف مقبرے[1] یعنی پورے طبقہ دوزخ کا طول ہے۔ یہ مقام نظر نہیں آتا بلکہ ایک چشمے کے پانی کے گرنے کی آواز سے پہچانا جاتا ہے۔ چونکہ اس چشمے کے گذر میں نشیب و فراز کم ہیں اس وجہ سے پانی کی رفتار نے چٹانوں میں ایک راستہ بنا دیا ہے اور اسی خفیہ رستے سے ہم اپنی حسین دُنیا میں داخل ہونے کیلئے آئے یہ آرام لینے کی طرف سے ہم بے پروا تھے۔ ہم اُوپر چڑھے ورجل آگے تھا اور میں اُسکے پیچھے۔ یہانتک آسمان کی خوبصورت روشنیاں ایک چٹان کی گول محراب میں سے نظر آئیں جب ہم یہاں سے نکلے تو پھر ہم نے آسمان پر ستارے کھلے دیکھے۔



(ختم شد)

[1] مسقف مقبرے سے مُراد طبقہ دوزخ کی پوری گہرائی ہے۔